آوازِ قرآن

خلیفہ مجاز حضور شیخ العالمؒ محمد نواز سالک صدیقی ہزاروی

زیر اہتمام:
شعبہ نشر و اشاعت صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس
مدینہ نگر پلہیر ایبٹ آباد

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	آوازِ قرآن
مؤلف	:	خلیفہ محمد نواز سالکؔ صدیقی ہزاروی
پروف ریڈنگ	:	علاّمہ محمد حامد الازہری
ترتیب وتدوین	:	محمد خلیق عامر صدیقی
زیر اہتمام	:	صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس
		www.sec.edu.pk
کمپوزنگ	:	محمد خلیق عامر صدیقی
بار اوّل	:	مئی 2026ء
قیمت	:	

رابطہ:

صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس، مدینہ نگر پلہیر ایبٹ آباد

دربار عالیہ نقشبندیہ پٹن خورد ایبٹ آباد

موبائل: 0300-9112950/03004107096

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ○ فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ○

لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ○

(الواقعة، ۵۶: ۷۷۔۷۹)

بے شک یہ بڑی عزّت والا قرآن ہے ، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اِس کو صرف پاک لوگ ہی چھُو سکتے ہیں○

حضرت نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب بھی کسی کو کوئی فکر وغم اور رنج لاحق ہو تو وہ یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ! أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي. (مسند أحمد، ٨:٦٣، ٣٥٢٨)

اے اللہ! تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کو دُور کرنے والا اور میری فکر کو لے جانے والا بنا دے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	مجھے بھیک دے خدایا۔۔۔!	15
2	نعت رسول مقبول ﷺ	18
3	قرآن کی پُکار	20
4	اِنتساب	23
5	عرض مؤلف	25
6	تقریظ (حضرت علامہ خواجہ پیر محمد سلطان العارفین صدیقی نقشبندی الازہری)	27
7	تقریظ (پروفیسر علاّمہ مفتی عبدالبصیر رازی)	29
8	تقریظ (پروفیسر ڈاکٹر علی اکبر الازہری)	30
9	تقریظ (علامہ مفتی اختر محمود علوی)	32
10	سورۃ الفاتحہ کی فضیلت	35
11	حقیقی حمد کے لائق صرف ذات خدا ہے	36
12	حق التحمید ادا کرنا ناممکن ہے	40
13	حمد وشکر میں فرق	41
14	تعریف مصطفیٰ ﷺ و اولیاء درحقیقت حمدِ خدا ہے	41

15	اللہ کا شکر ادا کرنے سے مخلوق عاجز ہے	45
16	چند اہم مسائل	47
17	فضیلت سورت فاتحہ	49
18	اللّٰہ، الرَّحمن، الرَّحیم	50
19	اَدب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں	53
20	شانِ اُلوہیّت	63
21	عبادت	66
22	اعجازِ قرآن	81
23	جامعیّت قرآن	88
24	قرآن اور سائنس	94
25	نوجوانانِ ملّتِ اسلامیہ	100
26	کیا سہانہ دور تھا	102
27	واپس لوٹنا پڑے گا	103
28	ترجمہ وتفسیر قرآن کے لیے ضروری علوم	104
29	یہ حقیقت ہے	108
30	احسان مند رہنا چاہیے	109
31	ایسا بھی ہوا ہے	110
32	چاہیے تو یہ تھا	113
33	ایسا ہونا ہی تھا	115
34	طالبِ حق سے گزارش	116

35	گستاخانہ عبارات کا علمی محاکمہ	119
36	گستاخی اور بے اَدبی پر مبنی عبارات	137
37	تفہیم القرآن	138
38	۱۔ انبیاء کو نفسِ شریر کے خطرے پیش آئے	138
39	۲۔ نوح علیہ السلام میں جذبہ جہالت	138
40	۳۔ یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت میں کوتاہی ہوئی	138
41	۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شرک کا اِرتکاب	138
42	ترجمان القرآن	139
43	۱۔ ہر شخص خدا کا بندہ ہے، جس طرح ایک نبی اس طرح شیطان رجیم بھی	139
44	۲۔ نبی ہر وقت بلند ترین معیار پر قائم نہیں رہتا	139
45	۳۔ انبیاء کے فیصلے غلط ہوتے تھے	139
46	۴۔ شیطان کا سدِّ باب انبیاء بھی نہیں کر سکے	140
47	۵۔ موسیٰ علیہ السلام ملنگ ہیں	140
48	۶۔ نبی کریم ﷺ کچھ نہیں جانتے تھے	140
49	۷۔ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا	140
50	رسائل و مسائل	141
51	۱۔ موسیٰ علیہ السلام کا گناہ	141
52	۲۔ حضور ﷺ کو ایمان کا حل معلوم نہ تھا	141
53	۳۔ علمِ نبی نبوت سے پہلے عام انسانی علوم کی طرح ہوتا ہے	141

54	متفرق عبارات	142
55	ا۔ نبی اَن پڑھ چرواہا	142
56	۲۔ محمد اسلامی تحریک کا لیڈر	142
57	۳۔ اِس اُمت میں کوئی مجدّد کامل نہیں ہوا	142
58	اہل تشیع کی توہینِ خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور اُمہات المؤمنینؓ	143
59	قادیانیوں کی گستاخانہ عبارات	147
60	دیگر مسالک کے چند تراجم	149
61	دعوتِ فکر	156
62	حیّ علی الفلاح	158
63	آدابِ تلاوت کلام الٰہی	160
64	طہارت	161
65	مسئلہ	161
66	فکر و تدبّر	165
67	علمی و ذہنی اِستعداد رکھنے والو!	166
68	غفلت کا شکار نہ ہونا	167
69	مقدارِ تلاوت	170
70	آیت الٰہی آنسوؤں کی برسات کے ساتھ	171
71	قرآن سے دوستی	174
72	ایمان و تعظیم	175

73	معتدل آواز میں تلاوت	177
74	سجدۂ تلاوت	178
75	حقِّ تلاوت	180
76	قرآن مجید کے چند اہم نشانات	181
77	تین قسم کی آواز	182
78	دِلجمعی اور دِلی لگاؤ کے ساتھ	185
79	قرآن مجید کا نزول	187
80	اَسبابِ نزول کے فوائد	189
81	قرآنی حفاظت میں قدرتِ خداوندی کے مظاہر	193
82	قرآن کا نزول	194
83	دورِ خلافت راشدہ	196
84	تدبیرِ خداوندی ملاحظہ فرمائیں	198
85	قرآن کتابی شکل میں	199
86	محکم و متشابہ	201
87	محکمات	201
88	متشابہات	203
89	علماء راسخین	204
90	متاخرین کی مثالیں	210
91	حروف مقطعات	212
92	ا۔ محکمات	214

93	۲۔ مقطعات	214
94	۳۔ متشابہات	214
95	طالبانِ حقیقت	220
96	کیا یہ معجزہ بھی آپ دیکھتے ہیں؟	222
97	قرآن مجید کے آداب و احتیاط	239
98	طہارت کا بیان	239
99	ٹھہر ٹھہر کے صحیح عربی تلفظ سے پڑھنا	241
100	خشوع و خضوع سے پڑھا جائے	243
101	قرآن اچھی آواز سے پڑھا جائے	246
102	قولِ حق قرآن ہے۔۔۔قولِ پیمبر حدیث	249
103	قرآنی اصطلاحات	257
104	وحدانیّت	257
105	اللہ	257
106	رسالت و نبوّت	257
107	محمد ﷺ	258
108	ایمان	258
109	اسلام	259
110	کفر و شرک	260
101	منافقت	266
102	آل و عترت	267

۱۰۳	صحابیّت	269
۱۰۴	ولایت	270
۱۰۵	حدیث وسنّت	272
۱۰۶	حکمت سے مراد حدیث میں	272
۱۰۷	ذکر	273
۱۰۸	صلوٰۃ وسلام	274
۱۰۹	تذکیرنعمت	276
۱۱۰	تذکیر بایام اللہ	277
۱۱۱	تذکرۂ موت	278
۱۱۲	اخلاص وللّٰہیت	278
۱۱۳	جنّت وجہنم	279
۱۱۴	قرآن مجید سے رُوحانی وجسمانی شفا حاصل ہوتی ہے	281
۱۱۵	ضروری وضاحت	289
۱۱۶	عذاب قبر سے نجات	293
۱۱۷	خفقان اور ڈپریشن دور کرنے کے لیے	294
۱۱۸	جلد کی جملہ اَمراض کی شفایابی کے لیے	294
۱۱۹	ہرقسم کے دَرد اور پرانی اَمراض کے لیے	294
۱۲۰	اِزالہ سحر (جادو) کے لیے	295
۱۲۱	بُرے خیال اور وَساوِس سے بچنے کے لیے	296
۱۲۲	کینسر سے نجات کے لیے	296

123	آنکھ کے دَرد اور نظر کی حفاظت کے لیے	296
124	نماز تہجد کے لیے جاگنے کے لیے	297
125	زیارتِ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لیے سیّدی حضور شیخ العالمؒ کا آزمایا ہوا عمل	297
126	اولاد کے لیے	298
127	ادائیگی قرض کے لیے	298
128	گھر سے جادُو کے اثرات اور جِنّات دُور کرنے کے لیے	298
129	دانت میں دَرد کے لیے	299
130	وظیفہ برائے ملازمت	299
131	مقدمہ میں کامیابی	299
132	باعزت رشتوں کے لیے	299
133	دُشمن سے نجات، عزت وحفاظت کے لیے	300
134	برائے یرقان، بخار، ضعفِ جگر، دل وغیرہ	300
135	ہر قسم کے دَرد وتکالیف سے نجات کے لیے	301
136	ہر مرض کا علاج	301
137	جائز محبت کے لیے	302
138	شراب نوشی و دیگر نشے چھڑانے کے لیے	302
139	اچھی نیند کے لیے	303
140	ضدی بچوں پر	303
141	کُند ذہن اور لُکنت دُور کرنے کے لیے	303

142	پلاٹ پر ناجائز قبضہ چھڑانے کے لیے	303
143	فائدے ہی فائدے	305
144	بغیر سمجھ کے پڑھنے سے بھی ثواب	305
145	قرآن پاک کے متعلق کفریہ کلمات	307
146	متفرق قرآنی معلومات (برائے طلباء)	309
147	قرآن مجید میں چودہ (۱۴) سجدے ہیں	309
148	قرآن مجید کے کُل رکوعات	310
149	قرآن مجید کے سکتے	310
150	قرآن مجید کی منازل کی تقسیم	311
151	قرآن مجید کے حروف کی تعداد	311
152	قرآن مجید میں استعمال شدہ حرکات کی تفصیل	312
153	قرآن مجید کے کلمات کی تعداد	312
154	فِیْہِ صرف ایک جگہ	312
155	وَلَا یَصُدُّنَّکَ صرف ایک مرتبہ	313
156	یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا صرف ایک مرتبہ	313
157	سب سے طویل ذِکر	313
158	سب سے بڑی آیت	313
159	سب سے چھوٹی آیت	313
160	صرف ایک صحابی کا نام قرآن میں	314
161	ایک سو چودہ سورتیں اور ایک سو چودہ مرتبہ بسم اللہ	314

162	سوائے فَقَدْ صَغَتْ کے ہر کلمہ میں بسم اللہ کا کوئی نہ کوئی حرف ضرور ہے	315
163	قرآن مجید میں لفظ اللہ، رحمٰن، رحیم اور اسم کی تعداد	315
164	قرآن مجید کا نصف باعتبارِ حروف	315
165	قرآن کا نصف باعتبارِ سُوَر	315
166	قرآن مجید میں مستعمل حروف کی تفصیل	316
167	احکامِ الٰہی	318
168	اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی!	327
169	دُعائیہ کلمات	331
170	﴿اقوال﴾	332
171	حضرت ابن عباسؓ	332
172	حضرت سہل بن عبداللہؒ	332
173	امام جلال الدین سیوطیؒ	333
174	شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ	333
175	متفرق تاثرات	334
176	قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے اَسماء	336
177	قرآن کریم کا ریاضیاتی معجزہ	338
178	ختم خواجگان شریف	339

مجھے بھیک دے خدایا۔۔۔!

مجھے بھیک دے خدایا
مجھے بھیک دے خدایا
تیری حمد ہے خدایا
مجھے بھیک دے خدایا

تُو ہی واحد اِک اِلٰہ ہے
نہیں تُجھ سا دوسرا ہے
ہے پاک نبی ﷺ فرمایا
مجھے بھیک دے خدایا

میں فقیرِ بے نوا ہوں
ترے دَر کا اِک گدا ہوں
ہوں دَر ترے پہ آیا
مجھے بھیک دے خدایا

ناچیز ہوں میں کمتر
ہیں سب ہی مجھ سے بہتر

بیکار ہوں بے مایہ
مجھے بھیک دے خدایا

وہ نبی ﷺ میرا نبی ﷺ ہے
جنہیں سروری ملی ہے
اُن کا وسیلہ لایا
مجھے بھیک دے خدایا

کیا تھی ہماری حالت
یہ سب ترے فضل ہیں
ہمیں کیا سے کیا بنایا
مجھے بھیک دے خدایا

فریبِ جہاں کی زَد میں
بندہ بھی آ گیا تھا
تُو نے شیخ سے ملایا
مجھے بھیک دے خدایا

کٹھن زندگی کے لمحے
سایہ کرم میں گزرے

تجھے ساتھ اپنے پایا
مجھے بھیک دے خدایا

یہ سب تیرا کرم ہے
تیرے نام سے بھرم ہے
تیری ذات نے سجایا
مجھے بھیک دے خدایا

ہے بندہ حقیر سالکؔ
ہے تیری عطا کا طالب
جو بھی مانگا اِس نے پایا
مجھے بھیک دے خدایا

تری حمد ہے خدایا
مجھے بھیک دے خدایا

☆☆☆

نعت رسول مقبول ﷺ

ٹُوٹے دِلوں کے سہارے محمد ﷺ
بے چاروں کے چارے محمد ﷺ

عرشی و فرشی کے لب پہ ہے جاری
بڑی شان والے ہمارے محمد ﷺ

سدا رُوح و دِل کی یہی اِک صدا ہے
ہیں تیرے ہیں تیرے تمہارے محمد ﷺ

قبر و حشر میں اور پُل سے گزرتے
لگائیں گے سب تیرے نعرے محمد ﷺ

اُترے ہیں جلوے خدا کے عرش سے
دِل و رُوح ایسے نکھارے محمد ﷺ

کروں عرض نبیوں سے اے شان والو!
کیا تمہارے نبی ہیں ہمارے محمد ﷺ

کیا جلوہ نمائی ہے قُرب و رِضا میں
نوازا خدا نے پکارے محمد ﷺ

وہ صدیقؓ ، عمرؓ ہوں یا عثمانؓ و حیدرؓ
دل و جان تجھ پہ ہیں وَارے محمد ﷺ

میں حسنینؓ تیری شانوں پہ صدقے
جو رب کے ہیں پیارے دُلارے محمد ﷺ

جو صدیوں چمکتے رہے عرشِ عُلیٰ پر
زمین پر ہیں آئے وہ تارے محمد ﷺ

ہے سالکؔ صدیقی بھی قسمت پہ نازاں
ہیں دونوں جہاں میں سہارے محمد ﷺ

☆☆☆

قرآن کی پُکار

سُن اے مسلم نوجواں! تجھے قرآن بلاتا ہے
ہے کیوں بنتا ہے تو ناداں تجھے قرآن بلاتا ہے

تُو اِک بندہ خدا کا ہے، تُو اُمّتی مصطفیٰ ﷺ کا ہے
عقیدت رکھ صحابہؓ سے، تو خادِم مرتضیٰؓ کا ہے
تو بن جا سچّا مسلماں، تجھے قرآن بلاتا ہے

کہیں سازش ہے اَفرنگی، کہیں چالیں ہیں دورَنگی
بظاہر ہے بڑا تقویٰ، سر پہ ہے بڑی لُنگی
بچا لے اپنا تُو ایماں، تجھے قرآن بلاتا ہے

اللہ کی عبادت کر، نبی ﷺ سے بھی محبت کر
شفقت ہو عزیزوں پر، بڑوں کی خوب خدمت کر
مساجد ہیں کیوں ویراں، تجھے قرآن بلاتا ہے

والد کا سہارا بن، بہنوں کا وِیر پیارا بن
خدمت کر اَمّی کی، نہ تو نوجواں آوارہ بن
ہے کیوں روتی ہے تیری ماں، تجھے قرآن بلاتا ہے

اَمن پیغام دیتا جا، نبی ﷺ کا نام لیتا جا
ہدایت کے جو پیاسے ہیں اُنہیں اسلام دیتا جا
ہے سالکؔ کا یہی اعلاں، تجھے قرآن بلاتا ہے

☆☆☆

اِنتساب مستطاب

بُرہان الواصلین، غوّاص بحرِ معرفت، غوث الامّت، خواجہ خواجگاں، حامی بے کساں حضور قبلہ عالم **خواجہ غلام محی الدّین غزنوی ثم نیروی قدس سرّہ** کی بارگاہِ عالی میں انتساب کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔
اللہ عزّ وجل اِس کوشش کو اپنی جناب میں قبول فرمائے۔

(آمین)

خاک پائے سرکار نیرویؒ
خلیفہ محمد نواز سالکؔ صدیقی ہزاروی

عرض مؤلف

اللہ رب العالمین کی ذات والا صفات ہی سب تعریفوں کی حقدار ہے جس کو توفیقات سے ہی خیر و حسنات، خدمات و برکات نصیب ہوتی ہیں۔ اسباب و وسائل کا خالق حقیقی فقط وہی ہے۔

۲۲ اپریل ۱۹۹۸ء مرشد کریم حضور شیخ العالم سیّدی خواجہ علاؤ الدین صدیقیؒ کے حکم کی تعمیل میں پیٹربرہ کی مرکزی مسجد میں خطیب کی حیثیت سے ڈیوٹی شروع ہوئی اور درس قرآن کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے دو دو تین تین آیات سے ہوا۔ مرشد کریمؒ اور والد گرامی قبلہ استاد جیؒ سے نگاہ و دُعا کی گزارشات کے ساتھ یہ سفر بڑے ذوق وشوق سے جاری رہا۔ بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ جب اللہ کریم کسی سے جتنی بھی اپنے قرآن و دین کی خدمت لینا چاہتا ہے وہ اپنے عاجز بندے کو صلاحیت و طاقت اور عزم و ہمت دے دیتا ہے اور قرآنی خدمت کی سعادت بھی صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر عنایت سے ملتی ہے۔

خاکسار ہر لحظہ یہ اقرار کرتا ہے کہ اسے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا احساس ہے۔ کہاں یہ کم علم و کوتاہ عقل اور کہاں یہ خدمت قرآنی۔

بفضلہٖ تعالیٰ و بعنایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن عظیم کے درس کا یہ طویل سفر جو پچیس (۲۵) سال جاری رہا اور سن ۲۰۲۴ء بمطابق ۱۴۴۵ ہجری، رمضان المبارک میں یوم شہادت باب العلم مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؓ کے موقع پر اختتام پذیر ہوا۔ سعادتوں کا یہ سفر مرشد کریم حضور شیخ العالمؒ کی نگاہ اور والد گرامی قبلہ استاد جیؒ کی دُعا کا نتیجہ ہے۔

اِس موقع پر جشن درس تکمیل قرآن منایا گیا۔ سجادہ نشین دربارِ عالیہ نیریاں شریف قبلہ پیر ڈاکٹر محمد سلطان العارفین صدیقی زید شرفہ اور خطیب العصر علامہ خان محمد قادری صاحب نے

خصوصی خطابات فرمائے اور کثیر تعداد میں برادران اسلام نے شرکت کی۔

جامع مسجد فیضان مدینہ کی تعمیر کی ترغیب کے لیے تقاریر اور دروس قرآن میں زندگی صرف ہوئی۔ ما شاء اللہ! نماز ظہر کے بعد نمازیوں کی معقول تعداد موجود رہی اور سینکڑوں لوگ ریڈیو کے ذریعے گھروں میں سماعت کرتے رہے۔ جب کرونا وائرس نے سب لوگوں کو گھروں میں بٹھا دیا تو ایک خواب کے ذریعے ,درس مثنوی, لکھنے کی ترغیب ملی اور جب دس دُروس مثنوی مکمل ہوئے اور ساتھ یہ خیال آیا کیوں نہ قرآن عظیم کی خدمت کے حضور بھی اپنے بساط کے مطابق تحریری لحاظ سے حقیرسی کاوش سے حاضری لگا دی جائے۔ شاید خدمت گاروں میں نام لکھ دیا جائے۔ زہے نصیب!

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں قارئین کے علم و آگہی میں اضافہ کر پاؤں گا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ دوران درس جن تفاسیر و تراجم کے مطالعہ کا شرف حاصل رہا ہے اُن کے الفاظ و عبارات اختصار سے پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اللہ رب العزت اسے میرے لیے باقیۃ الصالحات بنائے اور سب کے لیے ہدایت ونجات کا سبب بنائے۔ آمین

اس کاوش کو آپ تک پہنچانے میں میرے ساتھ بہت سارے علماء وفضلاء اور صدیقی کارواں کے رفقاء شامل رہے ہیں۔ اُن سب کے لیے دُعا اور شکریہ کے ساتھ۔

خاکسار

خلیفہ محمد نواز سالکؔ صدیقی ہزاروی

تقریظ

محافظ عقائدِ اہل سنّت ، پاسدارِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، جانشینِ حضور شیخ العالمؒ حضرت علامہ خواجہ پیر محمد سلطان العارفین صدیقی نقشبندی الازہری

(مرکزی سجّادہ نشین دربارِ عالیہ نیریاں شریف ۔ چانسلر محی الدین اسلامک یونیورسٹی و میڈیکل کالج ۔ چیئرمین محی الاسلام صدیقیہ ٹرسٹ پاکستان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، والصَّلاۃ والسَّلام علیٰ سیّدالمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰی ﷺ جن پر قرآن حکیم نازل ہوا ، جو ہدایت ، رُشد و بصیرت اور فلاحِ دارین کا اَبدی منشور ہے۔

قرآنِ مجید وہ نُور ہے جس نے تاریکیوں میں ڈوبی انسانیّت کو معرفت ،شعور اور بندگی کی راہ پر گامزن کیا۔ ہر دور میں اہلِ علم نے اِس نورانی پیغام کو عام کرنے کے لیے اپنی علمی و فکری کاوشوں کو وقف کیا ، تاکہ قلوبِ انسانی قرآن کو روشنی سے منوّر ہوں اور زندگی کے ہر شعبے میں اِس کی رہنمائی میسّر آئے۔

زیرِ نظر کتاب **آوازِ قرآن** اِسی مبارک جدوجہد کی ایک بامعنیٰ اور قابلِ قدر کڑی ہے۔ اس میں نہایت بصیرت ، اخلاص اور فکری سنجیدگی کے ساتھ قرآنِ حکیم کے پیغام کو عام فہم مگر پُراثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اِس کتاب کے مضامین محبت قرآن کو بیدار کرتے ہیں، فکر و تدبر کی راہیں کھولتے ہیں اور اسے اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ حیاتِ انسانی کے ہر پہلو کی رہنمائی کا جامع دُستور ہے۔

یہ تصنیف اپنے اُسلوب کی سلاست ،فکر کی پختگی اور پیغام کی جامعیّت کے باعث

یقیناً اہلِ ذوق وفکر کے لیے باعثِ استفادہ ہوگی اور قاری کے دل میں قرآن سے تعلق، شوقِ تلاوت اور جذبہ عمل کو مزید مضبوط کرے گی۔

اس موقع پر کتاب کے معزز مصنّف علاّمہ خلیفہ محمد نواز صدیقی ہزاروی صدیقی صاحب کا ذکرِ خیر بھی ضروری ہے جو اہل تصوف میں ایک معتبر اور باوقار علمی و ادبی شخصیّت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ صاحب ذوق قلم کار ہیں۔ نعتیہ اور منظوم کلام کے میدان میں انہوں نے ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ جبکہ نثر نگاری میں بھی نہایت دلنشین اور اثر آفرین اسلوب رکھتے ہیں۔ ان کی آواز میں بھی ایک خاص تاثیر اور جہت ہے جس کے ذریعے وہ علمی وفکری موضوعات کو نہایت خوبصورتی سے عوام الناس تک پہنچاتے ہیں اور اس عنوان کے تحت اپنی علمی کاوشوں میں قابل قدر اضافہ کر رہے ہیں۔

مزید برآں وہ حضور شیخ العالم حضرت علامہ خواجہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت بااعتماد مریدوں میں شمار ہوتے ہیں اور حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ وہ عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم رہ کر دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ دینی وتنظیمی اُمور میں بھرپور معاونت کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح مظفرآباد میں قائم صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس کے سرپرست اور چیئرمین کی حیثیت سے سینکڑوں طلباء و طالبات کی دینی وتعلیمی سرپرستی بھی کر رہے ہیں۔ نور ٹی وی کے پلیٹ فارم سے طویل عرصہ تک دینی پیغام کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ برطانیہ میں مقیم اہل اسلام انہیں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نعتیہ منظوم کلام کے میدان میں بھی انہیں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ وہ مصنّف کے قلم کی تاثیر اور قوت میں مزید اضافہ فرمائے۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کی تصنیفات اور منظوم کلام کو بارگاہِ الٰہی میں قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ آمین

والسّلام

تقریظ

پروفیسر علاّمہ مفتی عبدالبصیر رازی

(مہتمم مدرسہ محمدیہ کریمیہ ایبٹ آباد)

زیرِ نظر کتاب **آوازِ قرآن** نظر سے گزری ، پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یقیناً یہ کتاب نہایت مفید ، معلوماتی اور قابل رَشک کاوش ہے۔ فاضل مصنف علامہ خلیفہ محمد نواز صدیقی ہزاروی زید مجدہ نے نہایت محنت ، اخلاص اور اپنی بصیرت سے قرآن مجید کے پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ، جو کہ یقیناً پڑھنے والوں کے لیے بہترین راہنما ہو گی۔

موجودہ دور میں قرآن کے معانی اور اُس کے پیغام کو عوام تک پہنچانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اِس کے پیچھے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے بانی جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی دُعا ، پیر طریقت رہبر شریعت حضور شیخ العالم پیر علاؤالدین صدیقیؒ کی نگاہ اور ولی کامل والد گرامی المعروف اُستاد جیؒ کی اپنے رب کے حضور زاریاں شامل ہیں۔

اللہ رب کریم آپ کی اِس کاوش کو قبول فرمائے۔ اس کے لکھنے والے مصنف علامہ خلیفہ محمد نواز صدیقی ہزاروی صاحب اور اس کے پڑھنے والوں کو قرآن اور صاحبِ قرآن کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین

۱۹ اپریل ۲۰۲۶ء

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر علی اکبر الازہری

(صدر شعبہ علوم اسلامیہ، سُپیریئر یونیورسٹی لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا وہ زندہ کلام ہے جو قائم بالذّات ہے، یعنی متکلّم کی اَزلی و اَبدی خصوصیّات کی طرح تا اَبد اَنفُس و آفاق میں روشنی اور فیض رساں رہے گا۔ یہ معجزاتی مجموعہ علم و فضل حتمی وحی الٰہی کی ایسی دستاویز ہے جس کا ایک ایک حرف یقینی اور قطعی علم کا سرچشمہ ہے۔ قرآن حکیم کا وُجود اُمت مسلمہ کی حقّانیّت و ختمیّت کی سب سے بڑی اور مستند دلیل ہے۔

قرآنی علوم لوح و قلم کا وہ محفوظ خزانہ ہے جس سے ہر دور کے اَصحاب علم و فن کو علم و عرفاں کے فیوضات ملتے رہیں گے۔ قیامت تک اِس بحرِ ذخّار سے ہر کوئی طالب حسبِ اِستطاعت و ظرف اپنا حصہ وصول کرتا رہے گا۔

ہمارے معاصر علماء و مشائخ میں شیخ العالم حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اُن جیّد شخصیّات میں ہوتا ہے جن کا سینہء گنجینہ علم ظاہر و باطنی کا خزانہ تھا۔ وہ محدّث اعظم پاکستان، عاشق رسول کریم ﷺ حضرت علاّمہ سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے نامور تلامذہ میں سے ہیں۔ گویا اسلامی عقائد کی صحت اور مسلک اہل محبت ہی تادم حیات اُن کی پہچان رہی۔

اُن کے دُروسِ قرآن و سنّت ہوں یا دُروس مثنوی، ہمارے دور کا بڑا اثاثہ ہیں۔

جہاں وہ ثقہ عالم دین تھے وہاں معرفت و تصوف کی گتھیوں کو بھی بڑی خوبصورتی سے سُلجھاتے تھے۔ ہمارے عہد کے مشائخ تصوف میں اُنہیں یہ اِنفرادیت حاصل ہے کہ وہ دینی شعور کو علم صالح کی شکل میں پھیلانے کا واضح مشن اور پروگرام رکھتے تھے۔

اِس سلسلے میں محی الدّین اسلامک یونیورسٹی کا قیام اور اُس کا نظام تعلیم و تربیّت اُن کے روشن جذبوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ قدیم و جدید علوم کی تدریس کے حامی بھی تھے اور قدیم و جدید علوم کے جامع بھی۔ اُنہوں نے کشمیر کی حسین وادی نیریاں شریف میں ایک خوبصورت تعمیری معجزہ اُس وقت قائم کر دیا تھا جب پاکستان کے ہموار اور مالی وسائل سے مالامال خطّوں میں لوگ اِس قسم کے اِداروں کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

محترم علامہ خلیفہ محمد نواز صدیقی ہزاروی حضرت پیر علاؤالدین صدیقیؒ کے خلفائے کرام میں سے ایک ہیں۔ جن کے ذمّے اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت کی سعادتیں لکھی ہوئی ہیں۔ اُن کی زیرِ نظر کتاب **آوازِ قرآن** کا ابتدائی مسودّہ عزیز القدر محمد خلیق عامر کے ذریعے میری نظروں سے گزرا۔ اِس کاوش کو اُن کی قرآن حکیم سے محبت و عقیدت کا ثبوت کہا جا سکتا ہے۔ زبان و بیان میں علم و آگہی کے ساتھ ساتھ اَدب اور عرفان کے پہلوؤں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اُن کی رُبع صدی کی خدمتِ قرآن کی خوبصورت یادگار دستاویز ہے۔

میری دُعا ہے کہ اِس خدمت کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیّت سے نوازے اور روزِ قیامت اِسے اُن کے میزانِ حسنات میں شمار کرے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ افضل التحیۃ والتسلیم

۱۹ اپریل ۲۰۲۶ء

تقریظ

علامہ مفتی اختر محمود علوی

(مسجد فیضانِ مدینہ، برطانیہ)

خلیفہ مجاز حضور شیخ العالمؒ خطیب اہل سنّت حضرت علاّمہ محمد نواز صدیقی ہزاروی مدّظلہ العالی انتہائی شگفتہ رَو، خُوش اَخلاق وخوش مزاج، مسلک اعلیٰ حضرتؒ کے پُر جوش و باہوش داعی، خوش فکر شاعر، مُتَبَحِّر عالم دین اور سچّے مبلّغ اسلام ہیں۔ یہ عاشق رُسول ﷺ عقائد کے معاملے میں بہت متصلب واقع ہوئے ہیں اور اَہانت رسول ﷺ کرنے والوں سے کسی قسم کی رُو رعایت کے قائل نہیں ہیں۔ آپ گستاخانِ رسول ﷺ کے علاوہ سب کے لیے محبت و ایثار کا مجسمہ ہیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہ سب برکتیں ہیں آزاد کشمیر کی سرزمین پر آرام فرما اُن شیخ العالمؒ کی کہ جن کے دامن میں آ کر نہ جانے کتنے بے وُقعت ذرّے ستاروں کی طرح تاباں و درخشاں ہو گئے۔ حضور شیخ العالمؒ آپ کی عظمت کو سلام۔

باطن میں عشق خدا و مصطفیٰ کی آگ لگانے والی اور دِلوں میں اُتر جانے والی تقریریں تو علاّمہ صاحب کئی سالوں سے کر رہے تھے، مگر **آوازِ قرآن** لکھ کر آپ نے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ **آوازِ قرآن** پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس کے مضامین فکر انگیز اور دینی جذبات کی کیفیات سے لبریز ہیں۔ **آوازِ قرآن** بلاشبہ اپنی ایک الگ شناخت رکھتی ہے۔ لفظی بندشیں اگرچہ خلوص کے لیے ہیں، مگر اِن میں معنویّت کی اتنی مٹھاس ہے جو عام قارئین کے

حلق میں محسوس ہوتی ہے۔ رسیلے، شربتی اور شیرہ ٹپکتے ہوئے تراشیدہ جملے اور سجے ڈھلے فقرے قاری کو کسی قسم کی بوریّت کا احساس نہیں ہونے دیتے۔

علامہ موصوف نے شہد کی مکّھی بن کر نہ جانے کتنے پھولوں کو چوسا ہے اور کن کن کلیوں کا عرق کشید کیا ہے اور اُن کو **آوازِ قرآن** کے ظروف میں اُنڈیل کر قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ علامہ خلیفہ ہزاروی صاحب کی **آوازِ قرآن** جب اُفق کے کنارے سے گونجتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے دَشت و جَبل میں زندگی کی دھڑکن دَوڑ گئی ہو۔ چمنِ دَہر میں کلیاں کِھل اُٹھتی ہوں۔ اُن کا ہر جملہ انسانی خیال کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں سُرور و اِنبساط کے آبشاروں کا شور سنائی دیتا ہے اور کیف و نشاط کے چشمے اُبلتے ہوتے ہیں۔ وِجدان ایک لمحے کے لیے بھی کہیں اور متوجہ نہیں ہوتا۔ اُن کا لفظ لفظ اَدب لطیف کے عطر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ اُن کی قادرُ الکلامی ربّ کائنات کا خصوصی عطیہ ہے۔

۲۷ برس سے دیارِ فرنگی کی نیرنگی جملوں کی کاٹ اور زبان کی دَھار کو کُند نہ کر پائی۔ علامہ خلیفہ ہزاروی صاحب کو ۲۷ سالہ اپنے قیام برطانیہ کے دوران یہاں کے طرزِ تمدّن کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور یوکے میں پھیلی ہوئی برائیوں کے اسباب کا بڑے قریب سے جائزہ لیا ہے۔ جہاں وہ جدید معاشرے پر واضح لفظوں میں تنقید کرتے ہیں وہیں وہ قوم و ملّت کی نوجوان نسلوں کو ایک منطقی شعور اور مستقبل کی راہوں میں انسانی عظمت کے تحفّظ کے لیے ایک نئی فکر کی بصیرت بھی عطا کرتے ہیں۔

آوازِ قرآن میں جابجا معلومات کے خزانے دفن ہیں اور افکار کے لعل و گوہر تحریر کے پیرہن میں پروئے ہوئے ہیں۔ اتنی قیمتی کتاب کے مطالعے سے اپنی معلومات کو روشن کیجئے اور تازہ اَفکار سے اپنے ذہن و دماغ کو فرحت بخشئے۔ ان شاء اللہ! یہ کتاب ہر حساس دِل کو ہر آن تازہ دَم رکھے گی۔ ربّ کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل حضرت علامہ خلیفہ محمد نواز صدیقی ہزاروی کی سحر بیانی کو عمر جاوداں عطا فرمائے اور اُن کی تقریروں اور تحریروں سے اصلاحی اور دعوتی کاموں کے فروغ میں اہل سنّت کو تقویّت عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مَحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکَ وَسَلِّم.

حمد کی حقیقی مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ حضرت انسان کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت و معرفت ہے اور قرآن مجید ہی وہ لا زوال اور بے مثال کتاب ہے جس میں جن و اِنس کے لیے منشور اور زندگی گزارنے کا مکمل دُستور بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس آخری کلام کو اپنے آخری نبی حضور تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سینہ اقدس پر نازل فرما کر خود ہی اِس کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہ صدیاں گزرنے کو ہیں یہ روزِ اوّل کی طرح سالم و محفوظ ہے۔

عربی زبان میں نازل ہونے والی یہ کتابِ ہدایت اب بھی زبان اور لہجے کے ساتھ محفوظ و مامون ہے اور صبح قیامت تک آنے والوں کو عبادت اور اطاعت کا راستہ دکھاتی رہے گی۔ یہ بیک وقت کتاب بھی، علم و عرفان کا آفتاب بھی اور زندگی گزارنے کے لیے مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ قرآن حکیم جہاں جملہ علوم کا جامع ہے وہاں یہ الفاظ و معانی، حکمت و دانائی اور حقیقت و معرفت کے اَسرار و رُموز کے خزینے اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ البتہ اس عظیم الشّان کتاب کا اوّلین مقصد انسان کی اصلاح، تربیّت اور انسان کو مقام انسانیّت سے آشنا کر کے خدا شناس کرنا ہے اور بارگاہِ خداوندی سے ٹوٹے ہوئے رابطے بحال کرنا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت

سورۃ الفاتحہ وہ عظیم سورت ہے جس سے اس جلیل القدر آسمانی کتاب کا آغاز کیا گیا ہے۔ ہے تو یہ مختصر سورت مگر یہ سارے قرآن میں بیان ہونے والی تفاصیل کا خلاصہ اور دیباچہ ہے۔ اس کے فاتحۃ الکتاب، اُمّ الکتاب، السبّع المثانی، الوافیہ، الکافیہ

اور الشفاء جیسے متعدد نام ہیں، جن سے حضور سید عالم ﷺ نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اسماء کی کثرت سے بھی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

حقیقی حمد کے لائق صرف ذات خدا ہے

اس کی پہلی آیت میں ہی اعلانِ قرآن ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ (الفاتحة، ۱: ۱)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے○

کلام الٰہی کے خزینوں کے دروازے کھولنے والی سورۃ الحمد اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ حمد و ثناء کی حقیقی حقدار و مستحق اللہ جل مجدہ کی ذات ہے۔ حمد ہے ہی محمود (جس کی تعریف کی جاتی ہے) کے کمالات کو ظاہر کرنے کا نام۔

قارئین ذی وقار! کائنات میں کوئی چیز وشخصیّت ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے کوئی نہ کوئی نعمت عطا نہ کی ہو۔ سلیم الفطرت انسان جانتے ہیں کہ ذرّے سے لے کر پہاڑ تک زمین و آسمان اور ان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی مخلوق ہر ایک میں مالک حقیقی کی ہی قدرت وحکمت دکھائی دیتی ہے اور ہر ایک پہ اُسی کا غلبہ وحکومت دکھائی دیتی ہے۔ اس لیے ہر طرف اُسی کی حمد وستائش کے نغمے الاپے جا رہے ہیں۔ کائنات کی ہر شئے حمدیہ گیت گانے میں مصروف ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ.

(الاسراء ۱۷: ۴۴)

اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم اُن کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھ نہیں سکتے۔

ہر ایک اپنی بساط و طاقت کے مطابق زبان والے قال سے اور بے زبان حال سے اور بہت ساری مخلوق اپنے اعمال سے معبودِ حقیقی کے حضور حمد پیش کرنے میں مصروف ہے۔ بلکہ

صوفیائے کرام تو اس حقیقت کی طرف متوجہ ہیں کہ کائنات کی ہر شئے کو اُس کی حالت کے مطابق زبان دی گئی ہے جس سے وہ اپنے مالکِ حقیقی کی حمد و ثناء میں مشغول رہتی ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کے ساتھ شجر و حجر، دریا و صحرا مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے تھے۔ ایسی کرامات کا ظہور صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرام کے ذریعے بھی ہوا۔ صحابہ کرامؓ تو فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ. (بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۳: ۱۳۱۲، رقم: ۳۳۸۶)

علاوہ بریں ہم آپ علیہ السلام کے کھانے سے تسبیح پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے۔

صالحین امت سے منسوب بہت سارے ایسے واقعات کتب کی زینت بنے ہوئے ہیں کہ برگزیدہ محبوب لوگوں کی موجودگی کی برکت و توجہ سے دوسرے لوگوں نے بھی شجر و حجر اور درو دیوار کا زبان حال سے تسبیح و ذکر کرنا اپنے کانوں سے سنا ہے۔ سیّد المحبوبین علیہ الصلاۃ والسّلام کے فراق میں کھجور کے خشک تنے کا رونا، مکہ شریف کے مضافات کے پتھر و شجر کا بارگاہِ اقدس میں صلاۃ و سلام پیش کرنا اور سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کا محبوب کریم علیہ السلام کو گود میں لے کر اپنے گھر جاتے ہوئے چرند و پرند سے آمدِ محبوب ﷺ کی خوشی میں خیر مقدمیہ جملے بولنا اور درخت و حجر کا صلاۃ و سلام پڑھنا کتب حدیث و سیر میں موجود ہے۔

صالحین اُمت میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضور قبلہ عالم خواجہ غلام محی الدّین غزنویؒ سے منسوب ایک واقعہ زبان زدِ عام ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے معمول کے مطابق تبلیغی و روحانی دورے پہ تھے ایک ہندو ساھوکار کی گزارش پر کچھ دیر آپ اُس کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور پروگرام کے مطابق کسی دوسرے علاقے میں تشریف لے گئے۔ اُس ہندو نے دیکھا اور سنا کہ جس کمرے میں آپ جلوہ فرما رہے اُس کے در و دیوار ذکر الٰہی میں مصروف ہیں اور اللہ ھو۔۔۔ اللہ ھو کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہم جنہیں بے عقل و بے حس و بے زبان سمجھتے ہیں اُن سے تسبیح و ذکر کے وظیفے سے وہ بڑا متعجب ہوا۔ بت پرست کے دل کی حالت

بدلنا شروع ہوگئی اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور عرض کی کہ میرا گھر مسلمان ہوگیا اب مجھے بھی مسلمان کر دیجئے۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس تحریر کے دوران حمد الٰہی میں کچھ اشعار نصیب ہوئے و ہ بھی لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تا کہ پڑھنے والے خوش نصیب کے ذوق وشوق میں مزید اضافہ ہو جائے اور حبِّ الٰہی کے نور سے سینہ روشن رہے۔

داوٗد نبیؑ زبان سے جب حمد تیری خدا کریں
ذرّے پہاڑ مل کے سب ہم نوا بنا کریں
سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

زبان و بے زبان سب ہر دَم تیری ثناء کریں
اَصحابِ نبی ﷺ تسبیح تیری کھانے سے بھی سنا کریں
سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

تیرے نبی ﷺ صحرا میں جب تیرے کرم سے چلا کریں
شجر و حجر بھی مل کے سب صلوٰۃ و سلام پڑھا کریں
سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ذکر لا الٰہ جب جھوم کر مرشد میرے کیا کریں
لگتا تھا سالکؔ بام و دَر ہی سب ذکر الٰہ کریں
سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

آگے بڑھنے سے پہلے یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ ہر خوبی و کمال، عمدہ افعال جو کسی

کے اختیار و ارادے سے ہوں اُس کی تعریف کو عربی میں "حمد" سے تعبیر کیا جا تا ہے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ کائنات کی ہر شئے و شخصیت مخلوق اور مملوک ہے اور اُس کے پاس جو خوبی و شان اور کمال و جمال ہے اللہ رب العالمین کا ہی عطا کردہ ہے۔ کسی کے پاس کوئی نعمت اُس کی ذاتی نہیں ہے۔ اس لیے بندۂ مومن کے قلب و رُوح کی سرزمین پہ یہی عقیدہ راج کرتا ہے کہ ہر وقت ہر لحاظ سے اور ہر قسم کی حمد حقیقی صرف اور صرف خالق حقیقی کے لیے ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں الف لام جنس کا یا الف لام استغراق کا ہو دونوں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ آیت:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

کلام مجید میں چھ مقامات پر موجود ہے۔ حمد الٰہی ایک محبوب عبادت ہے جسے کائنات کی ہر شئے جاری رکھے ہوئے ہے، لیکن حمدِ کامل وہ ہی ہے جو پروردگارِ عالم نے خود اپنے لیے فرمائی۔ پھر وہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی پاک زبانوں سے ادا ہوئی اور اُس کے بعد وہ حمد جو مقربین بارگاہِ اولیائے کاملین اپنے رب کریم کے حضور پیش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں اور اپنے اِرادت مندوں کو پڑھنے کی تلقین کرتے رہے ہیں وہ حمدیہ کلمات طیبات قرآنی آیات، احادیث کی روایات، کتب تفاسیر و تصوف کی خوبصورت عبارات میں موجود ہیں۔ برکت کے حصول کے لیے چند پیش کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ بِعَدَدِ خَلقِہٖ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ وَرِضَاءَ نَفسِہٖ وَزِنَۃَ عَرشِہٖ.

مرشد کریم حضور شیخ العالم سیدنا پیر علاؤالدین صدیقیؒ درج ذیل کلمات حمد کو وظائف میں شامل رکھنے کی ترغیب فرماتے رہتے تھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ...سُبحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمدِہٖ.

حالت سجدہ میں رب کریم کے حضور حمد یہ کلمات بھی عرض کرنے کی حکایات موجود ہیں۔

يَا رَبِّی! لَکَ الحَمدُ کَمَا يَنبَغِی لِجَلَالِکَ وَعَظِيمِ سُلطَانِکَ.

حق التحمید ادا کرنا ناممکن ہے

حمد باری تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے ہی ناممکن۔ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص جنہیں تمام مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا اور وہ لاکھوں سال اپنے نوری وجود کے ساتھ اپنے رب کے قرب خاص میں حمد و ثناء اور عبادت میں مصروف رہے۔ کلام الٰہی میں اُنھیں ہی احمد (سب سے زیادہ حمد کرنے والا) کے اسم بامسمّٰی سے یاد کیا گیا۔ ان سے بڑھ کر مالک حقیقی کی ذات و صفات کا عرفان کسے ہوسکتا ہے؟ اور آپ ﷺ سے زیادہ حمد وستائش میں رطب اللسان رہنے والا وُجود کس کا ہوسکتا ہے؟ وہ بھی شب معراج رب عرش کے حضور یوں عرض کرتے ہیں:

لَا أُحْصِی ثَنَائًا عَلَيْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَيْتَ عَلَی نَفْسِکَ.

(مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب ما يقال فی الرکوع و السجود، ا: ۳۵۲، رقم: ۴۸۶)

میں تیری حمد وثناء ایسی نہیں کر سکا جیسی حمد وثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

صوفیائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی اور سینہ بہ سینہ ملنے والے اَنوار سے مستفیض ہو کے یہ نتیجہ ارشاد کرتے ہیں کہ قلب و رُوح کی گہرائیوں سے اپنے عجز و انکساری کا اقرار کرتے ہوئے اپنی قدرت و بساط کے مطابق ذبان سے حمد وشکر جاری رکھیں تا کہ فرمانِ ربّی کی تکمیل ہوتی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندگی کا اظہار بھی ہو۔ ذکر اَذکا ربھی ہو اور رُوح و دل میں سکون وقرار بھی ہو۔

حمد و ثناء میں کون ہیں جو تیرا حق ادا کریں
لَا اُحصِی ثَناءً کہہ کر جب تیرے حبیب ﷺ دُعا کریں

حمد و شکر میں فرق

وہ تعریف جو ہر حال میں کی جائے حمد اور جو نعمت کے بدلے میں ہو شکر کہلاتی ہے۔ شکر نعمت کے ساتھ خاص ہے اور زبان کے علاوہ دل و دیگر اعضائے ظاہری اور عمدہ افعال سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ سید الحامدین علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان عالی شان ہے جو حقیقت کا ترجمان ہے:

اَلحَمدُ رَأسُ الشُّکرِ مَا شَکَرَ اللّٰہُ عَبدٌ لَا یَحمَدُہُ.

(عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۴۲۴، رقم، ۱۹۵۷۴)

حمد شکر کی اصل ہے جس اللہ کے بندے نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی اُس نے اُس کا شکر ادا نہیں کیا۔

رضائے ربّی کے طلبگاروں پہ یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ مخلوق میں کوئی شئے اور شخصیت ایسی نہیں جسے پروردگار عالم نے کوئی نہ کوئی نعمت نہ دی ہو اور حال یہ ہے کہ انسانی جسم کی چند فٹ کی کائنات میں موجود نعمتوں کو گنتی میں لانا ناممکن ہے اور پھر جس کے پاس جو بھی ہے وہ اُس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مالک الملک نے ہی عطا کر رکھا ہے۔ انسان سمیت ہر چیز اور ان میں موجود تمام خوبی، شان اور کمال و جمال کا خالق حقیقی فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس لیے ساری حقیقی خوبی و شان تعریف و ثناء کی بھی حقیقی مستحق اُسی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

تعریف مصطفیٰ ﷺ و اولیاء در حقیقت حمدِ خدا ہے

کیا صاحب کمال کی تعریف کر سکتے ہیں؟ جی ہاں کیوں نہیں، اگر آپ قرآن و حدیث کا مزاج و انداز دیکھیں تو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ خلّاقِ عالم اپنی بنائی ہوئی مخلوق اور انہیں عطا کی جانے والی شان، کمالات و اختیارات اور معجزات و کرامات کا خود ذکر کرتا ہے اور اپنے ان برگزیدہ ہستیوں کا ذکر کرنے کا حکم بھی صادر فرماتا ہے بلکہ خوش ہو کر ذاکرین کو ثواب و اجر اور رضا و خوشنودی کا اعزاز بھی اپنی بارگاہ سے عطا فرماتا ہے۔ بالخصوص باعث تخلیق

کائنات حضور تاجدار کائنات ﷺ کی تعریف و ثناء اور ذکر و دُرود کا وِرد وظیفہ تو روزِ اوّل سے ہی دے دیا گیا تھا۔ آپ کے ذکر و نعت سے جن و اِنس اور فرشتوں کی صفیں گونجنے لگیں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اسم ذاتی "محمد" عطا کیا گیا جس کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ وہ ذات جو ہر عیب سے پاک ہو اور ہر خوبی و حسن اُس میں موجود ہو۔

فَمُحَمَّدٌ فِی اللُّغَةِ هُوَ الَّذِی یُحمَدُ حَمدًا بَعدَ حَمدٍ.

(السهیلی، الروض الانف، ۱: ۲۸۰)

لغت میں محمد وہ ہے جس کی بار بار (ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ) تعریف کی جائے۔

درحقیقت آپ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم ہیں آپ ﷺ کے حسن و جمال اور کمالات و اختیارات کے بارے میں پڑھنے، دیکھنے اور سننے والے پر اُنہیں پیدا کرنے والے عظیم الشّان بنانے والے کی قدرت و شان واضح ہوتی ہے۔ اگر اُن کے کمالات کا یہ عالم ہے تو اُنہیں پیدا کرنے والے مالک کائنات اللہ رب العزت کی شان قدرت کا عالم کیا ہوگا۔ اس لیے آپ ﷺ کی تعریف و ثناء کرنا دَرحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی حمد کرنا ہے۔ اسی لیے جب شان نبی دو عالم ﷺ سنائی جا رہی ہوتی ہے تو عشّاق سبحان اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے قلب و رُوح کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔

اسی طرح اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کو بھی رفعت شان کے ساتھ ساتھ تعریفی جملے بھی عطا کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جانِ احمد ﷺ کی راحت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سیدہ نساء العالمین، حسنین کریمینؓ نوجوانان جنت کے سردار، حرم نبوی میں آنے والی ازواج مطہرات بے مثل او رمومنوں کی مائیں، پھر صداقت و وفا کے امام حضرت ابو بکر صدیقؓ، پیکر عدل و انصاف سیدنا عمر فاروقؓ، شرم و حیاء کی مجسّم تصویر عثمان ذوالنورینؓ اور قاسم علم و حکمت، شجاعت کے بادشاہ علی المرتضیٰؓ حیدر کرار کے القابات ذی شان سے نوازے جاتے ہیں۔ اسی طرح مقبولانِ بارگاہ کے مناقب لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔

صاحبانِ فہم و فراست جانتے ہیں کہ کسی صاحب کمال و جمال کی کسی خوبی و شان پر تعریفی جملے بولنے لکھنے اور پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ جائز و مستحسن عمل ہے۔ آداب زندگی میں شامل ہے۔ قرآن و حدیث اور معمولات سلف صالحین سے ثابت ہے اور تسلسل سے امت مسلمہ اسے جاری رکھے ہوئے ہے۔ منشائے الٰہی ہونے کی وجہ سے ایمان و ایقان والے دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

مثال کے طور پر گلاب کے پھول کی رنگت و خوشبو پر ستائش کی جائے، عالم دین کے علم، تقریر اور تحریر پہ کچھ جملے بولے جائیں اسی طرح بندگانِ خدا جن کے وجود باجود کو ذات و صفات اور قدرت و اختیارات کا مظہر بنایا گیا ہو اور وہ نائبین محبوبین الہ کی حیثیّت میں موجود ہوں اُن کی شان و عظمت میں بھی کچھ مدح و ثناء کے کلمات کہے جائیں۔

یاد رکھیں! نبی پاک ﷺ کی فضیلت و شان بیان کرتے ہوئے نعت لکھی اور پڑھی جائے یا اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ، اولیائے کاملین کے کمالات و فضائل بیان کرتے ہوئے مناقب لکھے اور پڑھے جائیں درحقیقت یہ مالک حقیقی اور خالق حقیقی (اللہ رب العزت) ہی کی حمد و ثناء ہو رہی ہے کیونکہ مخلوق و مملوک کو ملنے والی صفت و کمال کا جو حقیقی خالق ہو حمد حقیقی کا حقدار بھی وہی ہوتا ہے اور وہ صرف اور صرف اللہ جل مجدہ کی ذات ہے۔ حبِّ الٰہی کے نور سے منور سینہ رکھنے والا جب کلام اللہ، بیت اللہ، نبی اللہ اور ولی اللہ و دیگر شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) میں فضیلت و عظمت، معجزات و کرامات دیکھتا، سنتا اور پڑھتا ہے تو بے ساختہ جھوم جاتا ہے سبحان اللہ۔۔۔ ما شاء اللہ۔۔۔ اللہ اکبر و للہ الحمد کی صدائیں روح و دل سے بلند کرنے لگتا ہے اور ایمانی لحاظ سے مزید پختگی نصیب ہوتی ہے کہ جس کے انبیاء و مرسلین اور اولیائے کاملین کی یہ شان ہے اُن کے مالک حقیقی کی قدرت و شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اسی حقیقت اور عقیدت کی وجہ سے ابتدائے اسلام سے امت کی صفیں حمد ربانی، نعت خوانی اور مناقب خوانی سے گونج رہی ہیں۔ الحمد اللہ علیٰ کل حال کا سبق بارگاہ نبوت سے عطا کیا گیا ہے اور کھانے پینے، نعمت کے ملنے، چھینک آنے، پسندیدہ خواب دیکھنے کے موقع پر اور نماز کے بعد و دیگر عمدہ افعال و اعمال بجا لانے پر حمد الٰہی سے زبان کو تر رکھنے کی ترغیب دی گئی۔

دنیا کے بازار میں حکمتوں کے پیش نظر اسباب و وسائل کا ایک نظام قائم ہے، کوئی محتاج اور کوئی غنی دکھائی دیتا ہے۔ بھوکے پیاسے مطالبے کرتے ہیں صاحب ثروت کھانے پینے کے انتظامات کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ دینی پراجیکٹ، مدارس و مساجد کے معاونین سے دینی نشر و اشاعت اور معمولات کے سلسلے میں جو احباب احسان کرتے، تعاون اور مدد کرتے ہیں کیا اُن کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں؟ کیوں نہیں ہمارا دین دین فطرت ہے، احسان کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنے سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا ہے۔

محمد بن زیاد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ.

(أبوداؤد، السنن، كتاب: الأدب، باب: في شكر المعروف، ۴: ۲۵۵، رقم: ۴۸۱۱)
جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

احسان فراموشی عیب ہے اور بد اخلاقی کے زمرہ میں آتا ہے۔ محسن کے احسان کو یاد رکھتے ہوئے شکریہ کے الفاظ بولنا یہ وفا شعاری اور نیکی یاد رکھنے کی دلیل ہے۔ ایمانی حلاوت کے لیے عرض کیے دیتا ہوں کہ ان احسان کرنے والوں سے پہلے منعم حقیقی اللہ رب العزت کی حمد وستائش اور سجدۂ شکر ادا کیا جائے جس نے انہیں پیدا کیا اور کچھ دینے کے قابل بنایا ہے۔ کیونکہ وہ ہی مسبب الاسباب ہے جس کے کرم کے سبب اور وسیلے میسر ہوئے ہیں۔ کسی کے گھر دعوت کے موقع پر کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا.

(ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۱۳۹، رقم: ۲۴۵۰۹، و ۶: ۷۲، رقم: ۲۹۵۶۴)
تمام تعریفیں اُس رب کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔

حقیقت میں کھانے پلانے والے کی حمد کے بعد بظاہر جس کے ذریعے نعمت میسّر آئی

ہے اُس کا شکریہ ادا کیا جائے اور یہ بھی یاد رہے کہ صاحب دستر خوان کا شکریہ ادا کرنا بھی حقیقت میں خیر الرازقین رب کریم ہی کا شکر ادا کرنا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرنے سے مخلوق عاجز ہے

منعم حقیقی رب کریم نے جس قدر ہمیں نعمتیں عطا کر رکھی ہیں اور عطا کر رہا ہے اتنی بے حد و بے حساب ہیں کہ شمار میں نہیں لایا جا سکتا تو پھر شکر کا حق کیسے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر بالفرض بندہ ایک نعمت کے ملنے پر شکر کرے تو پھر شکر کی توفیق ملنے پر بھی تو شکر لازم ہے۔ یوں وہ ساری عمر ایک نعمت کا شکر ادا نہیں کر پائے گا۔

کتب تفاسیر و تصوف میں منقول ہے حضرت سیدنا داوٗد علیہ السلام نے اللہ جل مجدہ کے حضور عرض کی: میرے رب! میں تو تیری ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا پھر کیسے تیری لا تعداد نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے داوٗد! جب آپ نے یہ جان لیا کہ تم ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہو تو ہمارا شکر ادا ہو گیا۔ تم اپنی قدرت و بساط کے مطابق ہمارا شکر ادا کرتے رہو۔ بس ہر حال میں رضائے الٰہی کے طلبگار (بندۂ مومن) کو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے دریا میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہیے۔ بے شمار فانی اور لا فانی نعمتیں اور نسبتیں جو کریم نے دے رکھی ہیں ان سے محروم ہونے کا ہمیشہ ڈر اور خوف رہنا چاہیے کہ کہیں غفلت و ناشکری کی وجہ سے سعادتوں سے دور نہ کر دیا جاؤں۔ قرب و حضوری اور دیدار و خشنودی جسے عاشقین کے لیے روحانی غذا سے تعبیر کیا جاتا ہے ہر حال میں اس نعمت کے حصول کے لیے ہر وقت شاکر و ذاکر رہنا پڑتا ہے۔ بس یہی وفا و حیاء ہے کہ اپنی طاقت و بساط کے مطابق حمد و شکر کے نورانی سلسلے کو استقامت سے جاری رکھتے ہوئے درج ذیل دعائیہ کلمات کو ورد وظیفہ بنا لیا جائے اور کثرت سے رب کریم کے حضور سجدۂ شکر ادا کرتے رہیے کیونکہ یہ معمولات نبوی میں شامل ہیں۔

یَا رَبِّ لَکَ الحَمدُ کَمَا یَنبَغِی لِجَلالِ وَجھِکَ وَ عَظِیمِ سُلطَانِکَ.

اَللّٰھُمَّ لَکَ الحَمدُ وَلَکَ الشُّکرُ عَلٰی مَا أنعَمتَ عَلَیَّ، سُبحَانَکَ رَبَّنَا مَا عَبَدنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ، مَا عَرَفنَاکَ حَقَّ مَعرِفَتِکَ مَا حَمِدنَاکَ حَقَّ حَمدِکَ مَا شَکَرنَاکَ حَقَّ شُکرِکَ. اَللّٰھُمَّ اجعَلنِی مِن عِبَادِکَ الصَّالِحِینَ الشَّاکِرِینَ بِحُرمَةِ طٰہٰ و یٰسٓ اِنَّکَ أَنتَ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ، یَارَبَّ العٰلَمِینَ.

چند اہم مسائل

فاتحۃ الکتاب ہی وہ سورت ہے جس سے نماز میں قرات کا افتتاح ہوتا ہے۔ امام اور اکیلے پڑھنے والے کے لیے زبان سے پڑھنا واجب ہے جبکہ مقتدی امام کی زبان سے حکماً تعمیل کرتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی کا یہی طریقہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(ابن ماجه، السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ۱: ۲۷۶، رقم: ۸۴۷)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: امام اِسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔

فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا. (نسائی، السنن، كتاب: الافتتاح، باب: تأويل قوله ل: وإذا قرىء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون، ۲: ۱۴۱، رقم: ۹۲۱)

جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا::

مَنْ صَلَّى خَلْفَ الإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

(بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۲/ ۱۶۰)

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اُس کا پڑھنا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں بھی صرف امام کی قرات ہی کو مقتدی کی قرات قرار دیا گیا ہے نہ کہ تکبیر، تسبیح اور تشہّد کو اور ایسا ہی مفہوم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ بلکہ قرآن مجید تو آیات کی تلاوت کے وقت غور سے سننا اور خاموش رہنا ضروری قرار دیتا ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○

(النساء، ۴: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ دھیان میں رہے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری اور رُکن مان لیا جائے تو اُس نمازی کے بارے میں کیا خیال ہے جو رکوع میں آ کے شامل ہوتا ہے؟ کیا وہ رکعت کو نہ پا سکے گا؟ حالانکہ سب ہی اس پہ عمل پیرا ہیں۔

اگر نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعائیں یاد نہ ہوں تو بطور دُعا فاتحہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ **(عالمگیری)**

نیز **وَلاَ الضَّآلِّيْنَ** کے بعد آمین کہنا مستحب ہے اور امام و مقتدی کا آہستہ کہنا قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً. (النساء، ۴: ۲۰۵)

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و خستگی سے۔

حدیث شریف سے بھی آہستہ آمین کہنے کی ترغیب ملتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا قَالَ الإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ. فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقَالَ: ﴿آمِيْنَ﴾، وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

(بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصلاة، باب جهر الامام بالتأمین، ۱:۲۷۰، رقم:۷۴۷)

جب اِمام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ کہے تو تم کہو: آمین۔ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگیا تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

حضرت وائل بن حجر ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو کہا: آمین۔ اور آپ ﷺ نے آمین کی آواز کو پست کیا۔

فضیلت سورت فاتحہ

حضرت عبدالملک بن عمیرؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

فاتحۃ الکتاب ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔ **(دارمی، السنن، رقم: ۳۴۰۲)**

صاحبانِ تقویٰ و طہارت جو حقیقی معنوں میں قرآن کی ہدایت اور شفاء سے مستفیض ہوتے ہیں وہ بھی اس سورت کو روحانی اور جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے تریاق سمجھتے ہیں۔ اسی لیے صالحین امت ہمیشہ خود اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی تلاوت کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

مرشد کریم حضور شیخ العالم حضرت پیر علاؤ الدین صدیقیؒ اپنے پاس آنے والے لا علاج اور مایوس مریضوں کو اس طرح بطور وظیفہ اشاد فرماتے کہ اوّل و آخر دُرود شریف اور بسم اللہ سے ملا کر الحمد شریف ۲۱ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دَم کر لیں اور استعمال کرنا شروع کر دیں پانی ختم ہونے لگے دوبارہ اسی طرح پڑھ لیں۔ آپ کے پاس آنے والے بے شمار جو کینسر، ڈپریشن اور جِلد وغیرہ کی موذی اَمراض کا شکار تھے شفا یاب ہوئے۔

اللّٰہ، الرَّحمن، الرَّحیم

عظیم الشّان کتاب مقدس قرآن مجید جسے بندوں کی رہنمائی اور فلاح دارین کے لیے حضور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے سینۂ اَطہر پہ نازل کیا گیا جب بھی کوئی انسان تلاوت و زیارت اور مطالعہ کے لیے اِس کی وَرق کشائی کرتا ہے تو پہلے ہی صفحے کے ماتھے پر نازل کرنے والے کے تین حسین ترین اسمائے مقدس جو حقائق و معارف سے لبریز اور اسرارِ ربّانی سے دل نشین و دل آویز دکھائی دیتے ہیں وہ اسم اللہ اور اس کے صفاتی اسماء الرحمٰن، الرحیم ہیں۔ یہ تابدار موتیوں سے کہیں زیادہ تابدار، آفتاب و مہتاب سے زیادہ جاذبیّت اور دلکشی رکھنے والے اسماء سلیم الفطرت وجود کے قلب و رُوح کو اپنے رُوحانی حصار میں لے لیتے ہیں اور اُسے اپنے روحانی جلوے میں مسحور کر لیتے ہیں اور تلاوت و زیارت اور مطالعہ پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ لفظ اللہ معبودِ حقیقی کا علَم ذاتی ہے۔

اِسم اللہ: عَلَمٌ لِّلذَّاتِ الوَاجِبِ الوُجُودِ المُستَجمِعِ لِجَمِیعِ صِفَاتِ الکَمالِ. (زبیدی، تاج العروس، ۳۶: ۳۲۰)

اللہ معبودِ بَرحق کی ذات کا نام ہے جو واجب الوجود (اپنے ہونے، رہنے میں کسی کا محتاج نہیں) ہے اور ساری صفات و کمال کا جامع ہے۔

یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ علَم، اسم، نام ذات پر ہی دلالت کرتا ہے۔ رب ذوالجلال کی ذات کا نام ہے، اسم جلالت ہے۔ جب کوئی لفظ اللہ بولے، لکھے، پڑھے یا سنے تو یہ اُسے باری تعالیٰ کی طرف رہنمائی اور متوجہ کرتا ہے جو الٰہ برحق ہے اور تمام صفات محمود کا جامع ہے۔ حدیث شریف میں تو ننانوے (۹۹) ناموں کا تذکرہ ہے اور یاد کرنے والے کو جنت کی بشارت ہے۔ صرف وہی اسمائے حسنیٰ نہیں ہیں یہ تو وہ ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ نے ظاہر فرمائے

ہیں اور پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اِس کے علاوہ چار ہزار اسمائے ربّانی کا ذکر تو امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں کیا ہے۔ رب کائنات کے اسماء و صفات بے حد و بے شمار ہیں۔ بے مثل و لامحدود ہیں اور صفاتی نام ایک مفہوم واضح کرتا ہے لیکن وہ مفہوم بھی ہمارے خیال کی حدود سے کہیں وسیع ہے۔ مخلوق کی عقل نارسا مالک حقیقی کے کسی بھی صفاتی نام کے اَسرار و معانی کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

مرشد کریم حضور شیخ العالمؒ فرمایا کرتے کہ:

جس صفت و شان کی وسعت کا احاطہ عقل انسانی کر جائے وہ صفت ربّانی ہو ہی نہیں سکتی۔

البتہ ہمیں بوسیلہ رسول کریم ﷺ یہ حکم دیا گیا ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ. فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

(الاسراء، ۱۷: ۱۱۰)

فرما دیجیے کہ اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو۔ سب اچھے نام اُسی کے ہیں۔

کتاب مجید میں مختلف اُسلوب اور حکمتوں کو ظاہر کرنے کے لیے مختلف مقامات پر اسم اللہ کے بعد دو دو صفاتی نام اور بعض آیات میں متعدد کے تذکار موجود ہیں اور موقع محل کے مطابق کئی آیات کا تو آغاز ہی اسم جلالت سے کیا گیا تا کہ یہ حقیقت واضح ہو کہ وہ تمام اَسرار و معانی جو بے شمار اسمائے حسنٰی میں موجود ہیں اُن ساری کی ساری صفات عالیہ کے لیے لفظ اللہ گلدستہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اَللّٰهُ اِسْمٌ أَعْظَمٌ مِنْ أَسْمَائِهِ تَعَالٰى.

اسمائے باری تعالیٰ میں جو اِسم اعظم ہے وہ اللہ ہے۔

اِس لیے برکت و رَحمت، جامعیّت و مفہوم کی وسعت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

امام الطریقہ الشیخ محی الدین ابن العربیؒ تو اس بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا اِدراک کرنے سے انسانی عقل حیران و عاجز ہے اِسی طرح اُس کی ذات پر دلالت کرنے والے اسم کی حقیقت پانے سے بھی عقلیں حیران و پریشان ہیں۔ لفظ اللہ قرآن مجید میں تقریباً ۲۶۹۸ مرتبہ موجود ہے اور متعدد حکمتوں کے پیشِ نظر متعدد مقامات و آیات میں صفات عالیہ کے ساتھ مذکور ہے۔ ۱۱۴ مرتبہ تو صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. (الحشر، ۵۹: ۲۴)

وہی اللہ ہے جو پیدا فرمانے والا ہے، عدم سے وجود میں لانے والا (یعنی ایجاد فرمانے والا) ہے، صورت عطا فرمانے والا ہے۔ (الغرض) سب اچھے نام اُسی کے ہیں۔

کائنات کی وسعتوں میں جو چیز بھی موجود ہے خواہ وہ انسان، حیوان، جن، فرشتے ہی کیوں نہ ہوں ہر ایک کے وجود میں پیدا کرنے والے کی کسی نا کسی صفت کی جلوہ گری موجود ہوتی ہے بلکہ ہر ایک میں رب لم یزل کے علم و حکمت اور قدرت کے بے شمار نظارے دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ اسی لیے کتاب لاریب میں بار بار زمین و آسمان اور جو اِن کے درمیان ہے میں غور و فکر اور حسنِ تدبّر کے حکم سنائے گئے ہیں تا کہ حضرت انسان کو مالک حقیقی کے اَسرارِ قدرت اور اَنوارِ حکمت کے خزانوں تک رسائی حاصل ہو سکے۔

اب اگر کوئی رب کائنات کو رحمان، رحیم، ستّار، غفّار اور دیگر بے شمار صفاتی اسماء میں سے کسی ایک کے ساتھ پکارے تو گویا وہ ایک ایک شان سے اپنے مالک کو پکارتا ہے۔ یاد رہے! لفظ اللہ سارے اسماء و صفات اور اُن میں موجود رحمت و برکات اور اَسرار و رُموز کا گلدستہ ہے اور اسم اعظم ہے۔ جب کوئی بندۂ مومن یا اللہ پکارے تو وہ بیک وقت کروڑوں شانوں اور بے شمار ناموں والی ذات کو پکار رہا ہوتا ہے۔ یا اللہ۔۔یا اللہ۔۔یا اللہ جلّ جلالہ کی صدائیں بلند کرنے والا جتنی عاجزی، انکساری، بے خودی اور وارفتگی رکھتا ہو گا اُس کے مطابق فضل و رَحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

رہی بات اُن کی جو صاحبِ دل ہیں، عشق و معرفت سے لبریز رُوح رکھتے ہیں، محبوب حقیقی کے دیدار اور رضا کی تڑپ رکھتے ہیں وہ نفوس قدسیہ جب اسم ذات کا وِرد شروع

کرتے ہیں تو حجابات دُور کر دیے جاتے ہیں۔ قربِ خاص سے قلب و رُوح پر جلوں کا نزول ہوتا ہے اور لبّیک یا عبدی کی آوازیں وہ اپنے کانِ ولایت سے سنتے ہیں اور اُترنے والے اَنوار کو اپنی بصیرت و بصارت سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور قربِ ذات کے نظارے پاتے ہیں۔ جی ہاں یہی وہ خدا رسیدہ لوگ ہیں جو دَشتِ محبت وعشق میں زندگی گزارتے ہیں۔ جن کے دل کا ہر محلّہ، ہر گلی اور مکان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد رہتا ہے۔ وہ با ادب اور حقیقت سے آشنا ذاکرین کی جماعت تو یوں باخبر کرتی ہے کہ:

ہمارے نزدیک تو اِس نام کے ذکر کے پورے حقوق اور تقاضے اُسی وقت پورے ہوتے ہیں جب رب کائنات خود اپنی ذات کا ذکر فرماتا ہے۔

اَدب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

علمائے ربّانی نے اسم جلالت کے آداب اور احترام اَز حد ضروری قرار دیئے ہیں۔ ذکر الٰہی اُنہی ناموں کے ساتھ کرنا چاہیے جو قرآنی آیات اور نبی دو عالم ﷺ کے فرمودات میں موجود ہیں اور شریعت اسلامیہ میں جن کا اطلاق اُس کی ذات پر ہوا ہے۔

اللہ، الخالق، اللہ الکریم، یا اللہ، یا رحمٰن، اللہ الودود.

وغیرہ وغیرہ اپنی سوچ بچار سے اور علاقائی زبان میں باری تعالیٰ کے نام رکھنا اور اُن کے وظیفے پڑھنا شروع کر دینا اَدب کے بھی خلاف ہے اور جائز نہیں۔

محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ اِس اہمیّت کو یوں اجاگر کرتے ہیں:

روز مرّہ کی زندگی میں ایسے الفاظ جو معنیٰ کے لحاظ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہوتے وہ اسمِ ذات کے ساتھ بولنے، لکھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ معانی کے لحاظ سے قباحتیں اور عیوب پائے جاتے ہیں۔

جیسے اللہ سائیں، اللہ میاں، اللہ صاحب وغیرہ کے الفاظ۔ ہر لمحہ باخبر رہیں۔ جتنی بڑی ذات اُتنا بڑا اَدب لازمی ہے۔ اُتنی ہی زیادہ ظاہری و باطنی لحاظ سے احتیاط کی بھی

ضرورت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے۔

لفظ اللہ عربی ہے۔ اُمت مسلمہ کی اکثریت غیر عرب ہے۔ نام لینے، لکھنے اور پڑھنے کے لحاظ سے تلفّظ و تجوید کا خیال رکھنا اَز حد ضروری ہے۔

ملاّ علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب میں یوں متنبہ فرما رہے ہیں:

يُحتَرَزُ مِن مَدِّ هَمزَةِ الجَلَالَةِ اِشبَاعَ بَاءِ اَكبَر فَاِنَّهُ يَكفُرُ مُتَعَمِّدًا ذَالِكَ.

(ملا علی قاری، المرقات)

لفظ اللہ کی ہمزہ کو مد سے پڑھنا نا جائز ہے اور کوئی جان بوجھ کر پڑھے گا تو کفر ہو جائے گا۔ جیسے آ للہ تو معنیٰ یوں ہو گا " کیا اللہ ہے،، اِسی طرح نماز میں آللہ اکبر پڑھا تو مفہوم یہ بنے گا کہ " اللہ بڑا کہ نہیں" اگر جان بوجھ کر ایسا کہے گا تو نماز تو خیر کیا ہو گی وہ کفر کی حد کو چھُو لے گا۔ دل و دماغ سے حاضر باش ہو کر لب کھولتے ہیں۔

مالکِ اَرض و سماء کا اِسم جلالت ہے، اِس کی عظمت و شان وہ خود جانے یا پھر اُس کے محبوب مکرّم ﷺ یا پھر اُن کے وسیلے سے وہ بندگانِ خاص جنہیں نورِ معرفت نصیب ہوا ہے اور ہو گا۔

دنیائے تصوف کے امام الشیخ محی الدّین ابن عربی نے عرائس البیان فی حقائق القرآن جلد ا میں مزید لفظ اللہ کی امتیازی حیثیت یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر اس کا حرف کم کرتے جائیں پھر بھی جو باقی رہتا ہے وہ پورا مفہوم رکھتا ہے۔ یعنی لفظ اللہ سے ہمزہ اُتار دیں (للہ) رہ جاتا ہے، پھر لام الگ کر دیں تو اُسلوب کے مطابق (لہ) رہ جاتا ہے اور لہ سے بھی لام جدا کریں تو باقی (ہ) رہ جاتا ہے۔

ابن عربی اس راز سے بھی عقدہ کشائی فرماتے ہیں کہ لفظ (اللہ) دیگر صفات کمالیہ و عالیہ کی طرح شانِ جمال و جلال کا بھی جامع ہے۔ لیکن وہ جمال و جلال کیسا ہے؟ اور لفظ (اللہ) جن جن ناموں اور شانوں پر دلالت کرتا ہے وہ صرف اور صرف ذاتِ الٰہ خود ہی جانتی ہے۔

قارئین ذی وقار! آپ جانتے ہیں اللہ وہ اسمِ اعظم ہے جس کے وسیلے سے جو بھی طلب کیا جاتا ہے عطا کر دیا جاتا ہے۔ زمانے کا گنہگار اگر اِسم پاک کو زمین کے گرد و غبار میں

پڑا دیکھ کر اٹھاتا ہے نام مقدّس کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے نہ صرف اُس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں بلکہ اُسے درجہ ولایت انعام میں دے دیا جاتا ہے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے کل کائنات رنگ و بُو کو بنایا اور سنوارا ہے اور جو ہر عاشق صادق کا مقصود اوّلین ہے۔ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور اپنی شان و صفات کے لحاظ سے چہار سُو موجود ہے لیکن اُس کی موجودیت کا ادراک صرف ظاہری آنکھ سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بہتر باطنی آنکھ سے ہوتا ہے۔ جب بندہ دنیا اور دنیاوی جاہ طلبی، روحانی امراض سے قلب و روح محفوظ کرتے ہوئے حبّ الٰہی سے متّصف ہو جاتا ہے پھر وہ ذکر الٰہی کے ذریعے دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی کی راہ کا مسافر بن جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے! یہ بڑا کٹھن اور مشکل سفر ہے، اِس سفر میں کسی عارف باللہ، حضوری ولی اللہ، مرشد کامل کی رہنمائی اَز حد ضروری ہے جس کی صحبت و نظر سے اندر کی دنیا بیدار ہوتی ہے۔ اسم اللہ دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور کثرت ذکر سے اسم پاک کی نورانی چمک دمک سے قلب و روح روشن ہو جاتے ہیں اور لا زوال برکتیں نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

قرآن مجید بھی ذکر اسم ذات کی یوں تلقین کرتا ہے:

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًاo (المزمل، ۷۳: ۸)

اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہیں۔

صبح و شام ذکر الٰہی میں مشغول رہنا، زبان ذکرِ الٰہی سے تَر رکھنا اور غفلت کو دُور بھگانا ہے۔ ہے تو ذکر ہی لیکن دائمی ذکر اُسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جب دل بھی ذاکر ہو۔ بسا اوقات زبان تو ذکر کرتی ہے لیکن دل اُس سے غافل ہوتا ہے۔ بعض اہل دل اس اندازِ ذکر کو ذکر ہی نہیں مانتے۔ وہ تو فرماتے ہیں: زبان و دل جب یکجا ہو کر محبوب حقیقی کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حقیقی ذکر کہلاتا ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا.

ہر طرف سے تعلق توڑتے ہوئے اور نفس کو اُس کے سوا ہر خیال سے پاک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر و فکر میں مشغول ہو جانے کو تَبتّل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اہل ایمان کو جہاں کثرت ذکر کا حکم ہے وہاں

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ.

اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں۔

وَاذْكُر رَبَّکَ نہیں فرمایا، اس لیے کہ ہماری رسائی اسمائے حسنٰی کے ذکر تک ہے۔ اُس کی ذات کا ذکر بڑی دُور کی بات ہے۔ عارفین باکمال عُقدہ کشائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انسانی طاقت کے مطابق کثرت ذکر اور دائمی ذکر تَبتّل کی منزل تک لے جانے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. (البقرة، ۲:۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

اہل عرفان یہ تفسیر کرتے ہیں کہ اسم ذات اللہ مومنوں کا ایسا دوست ہے جو اُنہیں بشریّت کے ظلمت کدہ سے نکال کر انوارِ الٰہی میں لے آتا ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے کلمہ طیبہ کو طیب درخت قرار دیا ہے جس کی جڑ ثابت ہے اور اُس کی شاخیں آسمان میں ہیں اور آپ علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق لا الٰہ الا اللہ افضل الذّکر ہے اور سورۃ الفاطر آیت نمبر ۱۰ میں یہ اعلان بھی موجود ہے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ. (فاطر، ۳۵:۱۰)

پاکیزہ کلمات اُسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

یعنی کلمہ طیبہ کو بارگاہِ الٰہی کی طرف ایک خاص راہ حاصل ہے۔ چونکہ کلمہ شریف میں نفی اثبات کے کلمات موجود ہیں۔ کثرت سے اِس کا وِرد کرنے سے نسیان اور بھولنے کی بیماری سے نجات مل سکتی ہے۔ لا الٰہ سے ما سوائے حق تعالیٰ کی نفی کرتا رہے اور الا اللہ سے اللہ رب

العزت کا اثبات، یوں دائمی ذکر سے اندر کی دنیا میں نفسیاتی خواہشات کے خلاف جہاد اور رُوحانی اَمراض کا علاج شروع ہو جاتا ہے۔ نفسانی قوتیں کمزور ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ روحانی اور نورانی طاقتوں میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ عشقِ الٰہی کی کرنیں باطن کی دنیا میں وارد ہونے لگتی ہیں تو بندہ ذکر الٰہی کے نور میں ڈوبتا جاتا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ. (البقرة، ۲: ۱۵۲)

سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

کے مصداق قلب و رُوح میں ذکر کے روحانی سلسلے قائم ہونے سے بارگاہ رب کریم سے حجابات بتدریج ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں اورٹوٹے ہوئے رابطے بحال ہونے لگتے ہیں، بشرطیکہ فضل الٰہی اور جذب الٰہی دستگیری فرمائے۔ سالک طلب میں سچا ہو اور شیخ کامل کی روحانی کشش بھی نصیب ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ ارزُقنَا جَذبَاتِکَ مَا يُلِيقُ بِکَرَمِکَ وَ کَرَمِ حَبِيبِکَ الکَرِيم.

اے اللہ! ہمیں اپنی وہ جذباتی کیفیات (توجہ اور قرب) عطا فرما جو تیرے کرم اور تیرے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جُود و کرم کے شایانِ شان ہیں۔

مردانِ باخدا جنہیں نائبین رسول خدا ہونے کا شرف حاصل رہا ہے وہ خود بھی اور اُن کے ہاں تربیت وفیض کے لیے آنے والے صدیوں سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ، الا اللہ الا اللہ اور اللہ ہو کے وِرد کی کثرت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ زبان کے ساتھ کلمہ پڑھنا سنت بھی ہے اور باعث برکت بھی اور وہ خدا رسیدہ ذاکرین اپنے پاس آنے والے اِرادت مندوں کو خصوصی تربیت اور نگاہ میں رکھتے ہیں تاکہ اُنہیں رُوح و دل او ر زبان کو یکجا کر کے پڑھنا نصیب ہو جائے اور ہر حال میں ذکر الٰہی سے غافل ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔

صاحب علم لدنّی خواجہ خواجگان حضرت عبدالرحمٰن چھوہرویؒ اپنی کتاب مستطاب مجموعۃ الصلوٰۃ علی الرسول میں یوں کلمات ذکر عطا فرماتے ہیں:

اللہ اَللّٰہُ اللہ مَعْبُودُنا، اللہ اللہ اللہ مَقصُودُنا، اللہ اللہ اللہ حَسبُنَا، اللہ اللہ اللہ مَطلُوبُنا، اللہ اللہ اللہ مَحبوبُنا.

قاسم فیضان نبوت حضرت بابا جی محمد قاسم صادق موہڑویؒ تو ذکر کے بغیر اک سانس بھی نہ گزارنے کی یوں تلقین فرماتے ہیں:

جانوروں کی طرح سانس نہ لو بلکہ انسانوں کی طرح سانس لو۔ سانس تو جانور بھی لیتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ انسان سانس کھینچے تو خیال (اللہ) کا آئے اور سانس چھوڑے تو اس خیال سے کہ (ھو) کہہ رہا ہو، اگر یہ عمل ہے تو انسان ورنہ جانور، بلکہ جانور سے بھی بدتر۔

حضور قبلہ عالم عارف باللہ خواجہ عالم محی الدّین غزنویؒ والی نیریاں شریف بھی مزید وضاحت فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات کو یاد کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ رُوح و دل، سانس اور رَگ رَگ سے اللہ کو یاد کرو۔ اُس کی ذات کا ذکر کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات تمہیں یاد کرے گی۔

حدیث قدسی ہے:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي.

(بخاری، الصحیح، کتاب: التوحید، باب: قول اللہ تعالی: يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُبَدِّلُوْا كَلَامَ اللهِ، ۶:۲۷۲۵، رقم: ۷۰۶۶۳
مسلم، الصحیح، کتاب: الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب: فضل الذکر والدعاء والتقرب إلی اللہ تعالی، ۴:۲۰۶۷، رقم: ۲۶۷۵)

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

جامع شریعت و طریقت حضور شیخ العالمؒ سیّدی پیر علاؤ الدین صدیقیؒ بڑی باقاعدگی

سے مراقبے کی تلقین و ترغیب دیتے ہوئے یوں اِرشاد فرماتے ہیں:

گیارہ سو سال سے صوفیائے کرام ذکر اِسم ذات سانس کے ساتھ اللہ ہو کرتے چلے آ رہے ہیں، اِس لیے کہ اِس سے تین چیزوں کو یکجا کیا جاتا ہے خیال، سانس اور توجہ کو قابو کرنا۔ ارتفاع حجابات اور عنداللہ قبولیت کے لیے سب سے مؤثر ذریعہ اسم ذات ہی ہے۔ **(مفتاح الکنز)**

نور نبی ﷺ دا دے کے دل نوں بخشیں نور ضیائیں

اِکّو نقش مکرّم اللّٰہ دل دے وچ جما لئیں

اِس عظیم الشّان مقصد کے حصول کے لیے مشائخینِ طریقت مجالس ذکر کا انعقاد اپنے ہاں جاری رکھتے ہیں تاکہ ظاہری و باطنی نُور و سُرور اور قُرب و حضور کی عظیم نعمت کثرت سے حاصل ہو سکے اور دونوں جہان میں کامیابی نصیب ہو سکے۔ قرآنی اَنوار سے اپنے دامن روشن کرنے والے جیسے ہی قرآن حمید کی وَرق کشائی کرتے ہیں سب سے پہلے صفحے پر سب سے پہلے اسم ذات کے ساتھ ملے ہوئے جن دو صفاتی ناموں کو نظر چومتی ہے وہ الرّحمٰن الرّحیم ہیں۔ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

رحمٰن اور رحیم دونوں ہی مبالغے کے صیغے ہیں، رَحمت سے مشتق ہیں۔ اِن کا ماخذ رَحمت ہے۔ صفت رحمت رحمانیّت اور رحیمیّت کی جلوہ گری کی وجہ سے ہی تو کائنات اَرضی و سماوی قائم و دائم ہے۔ نافرمان اور گنہگار قہر و غضب سے محفوظ ہیں۔ ویسے تو رحمت اُس رقّت قلب کو کہتے ہیں جس کا تقاضا ہی یہی ہوتا ہے کہ مرحوم پر احسان کیا جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جب یہ رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو صرف اِحسان و اِکرام مراد ہیں جن سے وہ اپنے بندوں کو سرفراز کرتا ہے۔ رحمٰن میں تو رحیم سے بھی زیادہ مبالغہ موجود ہے۔ رحمٰن اُس ذات کے لیے بولا جاتا ہے جس کی رَحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہو۔ اِس لحاظ سے اِس معنیٰ کا مصداق صرف اور صرف اللہ جلّ جلالہ کی ذات ہو سکتی ہے کیونکہ وہی اتنا بڑا مہربان ہے کہ اُس سے زیادہ کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اِسی لیے رحمٰن کا اطلاق باری تعالیٰ کے سوا کسی اور پر کرنا ناجائز ہے اور نہ ہی

مخلوق میں کسی کے لیے بولا جا سکتا ہے۔

مسئلہ

ہماری سوسائٹی میں جس کا نام عبدالرحمٰن ہو اُسے رحمٰن کہہ کے پکارتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے اور بے اَدبی ہے۔ اُسے پورے نام سے پکارا جائے اور اُس کا پورا ہی نام لکھا جائے۔ الرّحیم اُن اسماء و صفات میں سے ہے جنہیں اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے بندوں کو بھی اُن کی حیثّیت کے مطابق عطا فرمائے ہیں۔ قرآن کا طالب علم بخوبی واقف ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے علیم، خبیر، حفیظ، رؤف، رحیم، مولیٰ، نور، ہادی، غنی اور دیگر بہت سے اسماء و صفات کا اطلاق اپنے بندوں پر کیا ہے۔ اُس کریم نے بندہ نوازی کرتے ہوئے یہ شانیں اپنے بندوں کو عطا کی ہیں اور پھر قرآنی آیات میں اِس کا تذکرہ کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ○ (الحج ، ۲۲: ۶۵)

بے شک اللہ تمام انسانوں کے ساتھ نہایت شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے○

اور اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ ان صفات کو یوں بیان کرتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ○ (التوبۃ، ۹: ۱۲۸)

مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں○

اللہ، رحمٰن اور رحیم قرآن نازل کرنے والا اور صاحب قرآن علیہ السّلام بھی رؤف، رحیم اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ قرآن بھی نسلِ انسانی کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

شانِ اُلوہیّت

یہ عقیدہ ہمہ وقت دل و دماغ کی تختی پر کندہ رہنا چاہیے کہ اللہ وحدہ لا شریک کی ساری صفات اُس کی ذاتی، لامحدود اور اَزلی و اَبدی ہیں۔ اُس کی شان کے لائق ہیں۔ ذات کی طرح اُس کی صفات کا ادراک بھی عقل انسانی نہیں کرسکتی اور اسمائے الٰہیہ بے شمار ہیں جنہیں گنتی میں لانا ناممکن ہے اور یہ بھی دھیان میں رہے کہ بظاہر الفاظ تو ایک جیسے ہیں لیکن حقیقت و معانی کے لحاظ سے زمین آسمان سے بھی کہیں زیادہ فرق ہے کیونکہ مخلوق کو ملنے والی صفات و شان اُن کی حیثیت کے مطابق ہیں۔ محدود ہیں، عطائی ہیں، حادث ہیں۔ یعنی پہلے نہیں تھیں بعد میں عطا ہوئی ہیں۔ غوّاص بحرِ معرفت سیّدی حضور شیخ العالمؒ فرمایا کرتے:

> اللہ تعالیٰ کی ہر صفت عقل انسانی سے ماوراء ہے۔ جو عقل انسانی کی سمجھ میں آ جائے پھر وہ اُس کی صفت ہو ہی نہیں سکتی۔

سید المحبوبین تاجدار ختم نبوت ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق اور خلیفہ اعظم ہیں جو ذات باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کے مظہر ہیں، جن کے ذریعے رب کی قدرت و رَحمت کے جلوے تقسیم ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن بھی آپ ﷺ ہی کی عظمت اور شان کے جھنڈے بلند رہیں گے اور آپ ﷺ ہی کی شفاعت سے خالقِ حقیقی کی رحمت و بخشش کا اظہار ہو رہا ہوگا۔ مالک حقیقی نے اپنے بے مثل محبوب کو بھی بے مثل شانوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ کسی انسانی عقل میں یہ صلاحیّت بھی موجود نہیں ہے کہ وہ سیّد المرسلین علیہ الصلاۃ و السّلام کے عطا کردہ کمالات و اختیارات کو اپنے بنائے ہوئے اتنے، کتنے اور جتنے کے کسی پیمانے سے ناپ سکے۔ یہ کہنے اور یقین کرنے میں ہی ایمانی حفاظت ہے کہ اللہ کریم جانے یا جنہیں شانیں عطا ہوئیں وہ حبیب مکرّم ﷺ جانے۔

مزید گزارش کرتے ہوئے وضاحت کر دیتا ہوں کہ کائنات کی وُسعتوں میں پھیلی ہوئی مخلوق میں اللہ کریم کی کسی نا کسی صفت اور قدرت کا اظہار ہو رہا ہے اور اِسی طرح بندگانِ خاص میں بھی کوئی شان و کمال ملاحظہ کرے یا ان خدا رسیدہ شخصیات کی کرامت دیکھیں، پڑھیں یا کسی نبی اللہ کا معجزہ سنیں یا پڑھیں اور بالخصوص حضور سرور عالم امام الانبیاء علیہ السلام کے کمالات، معجزات سنیں یا پڑھیں بے ساختہ اور وجد آفرین کیفیت میں اللہ اکبر، سبحان اللہ اور ما شاء اللہ کے کلمات کی صدائیں بلند کریں۔ کرامت ہو یا معجزہ دونوں میں اللہ وحدہ لاشریک کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ محبوب بندوں پہ خاص کرم کرتے ہوئے اُنہیں اپنی قدرت و صفات کا مظہر بنا دیا جاتا ہے۔

تجلّیٰ تیری ذات کا سُو بہ سُو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

بحمدہ تعالیٰ اہل محبت کی محافل میں یہی سماں ہوتا ہے۔ جب مقبولانِ بارگاہِ الٰہیہ کی شان وعظمت سنائی جاتی ہے تو سامعین کی صفیں اللہ اکبر، سبحان اللہ، ما شاء اللہ کی صداؤں سے گونجتی رہتی ہیں، جس سے عقیدت اور حقیقت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ اِس کے علاوہ بھی کئی اَسمائے صفاتی ہیں جو عرفِ عام میں بولے جاتے ہیں۔ معانی کے قریب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پہ ساتھ بولنا جائز ہے، لیکن مجازاً وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب مخلوق، صالح اور برگزیدہ بندوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں۔ لیکن یہ سوچ اور عقیدہ بنا لیا جائے کہ اللہ کے علاوہ مخلوق کے لیے بولنا ہی جائز نہیں بلکہ لکھنے اور بولنے والوں پر شرک کے فتوے صادر کرنے شروع کر دیے جائیں کہ یہ شریعت کی حدود سے تجاوز کرنا ہے اور جان بوجھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو اذیّت دینا ہے۔

ان الفاظ میں ایک لفظ (داتا) ہے۔ دادن سے داتا کے معنیٰ ہیں دینا اور اُس سے مبالغہ ہے داتا۔ اب اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ حقیقت میں تو سب کچھ عطا کرنے والا اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ دیگر اسماء کی طرح جو مجازی طور پہ مخلوق کے لیے بولے جا رہے ہیں اس

لفظ کو بولنا بھی جائز ہے۔ حالانکہ لفظ داتا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے۔ لفظ داتا نہ قرآن و حدیث میں اور نہ پہلی کسی آسمانی کتاب میں موجود ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو داتا کہنا شرک ہے، چہ معنیٰ دارد۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی یہی ہے کہ خالقِ حقیقی اور مالک حقیقی صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے، لائق عبادت ہے، واجب الوجود یعنی (اپنے ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے) اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں وحدہ لاشریک ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. (الشوریٰ، ۴۲: ۱۱)

اُس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

کی شان کا مالک ہے اور یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا اسمِ ذاتی لفظ اللہ جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے یہ بھی اُسی کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ ہمیشہ سے اُسی کے لیے بولا جاتا رہا ہے اور یہ بھی شانِ قدرت ہے کہ کبھی بھی جھوٹے خداؤں کے پجاریوں نے اِس علم کو اپنے کسی جھوٹے خدا، دیوتا وغیرہ کے لیے بولنے کی جرات بھی نہیں کی اور نہ ہی کرے گا۔ مگر اس کے علاوہ کئی اَسماء و صفات جو حقیقتاً صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور مجازاً مخلوق کے لیے بھی بولے جاتے رہے اور بولے جا سکتے ہیں۔ لیکن لفظ اللہ کبھی بھی اور کسی بھی لحاظ سے غیر اللہ کے لیے نہ حقیقی اور نہ ہی مجازی طور بولا گیا ہے اور نہ ہی بولا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی اسم جلالت لکھا، پڑھا اور سنا جاتا ہے تو روح و دل کا دھیان اُسی ذات والا صفات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو خالق کائنات ہے، مالک کائنات ہے اور صرف وہی لائق عبادت ہے۔ قرآن مجید میں شاید اسی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے متعدد آیات کا آغاز ہی اسم جلالت سے کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ. (البقرة، ۲: ۲۵۵)

اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اَللّٰہُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِہٖ. (الشوریٰ، ۴۲: ۱۹)

اللہ اپنے بندوں پر بڑا لطف و کرم فرمانے والا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ.

(البقرۃ، ۲: ۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

عبادت

جب بندۂ مومن اللہ وحدہ لا شریک کو معبود برحق یقین کرتے ہوئے اُس کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے جو اعمال و افعال اُس کی رضا و خوشنودی کے لیے بجا لاتا ہے وہ عبادت کہلاتے ہیں۔ افضل ترین عبادت نماز ہے، جس کا آغاز بھی نیّت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ سید العابدین ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے:

اَلْأَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ. (بخاري، الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: ماجاء أَنَّ الأعمال بِالنِیّۃِ والحِسْبَۃِ وَ لِکُلِّ امْرِیءٍ مَانَوَی، ۱: ۳۰، رقم: ۵۴)

اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

یہ یاد رہے کہ نیّت دل کے ارادے کا نام ہے لیکن صالحین اُمت زبان سے کہنے کو بھی مستحب قرار دیتے ہیں تاکہ زبان اور دل بیک آواز ہو جائیں۔ لہٰذا اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ ہی ہاتھ باندھے یا چھوڑے کھڑے ہونا رکوع، سجدہ اور دو زانوں بیٹھنا وغیرہ وغیرہ سب ادائیں عبادت بنتی جائیں گی۔ کیونکہ جس ذات والا صفات کے لیے کر رہا ہے وہ معبود برحق وحدہ لاشریک ہے۔ مالک یوم الدین، جزا کے دن کا مالک ہے۔

باخبر اہل ایمان! میں آپ سے یہی پوچھتا ہوں کہ اب وہ نمازی سلام کے ساتھ اپنی

نماز مکمل کر کے وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کے والد گرامی یا والدہ ماجدہ یا استاد محترم، عالم یا مرشد کامل وہاں تشریف لے آئے وہی مومن نظریں جھکائے ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا اور جب وہ تشریف فرما ہوئے تو وہ بھی دو زانوں اُن کے سامنے بیٹھ گیا تو کیا خیال ہے اس کا یہ عمل شرکیہ ہے؟ مشرک ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ اس سادہ لوح مسلمان نے نیت کر کے اللہ وحدہ لاشریک کے حضور سجدے کر کے اقرار بندگی اور اظہار بندگی کر چکا ہے۔ اب جن کے لیے وہ یہ افعال بجا لا رہا ہے وہ ان کو نہ خدا، نہ ہی خدا کا بیٹا اور نہ کوئی دیوتا و اوتاد سمجھتا ہے بلکہ اپنے سے معزز و محترم بندۂ خدا خیال کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔ کسی بھی لحاظ سے اسے عبادت نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اسے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کہہ سکتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے آشنا لوگ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ادب و احترام بندگان خدا کا ہوتا ہے اور عبادت صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ہی ہوتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔ اللہ کے بندوں کی تعظیم و تکریم کا سلسلہ بڑا پرانا ہے۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کا سجدہ کرنا اور بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنا تعظیم ہی تو ہے۔ ادب و احترام ہی تو ہے ورنہ سجدۂ عبادت اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کبھی بھی جائز نہیں تھا۔ یہ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں مخلوق کے لیے جائز تھا لیکن تاجدار ختم نبوت ﷺ کی امت کے لیے سجدۂ تعظیمی حرام قرار دے دیا گیا ہے لیکن بندگان خدا کی عزت و تکریم کا حکم موجود ہے۔ یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور تعظیم اللہ والوں کی۔ ارباب فکر و دانش بخوبی واقف ہیں کہ دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ امت مسلمہ کی کثرت عبادت اللہ وحدہ ہی کی کرتے ہوئے بندگان خدا کے آداب و احترام کے سلسلے بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔ مزاراتِ اولیاء سے لے کر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ تک کھڑا ہونا سب اَدب کے مظاہر ہیں۔ لیکن عبادت ہر دَم صرف اللہ کے لیے ہے۔ اُسی لیے ہر نمازی بارگاہِ رب العزت میں سراپا عجز و نیاز بن کر التجا و اقرار کرتا ہے:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ.

(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تو ہی رب، رحمٰن، رحیم، مالک و پروردگار ہے اور فقط تو ہی عبادت کا حقدار ہے۔ اقرارِ بندگی کے وقت ہر نمازی ظاہری و باطنی لحاظ سے مجسمہ عجز و اِنکسار بنتے ہوئے اپنی کمتری، عاجزی اور بے بسی پیش نظر رکھتے ہوئے معبود برحق کی عظمت و کبریائی کے حضور اقرار کرے کہ میری یہ عبادت اور ریاضت تیرے دربار عالی شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ حبِّ الٰہی سے سرشار عاشقین پروردگار تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے عریضہ میں عبادت کے اُس درجے کے طلبگار ہوتے ہیں جس میں قرب و دیدار ہو بلکہ وہ عرض کناں ہوتے ہیں: الٰہی! ہمارے قلب و روح سے حجابات بشریہ دُور کر کے ہمیں وہ بینائی و بصیرت دے جس کے ذریعے تیرے قرب کے جلوؤں تک رسائی حاصل کر سکیں۔

دنیائے رُوحانیت کے عظیم پیشوا شارح مثنوی مولائے روم سیدنا پیر علاؤالدین صدیقیؒ اپنی محافل میں بعض اوقات حبِّ الٰہی کے تڑپ پیدا کرنے کے لیے ارشادات فرماتے رہتے۔ نماز کے بارے یوں فرمایا کہ نماز عبادت تو ہے ہی لیکن یہ تلاش محبوب کا ایک طریقہ اور دُستور بھی ہے۔

معبودِ حقیقی ہی محبوب حقیقی ہے۔ طلب و جستجو میں ہاتھ باندھے کھڑا رہنے کے بعد ذرا جھکتے ہوئے نمازی سبحان ربی العظیم میرا رب ہی عظیم ہے کی تسبیحات جاری رکھتا ہے لیکن قرب و دیدار کی آرزو اور طلب تقاضا کرتی ہے کہ تُو اب اپنے چھ سات فٹ کے جسم کو سمیٹتے ہوئے عجز کا پیکر بن کر اپنے سر کو محبوب کی دہلیز پہ رکھ دے۔ سبحان ربی الاعلیٰ میرا رب پاک ہے۔ سبحان ربی، سبحان ربی بے خودی و وارفتگی میں پکارتا چلا جا کہ نہ جانے کون سی تسبیح محبوب کو پسند آ جائے اور لبیک یا عبدی کی صدائے دلنواز سے پردے ہٹا دیے جائیں اور جلوۂ محبوب سامنے آ جائے۔

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: سجدوں میں تسبیحات کا اضافہ ہونا شروع ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ حبِّ الٰہی کی خیرات ملنا شروع ہو گئی ہے۔ انہی محافل ترغیب تلقین میں بڑے پیار سے یہ جملہ بھی دوہراتے کہ سجدے یہاں اور مزے وہاں۔

میرے ہم سفر ساتھیو! مندرجہ بالا بیان کردہ قرب و کیفیات کے حصول کے لیے خواہشات نفسانی کی لذتوں اور دیگر دنیاوی تمنا اور آرزوؤں سے منہ موڑنا پڑتا ہے۔ ہر خواہش و آرزو کو رب تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی رضا و خوشنودی کے لیے فنا کرنا پڑتی ہے۔ یہ کہنا، بتانا اور لکھنا تو بہت آسان ہے لیکن کما حقہ زندگی میں معمولات اور عبادات کی ادائیگی میں اس پر عمل پیرا ہونا اتنا آسان نہیں ہے بلکہ بہت مشکل ہے۔ لیکن ناممکن و محال نہیں ہے۔ اگر رب تعالیٰ کی خاص مدد شامل حال ہو جائے کیونکہ وہی تو مستعانِ حقیقی ہے۔ یاد رہے! مطلوب حقیقی کا قرب و دیدار ہی صراط مستقیم ہے۔ حق بندگی تو یقیناً ناممکن ہے۔ اسی لیے بے بسی اور عاجزی کا پیکر بنتے ہوئے اکیلا نمازی بھی نعبد جمع کے صیغے کے ساتھ اپنی ناقص عبادت مخلصین، مقربین کے ساتھ ملا کر پیش کرتا ہے اور کارسازِ حقیقی کی بارگاہ لم یزل میں عرض گزار ہوتا ہے وایاک نستعین اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اتنا عظیم فریضہ تیری مدد کے بغیر صحیح صحیح اور ظاہری و باطنی کمال کے ساتھ ادا ہو جائے، ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے اے رب کریم! میری دستگیری فرمائیں تاکہ میرے قیام و رکوع، تلاوت وسجود اور دعا و درود میں وہ حسنِ ادئیگی آ جائے جو تجھے پسند ہو۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ. (العلق، ۹۶: ۱۹)

اور (اے حبیبِ مکرّم!) آپ سر بسجود رہیے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جائیے۔

کا اعزازِ قبولیت نصیب ہو اور روحانی و ایمانی دنیا معراج کی کیفیات سے محظوظ ہوتی رہے۔ الٰہی! تو ہی حقیقی مددگار ہے اور ایسی مددگاری صرف آپ ہی کے شایانِ شان ہے۔ ہم بس آپ سے مدد مانگتے ہیں۔ کیونکہ تیرے ہی کرم اور خاص مدد سے زمین اور عرش بریں کے فاصلے سمٹ سکتے ہیں۔ محتاج کو غنی کی بارگاہ سے قرب و قبولیت کی بھیک مل سکتی ہے۔ بشری کمزوریوں اور گناہوں کی نحوستوں کی وجہ سے جو حجابات درمیان میں حائل ہیں وہ دور ہو سکتے ہیں اور اُسی گوہر مقصود تک رسائی ہوسکتی ہے جس کو پانے کے لیے اہل طریقت فقیر لوگ دریائے

معرفت وحقیقت میں غوطہ زَن رہتے ہیں۔ لیکن!

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

ذی وقار و ذی شعور لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم بیماری اور لاچاری، تکلیف و مصیبت میں ڈاکٹر وحکیم کے پاس دوا کے لیے اور کسی دین دار بزرگ عالم ربانی کے پاس دعا کے لیے تنگدستی میں کسی صاحب ثروت کے پاس مدد کے لیے نہ جائیں اور نہ ہی دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے کوئی وسیلہ اور سہارا تلاش نہ کریں۔ عالم اسباب میں رہتے ہوئے منہ موڑ لینا فطرت کے خلاف ہے۔ اسلام تو ہے ہی دین فطرت۔

اللہ سبحان وتعالیٰ جو شافی، رزّاق وحکیم ہے، علیٰ کل شیء قدیر ہے، کارسازِ حقیقی ہے، اُسی مسبب الاسباب والا صفات نے کائنات کی وسعتوں میں اسباب و وسائل اور ذریعہ و وسیلہ میں تاثیر وتوفیق رکھی ہے۔ اپنی مخلوق میں سے کچھ اشیاء اور کچھ صاحب استطاعت اور خاص کر اپنی محبوب مخلوق کو بھی اپنی مدد ونصرت کا مظہر بنایا ہے۔ اُن کے ذریعے شفاء، مدد نصیب ہوتی رہتی ہے اور جن کے ذریعے مشکلیں حل ہوتی رہتی ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرنا درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ کیونکہ مستعانِ حقیقی فقط اُسی کی ذات ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں واحد ہے۔ اُسی مالک الملک نے کچھ ذاتوں کو طاقت اور توفیق دی کہ وہ دوسروں کے لیے مددگار بنیں اور مدد کریں۔ اگر وہ اِن نفوسِ قدسیہ میں مدد کی صلاحیت اور توفیق نہ رکھتا تو ہمیں اُن کے پاس جانے، رابطہ کرنے یا صدا دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ درحقیقت اِن بندگانِ خدا کے ذریعے قادرِ مطلق اپنی قدرت وعطا کے نظارے ظاہر فرماتا ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے عالم جناب محمود الحسن صاحب حاشیہ قرآن میں یوں رقمطراز ہیں:

> اِس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ اُس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ یہ استعانت درحقیقت اللہ

تعالیٰ سے استعانت ہے۔

قرآن پاک نے بھی عبادت و استعانت کے تصور کو الگ الگ بیان کیا ہے۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ. (الفاتحہ، ۱:۴)

(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں الفاظ بظاہر ایک جیسے لگتے ہیں لیکن دونوں حصوں کے درمیان واؤ عاطفہ ہے۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ یہ واؤ مغائرت پہ دلالت کرتی ہے۔ اگر عبادت و استعانت کے احکام ایک جیسے ہوتے تو واؤ عاطفہ درمیان میں نہ لائی جاتی۔ عبادت فقط اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو کارسازِ حقیقی مانتے ہوئے عالم اسباب میں پھیلے ہوئے اسباب و وسائل اپنا سکتے ہیں اور اُس کے محبوب و برگزیدہ بندے جنہیں اختیارات و کمالات دیے گئے ہیں اُن سے استغاثہ و مدد مانگ سکتے ہیں۔ قرونِ اُولیٰ سے لے کر آج تک یہ عمل امت مسلمہ کی کثرت اپنائے ہوئے ہے۔

عظمتوں کا نشان درج ذیل شخصیات کی کلام پر اکتفاء کریں گے۔

حضرت شاہ ولی محدّث دہلوی بارگاہ سرورِ کونین ﷺ میں یوں عرض کرتے ہیں:

وَاَنتَ مُجِیرِی مِن هُجُومِ مُلِمَّةٍ

اِذَا اَنشَبَت فِی القَلبِ شَرَّ المَخَالِبِ

رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں جب مصیبتیں (مجھ پر) ٹوٹ پڑیں اور دل میں اپنے (برے) پنجے گاڑھ دیں۔

اور جناب امام بوصیریؒ نے آوازی دی تو اُنہیں چادر و زیارت سے نواز دیا گیا۔

یا اَکرَمَ الخَلقِ مَا لِی مَن اَلُوذُبِهٖ

سِوَاکَ عِند حلُولِ الحادِثِ العَمَمِ

اے تمام مخلوق میں بزرگ و برتر نبی ﷺ! آپ کے علاوہ میرا کوئی مددگار نہیں۔ آفات کی کثرت کے وقت میں جس کی پناہ میں آؤں۔

امام ابوحنیفہؒ قصیدہ نعمانیہ میں عرض کرتے ہیں:

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئتُکَ قَاصِدًا

اَرجُو رِضَاکَ وَاَحتَمِی بِحِمَاکَ

اے سرداروں کے سردار ﷺ! میں آپ کیر رضا کی امید لیے اور آپ کی پناہ حاصل کرنے کے لیے (خاص طور پر) آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔

اس کے علاوہ امت مرحومہ کی بے شمار متعدد ہستیوں نے مجازاً مفہوم کے ساتھ اپنے دُکھ درد کا درماں سرکارِ دوعالم ﷺ کو جانتے ہوئے اپنے عریضے پیش کرتے ہوئے یا (حرف ندا) کے ساتھ پکارتے رہے اور اب بھی اُن کے عقائد و معمولات کو اپنائے ہوئے امت مسلمہ کی کثرت اس سوچ وفکر کو اپنائے ہوئے ہیں۔ سوشل میڈیا کا دور ہے سروے کر سکتے ہیں۔ پوری دنیا یا رسول اللہ ﷺ، یا نبی اللہ ﷺ کی صداؤں سے گونج رہی ہے۔

عظیم رُوحانی پیشوا شارح مثنوی حضور شیخ العالم سیّدنا پیر علاؤالدین صدیقیؒ نے بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درج ذیل الفاظ میں آوازی دی:

اے حبیب کردگار اپنا بنا
ہو گیا ہوں دل فگار اپنا بنا
غیر کے قبضے سے دل آزاد کر
اے دِلوں کے تاجدار اپنا بنا
معتکف ہوں شاہ کی دہلیز پر
دید کا ہوں طلبگار اپنا بنا

کچھ نہیں صدیقی نسبت کے بغیر
بس یہی دار القرار اپنا بنا

تو ایسی قبول ہوئی کہ قدمین شریفین میں حالت خواب میں بلائے گئے اور سرکار دو جہاں ﷺ نے اپنے جمال بے مثال کے دیدار کے ساتھ ساتھ حضرت مولا علی المرتضیٰؓ اور امام عالی مقام سیدنا امام حسینؓ کی زیارت سے مشرّف کر دیا۔

سرورِ دو جہاں، شفیع عاصیاں، امام مرسلاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ بے کس پناہ میں مرشدی الکریم حضور شیخ العالمؒ کے وسیلہ سے عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ یہ کلام آپ کی ظاہری حیات میں بھی قدموں میں بیٹھ کر پیش کر چکا ہوں۔

رہتی ہے نظر تیرے در پہ سدا سرکار توجہ فرمائیں
میرا خالی دامن ہے پھیلا سرکار توجہ فرمائیں
ظلم اپنی جان پہ کر کے میں ناراض خدا کر بیٹھا ہوں
ہو جائے رب راضی میرا سرکار توجہ فرمائیں
وہ جام محبت دے دے مجھے جو غزنویؒ غوث نے ہے پایا
لایا ہوا وسیلہ مرشدؒ کا سرکار توجہ فرمائیں
نام اُن منگتوں میں آ جائے دیدار تیرا جو پاتے ہیں
سالکؔ بھی تو ہے اک ادنیٰ گدا سرکار توجہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اقرارِ بندگی اور مددِ خاص طلب کرنے کے بعد ایک خاص دُعا مانگتے ہوئے نمازی عرض گزار ہوتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○

(الفاتحة، ۱: ۵۔۶)

ہمیں سیدھا راستہ دکھاo اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایاo

ہدایت دوطرح کی ہوتی ہے

ا۔ فقط راستہ دکھانا

۲۔ مقصود و منزل تک پہنچانا

بندہ اپنی حیثیت کے مطابق مانگ رہا ہوتا ہے کہ جو مومن گنہگار ہے وہ تقویٰ، جو متقی ہے وہ کمالِ تقویٰ اور مقبولین بارگاہ مزید کمال قرب و وصال کے جلوے طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں راستہ دکھا بھی، اُس پر چلا بھی اور کرم کرتے ہوئے خاص مدد و عنایت سے منزل مقصود تک پہنچا بھی۔ کیونکہ راستے میں راہبری کے رُوپ میں بہتیرے راہزن موجود ہیں جو انسانی شکل میں شیطان ہیں۔ الٰہی تیری مدد کے بغیر صراط مستقیم پہ استقامت سے چلتے ہوئے قرب و دیدار کی منزل پا لینا نہ صرف محال ہے بلکہ ناممکن ہے۔ صراط مستقیم صوفیائے کرام کے نزدیک وہ راستہ ہے جو محبت و عقل دونوں کا جامع ہو اور وہ ذات الٰہی تک پہنچا دے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق مل جائے۔

عاشقین الٰہی اس مقام پر یوں عرض گزار ہوتے ہیں کہ الٰہی! ہم تیرے قرب و دیدار کے طالب ہیں، ہمیں وہ بینائی عطا فرما کہ جس سے ہم تجھے دیکھ سکیں۔ بشری کمزوریوں اور دل پہ وارد ہونے والے حجابات دُور کر دے اور ہمیں وہ خاص ہدایت عطا فرما جو حواس خمسہ اور عقل سے ماروا ہے۔ جو تُو نورِ نبوت یا نورِ ولایت سے خاص خاص لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔

(تفسیر عزیزی)

حضور قبلہ عالم خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنویؒ والئی نیریاں شریف عشق کی اس جَست کو یوں واضح فرماتے ہی:

مطلوب حقیقی اور مقصود حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اہل طریقت اور فقراء لوگ اسی گوہر مقصود کو پانے کے لیے دریائے معرفت و حقیقت میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ یہی

حقیقتاً صراط مستقیم ہے، جو نبیین، صدیقین اور شہداء و صالحین کا راستہ ہے۔

(خلیفہ فقیر محمد تتپانوی، گنج نورانی، ص ۲۰)

مفسرین علماء ربانیین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ راہِ حق کی ایسی نشاندہی فرما دی گئی کہ اگر کوئی صراط مستقیم کا صحیح طلبگار ہو گا وہ صبح قیامت تک آسانی سے پہچان لے گا۔ راستہ اُن لوگوں کا جن پر تیری بخشش ہو چکی ہے۔ جو کہ انبیائے کرام، صدیقین بالیقین، شہداء عظام اور اولیائے صالحین ہیں۔ سیدھے راستے کی پہچان یہی ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور چنیدہ بندوں کی عقائد و معمولات میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ہر انسان میں اتنی صلاحیت اور واقفیت نہیں ہوتی کہ وہ براہِ راست قرآن و حدیث کو سمجھ سکے۔ صحیح عقائد اور مسائل اخذ کر سکے۔ اسی لیے ہمیں علمائے ربانیین اور صالحین امت کی تقلید اور نقوش قدم کی پیروی کا پابند کیا گیا ہے اور سبیل المومنین اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

کتب کے مطالعہ، تقریر و تحریر سے ایک حقیقت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے اب تو ما شاء اللہ سوشل میڈیا کا دور دورہ ہے آپ بڑی آسانی سے جان سکتے ہیں کہ وہ کون سی جماعت والے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کو وحدہ لا شریک جانتے ہوئے اُس کی محبت اور تاجدار ختم نبوت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی یقین کرتے ہوئے اُن کا عشق و ادب رکھتے ہیں اور اُن تمام کمالات و اختیارات کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں جو رب کائنات نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔

اہل بیت اطہار، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السلام کس جماعت کے پیشوا اور مقتداء ہیں۔ علمائے ربانیین، اولیائے کاملین قرون اولیٰ سے لے کر آج تک کس جماعت سے ظاہر ہو رہے ہیں؟ جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے ظاہری و باطنی فیض اور علمی وراثت کا امین و قاسم بنایا جاتا ہے اور اس طرح مخلوق خدا کی ہدایت اور تزکیہ نفس کی عظیم ذمہ داری ان بندگان خدا کو سونپی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں کہ روحانی اسلام کبھی بھی زوال پذیر نہیں ہوا۔ ہر حال میں یہ اپنی فتوحات جاری رکھتا ہے۔ اسلام کی اس

کامیابی کا سہرا انہی پاکانِ امت کے سر ہے جن کی صورت میں خدائی جلوے رکھ دیے گئے اور سیرت میں مصطفائی جلوے موجود ہیں۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں عارفین باللہ، عاشقین رسول اللہ ﷺ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کی موجودگی ہدایت یافتہ ہونے کی عظیم نشانی ہے۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ نجات
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ○ (الفاتحة، ۱:۷)

ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا○

جمہور مفسرین یہود و نصاریٰ مراد لیتے ہیں اور وہ ۷۲ فرقے جن کے بارے میں صحیح حدیث میں نشاندہی کی گئی ہے۔ شومئی قسمت امت مسلسل فرقوں میں بٹ رہی ہے۔ بعض تو وہ ہیں جو ضروریات دین کے منکرین، کچھ وہ ہیں جو ذات باری تعالیٰ اور صفات میں توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کہیں حدیث اور فقہ کو چھوڑنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کہیں جانِ ایمان تاجدار ختم نبوت ﷺ کی شان وعظمت کا انکار اور بے ادبی و توہین کے جملے لکھے اور بولے جا رہے ہیں۔ وہ گروہ بھی مارکیٹ میں موجود ہیں جو اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغض و دشمنی پھیلانے میں مصروف ہیں اور وہ لوگ بھی کم نہیں ہیں جو پاکانِ امت اولیائے کاملین جن کے دم قدم سے دین اسلام کی بہاریں قائم ہیں اُن کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

یہ سب ٹیڑھے راستوں کے مسافر ہیں اور مسلمہ حقیقت ہے کہ ٹیڑھے راستے پہ چلنے والا کبھی بھی منزل مقصود پہ نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لیے بدعقیدہ، بدعمل اور گمراہوں سے اور اُن کے مذہبی معاملات، رسم و رواج سے پرہیز لازم ہے ورنہ اُن کی سنگت وصحبت گمراہی اور خدا تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ دعا میں شامل رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ان مقہور لوگوں کے راستوں سے بچائے جو خدائی غضب کا شکار ہو گئے اور ہمیں انعام یافتہ و ہدایت یافتہ

لوگوں کی راہ پہ استقامت کے ساتھ رہنے، جینے اور مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین.

بمعنیٰ استجب، مولیٰ تعالیٰ جو دُعا مانگی گئی اسے قبول فرما۔ سورت فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ نماز میں آہستہ کہنا احادیث سے ثابت ہے۔ آئیں ہم سب ایک دوسرے کے لیے اُن الفاظ میں مالک الملک رب کریم کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہیں جو صاحب علم لدنّی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد عبدالرحمٰن قادریؒ نے اپنی کتاب مستطاب مجموعہ صلاۃ الرسول ﷺ میں درج فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سیّدنا مُحمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سیّدنا مُحمَّدٍ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اَنتَ اَنتَ الکَافِی وَ اَنتَ اَنتَ الھَادِیُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بِالاِستِقَامَۃِ اِلیٰ ضَربِ سَبیلِکَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ وَ ھُوَ صِرَاطَ المُحبِّینَ وَالمَحْبُوبِیْنَ یُبَشَّرُھُمْ بِجَلب حُبِّ اللہِ وَ اِطَاعَۃِ رسولِ اللہ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ اللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوذُبِکَ مِنْ کَرْبِکَ وَ سَخَطَتِکَ وَ غَضَبِکَ آمین. اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّم عَلٰی سَیِّدِنَا محَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سیِّدنا مُحمَّدٍ صِرَاطِ المُسْتَقِیْم. غَیرِ المَغضُوبِ عَلَھم ولا الضَّالّین، لَا تَجعلنا ضالّین وَلَا مُضلّین وَلَا عَن بابِک مَطرودین وَاحشُرنا فِی زُمرۃ النّبیّین وَالصَّدِیقین وَالشّھداءِ وَالصَّالِحِینَ.

اعجازِ قرآن

اللہ رحمٰن و رحیم پروردگار نے اپنے بندوں کی راہنمائی اور حقیقی کامیابی و کامرانی کے لیے جو الہامی صحیفہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے قلبِ اطہر پہ نازل کیا اُسے قرآن مجید کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ ایک کتاب ہے لیکن اِس کی شان ہی نرالی ہے۔ یہ زندہ خدا کا زندہ کلام ہے۔ قرآن قرات سے ہے جس کا معنیٰ پڑھنا ہے۔ یہی تو وہ کتاب ہے جسے سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اِسی لیے اسے قرآن کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اٹھاون (۵۸) مرتبہ یہی نام اِس (قرآن) میں مذکور ہے۔ کتاب، ذکر اور فرقان کے علاوہ بھی نام موجود ہیں۔ فرقان بھی فرق سے ہے، یہ کتاب حق و باطل، ایمان و کفر اور خیر و شر کے درمیان فرق کرتی ہے۔ اسی طرح کتاب بھی کتب سے ہے جس کے معنیٰ جمع کرنا۔ اس میں مختلف قصص، آیات، احکام اور نواہی جمع کر دیے گئے ہیں۔ غرضیکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ جلیل القدر اور عظیم الشّان کتاب ہے جس میں ایک طرف حلال و حرام کے احکام، عبرتوں اور نصیحتوں کے اقوال، گزشتہ امتوں کے واقعات اور جنت و دوزخ کے حالات مذکور ہیں اور دوسری طرف اِس میں علوم و معارف کے خزانوں کے بے شمار ایسے سمندر موجیں مار رہے ہیں جو قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے۔

قرآنی فیضان کی وسعتیں دنیا و آخرت کو گھیرے ہوئے ہیں، لیکن یاد رہے! یہ بے نیاز کا بے نیاز کلام ہے۔ اس کا فیض ہر پیاسے کو اُس کی پیاس کے مطابق سیراب کرتا ہے۔ حالانکہ بڑے سنجیدہ اور ذہین لوگ خدمت گاری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ لکھنے والوں میں ماننے والے بھی ہیں اور نہ ماننے والے بھی۔ عرب و عجم سے بھی تعصب و عناد کی عینک پہن کے پڑھنے، لکھنے والے بھی اور دوسری طرف راہِ حق کے متلاشی میخانہ معرفت کے جام پینے والے بھی

قرآنی علوم و معارف کے سمندر میں غوطہ زنی کر کے موتی تلاش کرنے والے بھی۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ اِس کتاب مقدّس کے متعلق جتنا کچھ لکھا گیا ہے اُتنا کسی کتاب یا کسی موضوع پہ نہیں لکھا گیا۔ ہر مخلص، باصلاحیت نے اپنی ہمت کے مطابق انمول موتیوں سے جھولیاں بھریں، لیکن اِس کے علوم و معارف کے خزینے اور اَسرار و رُموز کے گنجینے بھرے کے بھرے رہے اور صبح قیامت تک قرآنی فیضان کا سلسلہ کچھ یوں جاری رہے گا کہ صاحب قرآن ﷺ خود اِس جامعیت وحقیقت سے پردہ کشائی فرماتے ہیں:

لَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخلَقُ عَنْ کَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنقَضِی عَجَائبُه.

(مشکوۃ، کتاب فضائل القرآن)

(قرآن وہ کتاب ہے کہ) علماء اس سے کبھی سیر (مطمئن) نہیں ہوتے۔ بار بار دہراتے اور کثرتِ تکرار سے یہ پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائب (حقائق و اسرار) کبھی ختم نہیں ہوتے۔

قرآن کریم وہ صحیفہ حیات ہے جس کے پہلے معلّم خاتم النبیّن سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی بنایا گیا، جن کے سینہ اطہر پہ اسے نازل کیا گیا۔ خداوند قدّوس ارشاد کرتے ہیں:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ. (النحل، ۱۶: ۸۹)

اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ. (الأنعام، ۶: ۳۸)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جسے صراحتاً یا اشارتاً بیان نہ کر دیا ہو)۔

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ (الرحمن، ۵۵: ۱۔۲)

(وہ) رحمٰن ہی ہے○ جس نے (خود رسولِ عربی ﷺ کو) قرآن سکھایا○

پڑھانے والا خدا ہے اور پڑھنے والے مصطفیٰ کریم ﷺ ہیں۔ کتاب وہ پڑھائی گئی

جس میں خشک و تر ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر چیز کا علم نازل کر رکھا ہے، لیکن ہمارا علم اُس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ **(روح المعانی)**

حضرت ابن عباسؓ سے تو یہاں تک روایت موجود ہے کہ:

لَو ضَاعَ لِی عِقَالُ بَعِیرٍ لَوَجَدتُّهُ فِی کِتَابِ اللهِ.(روح المعانی، ۶: ۱۹۱)

اگر میرے اونٹ کی رَسّی گُم ہو جائے تو میں اُسے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تلاش کرتا ہوں۔

کسی عارف باللہ کا یہ قول بھی کتابوں کی زینت بنا ہوا ہے:

جَمِیعُ العِلمِ فِی القُرآنِ لٰکِن تَقَاصَرَت عَنهُ اَفهَامُ الرِّجَالِ.

(مرقاۃ المفاتیح، ۷:۱۸)

تمام علوم قرآن میں موجود ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مندرجہ بالا آیات و روایات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید اگرچہ بظاہر تیس (۳۰) پاروں کا مجموعہ ہے لیکن اِس کا باطن کروڑوں بلکہ اَربوں علوم و معارف اور اَسرار و رُموز کا ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور رب لم یزل کی بارگاہ سے آنے والی یہی وہ کتاب ہے جس میں پوری کائنات اور سارے عوالم کی ہر ہر چیز کی واضح اور روشن تفصیل موجود ہے۔ ماضی کا ہر ہر واقعہ، حال کا ہر ہر معاملہ اور مستقبل کے ہر ہر حادثے کا بیان قرآنی آیات بیّنات میں ہے۔

یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہے کہ قرآن کی یہ اعجازی شان ہمارے جیسے عام لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ قرآن کی اس اعجازی شان کا کامل اور مکمل ظہور تو صرف اور صرف صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ آپ ﷺ کا ہی معجزہ ہے کہ نہ صرف آپ

ﷺ نے کلام الٰہی کے جلال کو اپنے سینہ اطہر پہ برداشت کیا بلکہ آپ ﷺ نے اس کے تمام مضامین و معانی اور اَسرار و رُموز کو بھی جان لیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اِس شان سے قرآن سکھایا کہ اِس کے نازل ہو جانے کے بعد کائنات عالم کی کوئی شئے ماضی، حال اور مستقبل کا کوئی واقعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوشیدہ نہ رہا۔ اوّلین و آخرین کے نبی ﷺ نے غیب شہادت کو تفصیلی طور پہ جان لیا۔ قرآن کی متعدد آیات اور احادیث میں بیان ہونے والے متعدد واقعات اس عظیم حقیقت پہ گواہ ہیں۔ سلف صالحین مستند مفسرین و محدثین اپنی اپنی کتب میں اسی عقیدہ کی تائید کرتے ہیں۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جن پر خاص فضل ہوتا ہے اُن ہی کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص توجہ سے بقدر ظرف قرآنی علوم و معارف سے حصہ نصیب ہوتا رہا ہے۔ اُن نفوس قدسیہ کے بتائے ہوئے اَسرار و رُموز کتب کے صفحات پہ ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو سینہ بہ سینہ محفوظ رہے اور خاص لوگ ہی اُن سے محظوظ ہوتے رہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ قرآنی علم وحکمت کے پوشیدہ خزانوں سے پردہ کشائی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس غیبی خبر کی تائید ہوتی رہے گی۔

لَا تنقضی عَجَائبُہ.(مشکوٰۃ)

قرآن کے عجیب وغریب مضامین کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے۔

وقتاً فوقتاً اُن کا ظہور ہوتا رہے گا اور قیامت تک امت مسلمہ ان کے فیوضات و برکات سے مستفیض و مالا مال ہوتی رہے گی۔ یہ ہی قرآن پاک ہے جو اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھا اور اپنے اپنے ظرف اور وسعت علمی کے مطابق فیض یاب ہوئے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ بن

عمرؓ سے نقل کیا ہے:

أنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ حَفِظَ البَقَرَةَ فِی بِضعَ عَشرَةَ سَنَة فَلَمَّا حَفِظَهَا نَحَرَ جَزُورًا. (قرطبی، التفسیر، ۱: ۴۰)

بے شک حضرت عمر بن خطابؓ نے سورۃ البقرۃ کو بارہ سال (یا دس سے زائد کچھ سالوں) میں یاد کیا اور جب اسے مکمل یاد کر لیا تو (شکرانے کے طور پر) اونٹ کی قربانی دی۔

آغوشِ نبوت میں پلنے والے حضرت علی المرتضیٰؓ آپ فرماتے ہیں:

کُلُّ مَا فِی القُرآنِ فِی الفَاتِحَةِ وَکُلُّ مَا فِی الفَاتِحَةِ فِی البّسمَلَةِ وَ کُلُّ مَا فِی البَسمَلَةِ فِی البَاءَ وَکُلُّ مَا فِی البَاءِ فِی النُّقطَةِ وَأَنَا النُّقطَةُ تَحتَ البَاءِ. (روح البیان، ج ۱؛ منہج الصادقین)

جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۃ الفاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۃ الفاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے وہ بسم اللہ کی ب میں ہے اور کچھ ب میں ہے وہ ب کے نیچے نقطہ میں ہے وہ نقطہ میں ہی ہوں۔

ایسا کیوں نہ ہو آپؓ تو باب مدینۃ العلم ہیں۔

آپؓ کا یہ فرمان بھی کتب میں ملتا ہے:

اگر میں چاہوں تو سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونٹ بھروا دوں۔

(سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۵۳۶:۲)

بے شمار صاحبانِ علم وحکمت ہیں جن پہ قرآن کے ذریعے کرم نوازیاں کی گئیں، اُن میں حضرت علی بن ابی طالبؓ اخص الخاص ہیں۔ آپ تحدیث نعمت کے طور پہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَطلَعَنِی عَلٰی مَعَانِی سُورَةِ الفَاتِحَةِ فَظَهَرَ مِنهَا مَا اَلفَ عِلمٍ

وَ أَربَعُونَ ألفَ عِلمٍ وَسَبعُمِأةٍ وَّ تِسعُونَ عِلمَا.

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۂ فاتحہ کے (ایسے) معانی پر مطلع فرمایا جن سے ایک لاکھ چالیس ہزار سات سو نوّے (140,790) علوم ظاہر ہوئے۔

سیّد الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعروف غوث الاعظمؓ جب درس قرآن ارشاد فرماتے تو ہزار ہا لوگوں کے اجتماع میں سینکڑوں علماء قلم دوات کے ساتھ موجود ہوتے۔ جیّد علماء ایک آیت کی دس دس گیارہ گیارہ تفسیریں جاننے والوں کے سامنے اُسی آیت کی حضور غوث الاعظمؓ اٹھارہ اٹھارہ تفسیریں بیان کر دیتے۔

ایک مرتبہ تو آپؒ نے ایک آیت کی ۱۳ تفسیریں بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اب ہم قال سے حال کی طرف جاتے ہیں۔ پھر اُسی آیت کے ۴۰ مفہوم و معانی بیان فرمائے۔ (بهجة الاسرار)

قارئین محترم!

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًاo (الکہف، ۱۸:۶۵)

اور ہم نے اسے علمِ لدنی (یعنی اَسرار و معارف کا اِلہامی علم) سکھایا تھاo

کے مصداق نفوس قدسیہ کو بارگاہِ ایزدی سے قرآن کے علم و حکمت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے حکمت و دانائی کے وہ موتی نصیب ہوتے ہیں جو اپنی چمک و دمک میں خاص ہوتے ہیں۔ ان مفاہیم میں عشق و ادب کے جہاں آباد ہوتے ہیں۔

ذرا دیکھیں کہ:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo

(البقرة، ۲: ۲۰۱)

کا یہ ترجمہ زبان زَدِ عام ہے کہ:

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

لیکن علمائے باطن، عارفین کاملین یوں دُعا کرتے ہیں کہ:

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دُنیا میں اپنا قرب و وصال عطا فرما، آخرت میں بھی اپنے قرب و وصال میں رکھنا اور ہمیں آتش ہجر و فراق کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

خاکسار نے با ہوش زندگی کے تقریباً ۳۰ سال سے زائد عرصہ مرشد کریم عالم ربّانی شارح مثنوی عارف باللہ حضور شیخ العالم سیّدنا پیر علاؤ الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت و صحبت میں گزارنے کا شرف نصیب رہا ہے۔ سبحان اللہ! جب کبھی آپ آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کا مفہوم اپنے عارفانہ انداز و الفاظ میں بیان کرتے جیّد علماء بھی حیران و ششدر ہو کے کہنے پہ مجبور ہو جاتے واللہ! آج بھی سینے موجود ہیں جن میں قرآنی علوم و معارف کے خزینے موجود ہیں۔ دراصل آپ اُسی جماعت کے فرد ہیں جو

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ. (ترمذی، السنن، کتاب: العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۴۸:۵، رقم: ۲۶۸۲)

بے شک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

کے مصداق ہیں۔ کہ یہی با عظمت لوگ انبیاء علیہم السلام کے علوم ظاہر و باطنی کے جامع ہیں۔ تلقین و ترغیب کے دوران درج ذیل آیت مبارکہ کی وضاحت فرمائی۔ ارشاد کردہ مفہوم کو الفاظ کا رُوپ دینے کی کوشش کرتا ہوں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ. (الأحزاب، ۴:۳۳)

اللہ نے کسی آدمی کے لیے اس کے پہلو میں دو دِل نہیں بنائے۔

بندہ غیر اللہ کے ساتھ جس قدر مشغول ہو اُسی قدر اللہ تعالیٰ سے دُوری ہو گی۔ محبت ہی وہ نعمت ہے جس سے دل کو غیر کے خیالات سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ معبودِ حقیقی ہے محبوبِ

حقیقی ہے۔ سالک راہِ طریقت جب معبود برحق کو مقصود بناتے ہوئے اُسی کی محبت کے نور میں قرب و دیدار کا سفر شروع کر دے ایک دن ان شاء اللہ اُس کا دل دنیا کی محبت سے پاک ہو جائے گا۔ اُس کی محبت عشق میں بدل جائے گی۔ تو پھر عاشق معشوق کا مقیّد ہو جاتا ہے۔ وہ ہمہ وقت طلب، جستجو اور شوقِ دیدار میں تڑپتا رہتا ہے۔ تلاش محبوب میں سرگرداں رہتا ہے۔ پھر کلمہ شریف کا یہی مفہوم اُس کے پیش نظر رہتا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ.

ذاتِ الٰہی کے سوا کوئی محبوب، معشوق، مقصود اور معبود نہیں ہے۔

تصوّف میں مرد ہے ہی وہ جو طالب مولا ہو۔

ھو المقصود، ھو المعبود، ھو المحبوب.

وہی محبوب حقیقی ہے۔ لہٰذا مردِ کامل وہی ہوتا ہے جس کے دل کی طرح دلبر و دلدار بھی ایک ہی ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ دو دو ہاتھ، دو دو پاؤں، آنکھیں اور کان دو دو دینے والے نے دل ایک اسی لیے ایک دیا ہے کہ دینے والا ایک ہے اور دل میں ہی قدرت نے وہ جامعیت و وسعت رکھی ہے کہ وہاں عرشی جلوے آتے بھی ہیں اور سماتے بھی ہیں بشرطیکہ

رُوح و دِل جانبِ دِلدار رَا

جامعیّت قرآن

گزشتہ انبیاء و رُسل علیہم السلام کے زمانہ میں وحی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ہر الہامی کتاب کا بدل آنے والے زمانے میں کسی دوسری الہامی کتاب یا صحیفے کی صورت میں میسّر آ رہا تھا۔ اسی لیے اُن کتابوں کو اس قدر جامعیّت نہیں دی گی اور نہ ہی قرآن کی طرح اُن کتابوں کو ہمیشہ کی طرح اصل حیثیت میں برقرار رکھنے کا اہتمام کیا گیا۔ کیونکہ تاجدار ختم نبوت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ تو کسی نئے نبی اور رسول نے آنا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی آسمانی

کتاب۔ اب صبح قیامت تک نبوت محمدی کے احکام و شریعت کا نام اسلام ہے۔ اسی لیے نبی آخر الزماں ﷺ پہ نازل ہونے والے قرآن کو عالمگیر و ہمہ گیر اور ابدی و دائمی بنانے کے لیے اس قدر جامع کر دیا کہ انسانیت کو سب کچھ اس کے دامن سے میسر آتا رہے۔ کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کی نہ ضرورت ہے اور نہ رہے گی۔ جامعیت کا ذکر یوں بھی کیا گیا ہے۔

يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً○ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ○ (البینة، ۹۸:۲۔۳)

جو (ان پر) پاکیزہ اوراقِ (قرآن) کی تلاوت فرماتے ہیں○ جن میں درست اور مستحکم احکام (درج) ہیں○

اور دوسری آیت میں صاحب قرآن ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہی بتایا جا رہا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○ (التوبة، ۳۳: ۹)

وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے○

غلبہ دین کے لیے رحمت عالم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہوئے اور قرآن کو سرچشمہ ہدایت جانتے ہوئے زندگی کے ہر لمحے اور ہر معاملے میں کتاب و سنت سے رہنمائی ضروری ہے۔

قرآن مجید بظاہر تیس (۳۰) پاروں پر مشتمل ہے لیکن جامعیت کا یہ عالم ہے کہ انسانی زندگی کا جن جن چیزوں پر انحصار ہے وہ اس میں موجود ہیں۔ علوم و معارف کا ناپیدا کنار سمندر ہے۔ قرآن ہی وہ صحیفہ حیات ہے جو انسان کو اپنے خالق و مالک کی حقیقی معرفت عطا کرتا ہے۔ انسانیت کا بخت سنوارتا ہے۔ کفر و گمراہی کے اندھیرے کافور ہوتے ہیں۔ قلوب و اذہان اسلام کے نور سے پرنور ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کی صورت میں انسان کے ہاتھوں حبل اللہ (اللہ کی

رَسّی) میسر آ جاتی ہے۔ اسی لیے معاملات زندگی سنوارنے کے سلیقے ملتے ہیں، چاہے اُن کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے، حالت امن سے ہو یا حالت جنگ سے، عبادت و ریاضت سے ہو یا بہادری و شجاعت سے، ان کا تعلق معاشرت سے یا معاش سے، تجارت سے یا سیاست سے، انفرادی و یا اجتماعی، ایک عام شہری ہو یا وقت کا حاکم ہو غرضیکہ زندگی کے تمام طبقات کے تمام معاملات کی حسین و دلکش رہنمائی و پیشوائی کرتا ہے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جو انسان قرآنی احکام و نصیحت کے تابع ہو جاتے ہیں ناکامی اُن کے قریب ہی نہیں آ سکتی ہے۔ اسی کا تو یہ فیضان ہے، جس نے عرب کے بدوؤں اور جہالت کے مارے ہوئے لوگوں کو دنیا کا امام بنا دیا۔ انسانی حقوق اور معاشرتی حقوق و آداب سے ناواقف کو ہادی و رہبر بنا دیا۔ کلام الٰہی قرآن کی صورت میں

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ. (البقرة، ۲:۲۳)

تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

اگر کسی کو اس کے الہامی کتاب ہونے میں شک ہے تو اس کی مثل ایک چھوٹی سی سورت لے آؤ۔ ہرگز نہیں لاسکیں گے، کے کھلے چیلنج کے ساتھ قرآن نورِ ہدایت پھیلانے میں مصروف ہے۔ بے شمار لوگ متاثر ہو کر نبی دو عالم ﷺ کے دامن کرم میں پناہ لے رہے ہیں اور اب وہ فلاح دارین کا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں اور دنیا میں اس حقیقت کی خوب پذیرائی ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کی ہر سورت و ہر آیت معجزہ ہے، جس کی مثل نہ کوئی لا سکا ہے اور نہ آئندہ لا سکے گا۔

قرآن ایک اَخلاقی درس ہے اور اسلام دین محبت ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. (البقرة، ۲: ۲۵۶)

دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج، ۲۲:۷۸)

اور اُس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اسلام امن و محبت کا دین ہے، خوف و ہراس کا نہیں اور نہ ہی اس میں تعصب اور نہ تشدد۔ الجہاد فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں سعی و کوشش کرنا، اشاعت اسلام کے لیے جدوجہد کرنا اور مخالفین سے دفاع کرنا امت مسلمہ میں یہ فریضہ جاری رہتا ہے۔ سابقہ انبیاء و رُسل علیہم السلام نے وحی و کتب کے ذریعے رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ داعی اسلام سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نازل ہونے والے قرآن کے صورت میں اُسی فیضان ہدایت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ قرآن عظیم اپنا تعارف

هُدًى لِّلنَّاسِ.

کے ٹائیٹل کے ساتھ کراتا ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ رنگ، نسل، ملک کا امتیاز کیے بغیر نورِ ہدایت مہیا کرتا ہے۔ گمراہی کے اندھیروں سے نکالتا ہے اور علم و معرفت کے اُجالوں میں لے آتا ہے۔ ظاہری وجاہتیں اور باطنی طہارتیں عطا کرتا ہے۔ وہ ایمان والے جو اُخروی کامیابی کو منزلِ خاص بنا لیتے ہیں اِنہیں یہ ہدایت راستے کی مکمل نشاندہی کرتے ہوئے اصل منزل پہ پہنچا دیتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس ہدایتِ خاص کے لیے ایمان کامل اور عمل صالح شرط ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ (یونس، ۱۰:۹)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ان کا رب ان کے ایمان کے باعث (جنتوں تک) پہنچا دے گا، جہاں ان (کی رہائش گاہوں) کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی (یہ ٹھکانے) اُخروی نعمت کے باغات میں (ہوں گے) ○

وہ خاص الخاص بندگانِ خدا، غلامانِ مصطفیٰ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق دل و جان

سے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ذاتِ الٰہی کو محبوبِ حقیقی بنا لیتے ہیں اور محبوبِ خدا صاحب قرآن ﷺ کی محبت وعشق میں فناء ہو کر اُسوۂ رسولی اپناتے ہیں اور قرآنی ہدایت پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ انہیں قرآن صرف منزل مقصود کی روشنی مہیا نہیں کرتا بلکہ راہِ حق کے مسافروں کو خیر و عافیت کے ساتھ منزل مراد تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ ضمانت صرف زندہ خدا کا نام زندہ کلام ہی دیتا ہے۔

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ○ (محمد، ۴۷: ۵)

وہ عنقریب انہیں (جنت کی) سیدھی راہ پر ڈال دے گا اور ان کے احوالِ (اُخروی) کو خوب بہتر کر دے گا○

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ. (الاسراء، ۱۷: ۹)

بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے۔

وہ باہمت خوش نصیب جب منزل پر پہنچتے ہیں یا پہنچیں گے تو یہ نعرے بلند کریں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰنَا لِهٰذَا. (الأعراف، ۷: ۴۳)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا۔

اِس لیے حق تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (الحجر، ۱۵: ۹)

بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○

سبحان اللہ! صدیاں گزر چکی ہیں ایسی اِس کی حفاظت ہو رہی ہے کہ کوئی شخص اِس میں زیر و زبر کا فرق نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا۔ وہ قرآن جو صاحبِ قرآن علیہ السلام پر اترا تھا بعینہ اُسی زبان میں موجود ہے۔ یہ آپ علیہ السلام کا عظیم معجزہ بھی ہے۔

سبحان اللہ! الفاظ بھی محفوظ ہیں، پڑھنے کے طریقے بھی اور لکھنے کی سلیقے بھی محفوظ

ہیں۔ صرف کاغذ پہ ہی نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ جس طرح تاجدارِ ختم نبوت، رحمت دو عالم سارے جہان کے لیے رحمت و ہدایت ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن پہ نازل ہونے والے قرآن کو بھی ہمیشہ کے لیے اور سب کے لیے ہدایت و رحمت بنایا ہے۔ بلکہ قیامت کے دن بھی قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی شفاعت سے ہی جنت کے دروازے کھلیں گے۔ **ان شاء اللہ.**

قرآن اور سائنس

قرآن تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے علوم اُسی کا فیضان نظر آتے ہیں۔ اس لا ریب و بے عیب کتاب میں تو ایسی کوئی آیت نہیں جو سائنسی علوم سے روکتی ہو، بلکہ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ کائنات میں پھیلی ہوئی اشیاء کے نام، خاصیّت ہر چیز کے فائدہ ونقصان کے بارے سیکھ کے دنیا میں تشریف لائے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا. (البقرة، ۲:۳۱)

اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے۔

صاحب تفسیر رُوح المعانی رقمطراز ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے حقائق اور خواص کا علم عطا فرمایا۔

مادّی دُنیا کی کسی چیز کی حقیقت اور خاصیّت کا مطالعہ کر کے اُس کا فائدہ اور نقصان معلوم کرنا ہی سائنس کہلاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت یا عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ مختلف اشیاء کے نام اور اُن میں چھپے راز پوچھے تاکہ واضح ہو جائے کہ برتری اور خلافت وحکومت کے لیے صرف عبادت کافی نہیں بلکہ کائنات میں پھیلی ہوئی اشیاء کے فائدے ونقصان کی تفصیل کا علم بھی ضروری ہے۔ ابوالبشر علیہ السلام کو پیدا کر کے سب سے پہلے سائنسی اور دُنیاوی علوم سکھائے گئے۔

تاجدارِ ختم نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی وحی کا پہلا لفظ اِقْرَاْ پڑھنے کی دعوت دے

رہا ہے کہ حضرت انسان! تجھے ہر حال میں مظاہرِ فطرت کے سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زَن ہونا ہے۔ قرآنی علوم کے نُور سے صحیح معنوں سے فیض یاب ہونے کے لیے قرآنی آیات میں جا بجا بکھرے ہوئے سائنسی حقائق میں غور وفکر کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس کی متعدد آیات میں بہت سے قدرتی حوادِث سے متعلق بہت سے مشاہدات اور شواہد ملتے ہیں اور اُن میں ایسی تشریح و تفصیلات موجود ہیں جو جدید سائنسی مواد و معلومات سے کُلّی طور مطابقت رکھتی ہیں۔ سائنسی نوعیّت کے حیران کُن بیانات قرآن میں موجود ہیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ نُزولِ قرآن کے وقت سائنسی معلومات اور انکشافات کا وقت نہیں تھا بلکہ اب صدیوں بعد سائنسی عروج کے زمانہ میں جو معلومات و انکشافات سامنے آ رہی ہیں وہ صدیوں پہلے قرآنی آیات، اِشارات اور کنایات میں موجود ہیں۔ اب جُوں جُوں جدید سائنس ترقی کرتی جا رہی ہے قرآن کی ناقابل تردید صداقت نکھر کر سامنے آ رہی ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ کلام الٰہی ہے۔ صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔

قرآن کریم کی آیات طیبات میں ایسے ایسے علوم و معارف جمع کر دیے گئے ہیں کہ اس کے نزول سے پہلے کسی عالم، کسی حکیم، کسی فلسفی و سائنسدان کو ان کی خبر تک نہ تھی۔ سائنسی تحقیقات، ایجادات اور انکشافات کا کارواں چودہ صدیاں رواں دواں رہنے کے بعد آج بمشکل ان قرآنی علوم و معارف کو سمجھنے کے قابل ہوا۔ طوالت سے بچتے ہوئے چند آیات مقدسہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اِنَّهٗ خَبِيْرٌم بِمَا تَفْعَلُوْنَ ○ (النّمل، ۲۷: ۸۸)

اور (اے انسان!) تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ جمے ہوئے ہیں حالاں کہ وہ بادل کے اڑنے کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔ (یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو (حکمت و تدبیر کے ساتھ) مضبوط و مستحکم بنا رکھا ہے۔ بے شک وہ ان

سب (کاموں) سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو○

جدید سائنسی تحقیق: بادلوں کے بڑھنے کی رفتار تقریباً اتنی ہی ہے جتنی زمین کے اپنے چکر لگانے کی ہوتی ہے اور پہاڑ زمین کے ساتھ ہیں اور یہ کہ ہمالیہ ہر سال تقریباً دو انچ اونچا ہو جاتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ○ (الأنبیاء، ۲۱: ۳۰)

اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے پس ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا، اور ہم نے (زمین پر) پیکرِ حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی، تو کیا وہ (قرآن کے بیان کردہ اِن حقائق سے آگاہ ہو کر بھی) ایمان نہیں لاتے○

جدید سائنسی تحقیق: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان، حیوان، پودے اور حتیٰ کہ وائرس تک سب پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ○

(یٰس، ۳۶: ۸۰)

جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کی پھر اب تم اسی سے آگ سلگاتے ہو○

جدید سائنسی تحقیق: ہرے بھرے درختوں میں آکسیجن ہوتی ہے جو آگ پیدا کرنے میں مدد کرتی ہے اور ہم اُس کی وجہ سے آگ روشن کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ○ (النحل، ۱۶: ۶۸)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیںo

جدید سائنسی تحقیق: موجودہ سائنس نے ثابت کر دیا کہ واقعی شہد کی مکھّی کے بدن سے ایک رنگ برنگ شربت شہد میں پھلّوں کے رَس کے علاوہ شامل ہوتا ہے جس میں شفاء ہے۔

وَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَo

(الذاریات، ۵۱: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے پیدا فرمائے تاکہ تم دھیان کرو اور سمجھوo

جدید سائنسی تحقیق: کائنات کی ہر چیز جاندار ہو یا غیر جاندار جوڑا جوڑا پیدا کی گئی۔

المختصر علمِ انسانی صد ہا سال سفر طے کرنے کے بعد جہاں آج پہنچا ہے قرآن حکیم نے اِس حقیقت سے پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا۔ مزید بھی درجنوں آیات میں بے شمار ایسے اَسرار بے نقاب کر دیے گئے ہیں جو نزولِ قرآن کے وقت انسان کے علم کی رسائی سے ما وراء تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ قرآنی صداقتوں کو تسلیم کرتے ہوئے دین اسلام کے سامنے سرِ تسلیم خَم کر گئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ دنیا میں سب سے زیادہ قبول کیا جانے والا مذہب دین اسلام ہی ہے۔

قرآن کے صفحات میں موجود آیات جہاں دیگر علم وحکمت، دانائی اور سائنسی علوم کے راز کشائی کرتی ہیں وہاں انبیائے عظام اور اولیائے کرام کے معجزات و کرامات کو بھی بیان کرتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت پہ جلوہ فرما ہو کر ہوا کے دوش پہ سفر کرنا۔ ڈیڑھ ہزار میل دُور سے بھاری بھرکم تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک

ولی اللہ کا دربار میں پیش کر دینا۔

اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ. (النّمل، ۲۷: ۴۰)

میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام لشکر کے ساتھ گزر رہے ہیں دو میل دُور ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے گفتگو کی کہ سب کی سب بِل میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالے۔ اُس کی بات سن کر آپ مسکرائے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد نابینا کو آنکھیں دینا، مُردے زندہ کر دینا، سیدہ مریم علیہا السلام کا سُوکھے درخت سے تازہ کھجوریں حاصل کرنا اور مقفّل گھر میں بے موسم پھل کھانا۔ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چاند کو دو ٹکڑے کر دینا اور تھوڑے سے وقت میں مکاں سے لا مکاں اور قاب قوسین کی منزل سے ہو کر واپس آ جانا۔

مندرجہ بالا وہ کمالات و معجزات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندوں انبیاء اور اولیاء سے صادر ہوئے۔ معجزات و کرامات سبب و علّت کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ قدرت الٰہیہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور مسبب الاسباب اپنے خاص بندوں کے ذریعے انہیں ظاہر کر کے اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ حق کو واضح کرتا ہے اور اپنے محبوب بندوں کی شان و کمالات کا عملی مظاہرہ دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ کے برگزیدہ افضل و اعلیٰ مخلوق انبیاء و رُسل علیہم السلام ہیں۔ یہ ظاہری جمال اور باطنی کمال میں بے مثل ہیں۔ علم، عقل، حکمت و دانائی، کمالات و اختیارات میں غیر نبی اُن کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

سائنس صدیوں بعد مادّی کائنات میں تجربات سے گزر کر اَسباب کے ذریعے جدید ٹیکنالوجی پیش کرنے کے قابل ہوئی۔ ہزاروں سال پہلے سلیمان علیہ السلام دو میل دُور سے چیونٹی کا کلام سنتے ہیں۔ کیا سائنس نے کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو چیونٹی کی گفتگو سنا سکتا ہو کہ

وہ کیا کہہ رہی ہے؟ ادویات اور آلات کے ذریعے پر اثر دوائیں اور لا علاج اَمراض کی تشخیص و علاج ممکن ہو رہا ہے۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا مادَر زَاد نابینا کو بینائی، مُردے کو دوبارہ زندہ کر دینا بتا رہا ہے کہ جہاں سے اِن کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے ان خدا والوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں اب سیّارگان مریخ و چاند تک کے سفر ہو رہے ہیں۔ کیا یہ بتایا جا سکتا ہے کہ مکہ کی وادی میں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کفار کے مطالبہ سے اُنگلی کا اشارہ کر کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا کیا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ○ (القمر، ۵۴: ۱)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دوٹکڑے ہوگیا○

اُس وقت نبی آخر الزماں ﷺ کی اُنگلی سے کون سی شعاع نکلی جس نے چاند کے ٹکڑے کر دیے۔ جبکہ صدیوں بعد اب سائنس گُردے میں پتھری کو ٹکڑے کرنے کے قابل ہوئی۔

آئن سٹائن کا نظریہ اضافت کے مطابق روشنی کی رفتار کا حصول اور اُس کے نتیجے میں حرکت پذیر مادّی جسم پر وقت کا تھم جانا اور وقت اور مسافت کا سمٹ جانا وغیرہ وغیرہ یہ تو بہت بعد کی سائنسی معلومات ہیں جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء تاجدار ختم نبوت سیّاح لا مکاں ﷺ سے بغیر خلائی سفر کے ضروریات کے پورا کرنے کے لیے برّاق کی رفتار سے سفر کر کے ساتوں آسمانوں سے پار ساتوں آسمانوں سے گزر کر قاب قوسین کی منزل سے ہو کر واپس آئے تو کنڈی ہل رہی تھی، بستر گرم تھا اور وضو کا پانی چل رہا تھا۔

اب انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی بھی ترقی کر لے، جتنے بھی پاور فُل راکٹ تیار کر لے آسمانی و مکانی حدود کو چھوڑ کر کبھی بھی لا مکاں کی بلندیوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ یہ سائنس کی کرشماتی طاقت سے جتنا بھی خلاؤں اور بلندیوں کا سفر کرتے چلے جائیں نبی آخر الزماں سیّاح لا مکاں ﷺ کے قدمین مبارک اوپر ہی نظر آئیں گے۔ اقبال کہتے ہیں:

تُو معنیٰ وَالنَّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

اِس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ سائنس خلائی سفر کی ترقی حاصل کرنے میں واقعہ معراج کی اتّباع کرتے ہوئے تسخیرِ کائنات کا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ روز بروز جدید سائنس کائنات میں موجود سچائیوں تک رسائی حاصل کر رہی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خبر ملی ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کے زَد میں ہے گردوں

آپ ﷺ کے اِس معجزۂ معراج میں بھی ہزاروں معجزات ہیں بلکہ آپ ﷺ کی تو ذات ہی معجزہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا○

(النساء، ۴: ۱۷۴)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیل قاطع آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نُور (بھی) اتار دیا ہے○

نوجوانانِ ملّتِ اسلامیہ

کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نازل ہونے والی پہلی وحی کی دوسری آیت:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ (العلق، ۹۶: ۲)

اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا○

حیاتیات، جینیات کی سائنسی اَساس۔

اور پانچویں آیت:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ○ (العلق، ۹۶: ۵)

جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا○

علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفہ و سائنس کے تمام میادین میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول رہی ہے۔ بلکہ قرآن تو ہمیں سائنسی علوم کو ترقی دینے کی دعوت دے رہا ہے۔

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ.

(فصلت، ۴۱: ۵۳)

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

بار بار عقلِ انسانی کو متوجہ کیا جا رہا ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○

کیا تم نہیں سوچتے؟○

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ.

تو کیا غور و فکر نہیں کرتے؟

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (آل عمران، ۳: ۱۹۱)

اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں۔

اِس کے علاوہ کئی آیات مقدسہ ہیں جن میں مالکِ اَرض و سماء کائنات کے پھیلے

ہوئے نظام میں اور خود حضرت انسان میں جو حقائق ہیں اُن میں تدبّر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اَنفُس و آفاق میں موجود حقیقتوں اور حکمتوں اور پیدا کرنے کی قدرتوں سے جس قدر آشنائی ہو گی اُتنا ہی معرفت الٰہی اور حبِّ الٰہی کے نور سے روح و دل منور ہوں گے اور ہوتے ہیں۔

کیا سہانہ دور تھا

اُمت مسلمہ کے لیے آٹھویں اور بارہوں صدی کا زمانہ انتہائی ترقی و عروج کا دور تھا۔ سائنسی علوم کی تعلیم و تحقیق کے لیے جامعات قائم تھے۔ اسلامی اداروں میں مطالعہ اور تحقیقات بڑے پیمانے پہ جاری تھیں۔ اسلامی دنیا بیک وقت مذہب اور سائنس پڑھنے میں مصروف تھی۔ تمام یورپ سے طلباء ان جامعات سے سائنسی علوم حاصل کرنے کے لیے موجود ہوتے اور اُس وقت عیسائی دنیا میں سائنسی علوم پہ پابندیاں تھیں۔ ثومئی قسمت ایک عرصہ سے سائنسی علوم کے حصول میں امت مسلمہ سستی و غفلت کا شکار ہو گئی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

قرونِ وسطیٰ میں مسلمان سائنسدانوں نے جن سائنسی علوم کی فصل بوئی تھی آج وہ پک کر جوان ہو چکی ہے۔ موجودہ دور میں اُس کی بنیاد سے گوناگوں فائدے اور آسائشیں حاصل کی جا رہی ہیں۔ مسلمان جب تک قرآنی ورثہ کی علمی و عملی راہ پہ گامزن رہے دنیا کے مقتداء اور امام رہے۔ جونہی علمی ورثہ سے رُوگردانی کی، غفلت کا شکار ہوئے ذلت و پستی کی نہ ختم ہونے والی گہرائیوں میں گرنا شروع ہو گئے۔ آج ہمارے اَسلاف کے عملی اور تحقیقی ورثہ کے وارث اغیار ہیں۔ داعی اسلام ﷺ اور قرآن کے خلاف جو لوگ ہیں اور امت مسلمہ اُن کے ملکوں میں علمی، ثقافتی، سیاسی و معاشی میدان میں بھیک مانگتی نظر آتی ہے۔

واپس لوٹنا پڑے گا

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قرآن و حدیث میں اس قدر ترغیب کے باوجود ماننے والے اُتنے ہی علمی میدان میں سب سے پیچھے دکھائی دیتے ہیں۔ اس حقیقت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے علم و آگہی کی طرف واپس آؤ کہ دینی اور دنیاوی علوم کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ کامیابی کے لیے دونوں زینے طے کرنا پڑیں گے ورنہ اسلامی غلبے اور دنیاوی وقار سے محروم ہی رہیں گے۔

عالم اسلام کے موجودہ زَوال و وَبال کو کمال و جمال میں بدلنے اور نوجوان نسل کے شکوک و شبہات دور کر کے یقین کامل کی راہ پہ گامزن کرنے کے لیے ہمیں قرآنی تعلیمات کی عقلی و سائنسی تعلیم و تحقیق سے آگاہی ضروری ہے۔ اب ہمیں بلا تاخیر سستی اور غفلت کی رَوِش سے باز آ کر اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں دینی اور سائنسی علوم میں پختگی حاصل کریں تاکہ احیائے دین متین کا فریضہ سرانجام دے کر امت مسلمہ کا کھویا ہوا مقام واپس دلاسکیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ جو شخص جتنا سائنسی علوم جانتا ہے اتنا ہی دین فطرت کے قریب آتا ہے۔ بہت سارے غیر مسلم سائنسدان نورِ اسلام سے سینے روشن کر کے دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ سلیم الفطرت لوگ ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ جدید سائنسی تحقیقات اور علوم قرآنیہ کے مابین نا قابل تصور یگانگت اور مطابقت دیکھنے میں ملتی ہے۔

ترجمہ وتفسیر قرآن کے لیے ضروری علوم

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ نازل فرمانے والے ربّ قدّوس کا اُمت مسلمہ پہ یہ خاص احسان ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود وہ قرآن حکیم جسے عرش عظیم کے رب نے اپنے محبوب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نازل فرمایا، جس کو سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور جامع قرآن سیدنا عثمان غنیؓ نے قریشی لغت کے مطابق ایک صحیفہ میں جس کی تدوین کی وہ ہی قرآن بغیر کسی تحریفِ زبر، زیر کی کمی وبیشی کے اب تک محفوظ ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ دوست اور دُشمن بھی قرآن کی اس معجزانہ حفاظت کو مانتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں۔ جبکہ دیگر تمام آسمانی کتب تورات، زبور، اِنجیل اور دیگر صحائف کے اصل متن دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں۔ وہ اس لیے کہ مالک المُلک نے قرآن کی حفاظت اپنے ذمّہ کرم لے رکھی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (الحجر، ۱۵: ۹)

بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○

قرآن پاک کا اصل متن مسلمانوں کے پاس اَوراق میں موجود ہے اور کروڑوں سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ○ (الزخرف، ۴۳: ۳)

بے شک ہم نے اسے عربی (زبان) کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ سمجھ سکو○

یہ کتاب بالکل روشن و واضح ہے۔ اِس کے مفہوم و مطلب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حق و باطل کو جدا جدا کرنے والی یہ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اِس کے اوّلین

مخاطب لوگوں کی مادری زبان عربی تھی لیکن قرآنی اَدب اور فصاحت و بلاغت کا اپنا ہی معیار ہے۔ اِستعاروں اور جملوں کی ترتیب کے قواعد وضوابط جدا جدا ہیں۔ الفاظ اور اُن کے معانی کے لحاظ سے بھی یہ بڑی وسیع زبان ہے۔ دُنیا میں کوئی زبان اِس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ قرآن تمام اَسالیبِ کلام کا جامع ہے اور تمام اَصنافِ کلام کی خوبیوں اور رَعنائیوں سے مالا مال ہے۔ کیوں نہ ہو یہ کلام الٰہی ہے۔ ذات الٰہی کی طرح یہ بھی قدیم، اَزلی اور اَبدی ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. (الشوریٰ، ۴۲: ۱۱)

اُس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

کی بے مثل شان والے نے اپنے کلام کو بھی بے مثل و بے مثال رکھا ہے۔ کلام الٰہی کا ترجمہ وتفسیر انتہائی مشکل کام ہے۔ ننگی تلوار پہ چلنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی بے احتیاطی اور غفلت سے خود بھی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ صرف عربی زبان کے قواعد جاننے سے بھی کوئی سمجھ بیٹھے کہ وہ قرآن کی مکمل سمجھ بوجھ کے قابل ہوگیا لہٰذا ترجمہ وتفسیر لکھنے بیٹھ جائے۔ خیال رہے کہ ابوجہل، ابولہب اور عبد اللہ بن ابی عربی النّسل تھے لیکن وہ قرآں کی سمجھ اور ہدایت سے محروم رہے کیونکہ وہ پڑھے لکھے تو تھے لیکن صاحب قرآن اللہ کے رسول ﷺ کے بے اَدب اور گستاخ تھے، اُن کی محبت ومعرفت سے محروم تھے، جس کی وجہ سے وہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی عقیدۂ توحید تسلیم کرنے سے قاصر رہے۔

اِس لیے سلف صالحین اور مفسّرین کرام نے قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کے لیے پندرہ (۱۵) اور بعض نے پچیس (۲۵) علوم وفنون میں مہارتِ تامّہ کی شرط لگائی ہے۔ اگر کسی ایک بھی علم وفن سے محروم ہو تو اُسے کوئی حق نہیں کہ وہ قرآن کے ترجمہ وتفسیر کی کوشش کرے۔ درج ذیل اُصول حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ نے مرتب کیے:

۱۔ لغت عربیہ ۲۔ علم النحو ۳۔ علم الصّرف

۴۔علم الاشتقاق ۵۔علم المعانی ۶۔علم البیان

۷۔علم البدیع ۸۔علم القرات ۹۔قواعد شرعیہ

۱۰۔اصول فقہ ۱۱۔علم اسباب النزول ۱۲۔علم ناسخ ومنسوخ

۱۳۔علم الحدیث ۱۴۔علم الموہبہ ۱۵۔فقہ

اِس کے علاوہ مزید درج ذیل شرائط بھی ضروری قرار دی گئیں۔

☆ ذہین ہو☆ قرآن فہمی کی کامل مہارت رکھتا ہوں ☆ علوم اِسلامیہ کے ماہر اور تجربہ کار اَساتذہ سے سبقاً پڑھا ہو☆ ہم عصر جیّد علماء وفضلاء کی نظر میں علم وفہم اور تقویٰ کے لحاظ سے مؤدب ہو☆ متکبّر نہ ہو☆ صحیح العقیدہ ہو۔

پھر تفسیر کے لیے بھی درج ذیل قواعد تحریر کئے گئے ہیں:

۱۔تفسیر القرآن بالقرآن

۲۔تفسیر القرآن بالحدیث

۳۔تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ واہل بیت اطہارؓ

۴۔موجودہ زمانے میں پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کرنا۔

علمائے ربّانیین، صالحین نے امت مندرجہ بالا شرائط مترجم ومفسّر کے لیے اس لیے رکھی ہیں تاکہ ترجمہ وتفسیر آسان نہ سمجھ لیا جائے۔ علمائے حق نے اس عظیم کام کے لیے برسوں تدبّر کیا، دِقّت نظر سے وسعت مطالعہ کا سلسلہ ایک عرصہ جاری رکھا پھر اس کے ساتھ زہد بے ریا اورتقویٰ وطہارت کا روحانی سفر بھی جاری رکھا تاکہ فہم قرآن کے نوری دروازے سے معارف و حقائق کے خزینے تک رسائی حاصل ہو سکے۔ یوں اپنی زندگیاں لگانے کے بعد ترجمہ وتفسیر کا کٹھن کام مکمل کیا۔قرآن کے الفاظ وآیات اتنے جامع و وسیع المعانی اور زور بیاں سے اس قدر

بھرپور ہیں کہ کسی بھی زبان میں ان کے ترجمہ یا ترجمانی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

الفاظ و آیات کا ہمہ گیر پہلوؤں کا احاطہ انتہائی مشکل ہے لیکن وارثین علوم نبوت علماء ربانیین نے یہ مشکل گھاٹی سَر کرنے میں اَز حد کوشش کی تا کہ ترجمہ وتفسیر میں قرآنی الفاظ و آیات کی جامعیّت کا زورِ بیاں، مزاج قرآن اور رُوحِ قرآن منتقل ہو۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ خدا رسیدہ اور بارگاہ مصطفوی ﷺ کے چنیدہ مقتدر شخصیات کافی حد تک اس میں کامیاب رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے علمی و تحقیقی حلقوں میں اِن کے تراجم و تفاسیر کو ہمیشہ خاص اہمیت دی جاتی ہے اور اِک جہاں اُن سے مستفیض ہو رہا ہے۔

گزشتہ دو سو (۲۰۰) سال سے زائد عرصہ میں برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام جنہوں نے انتہائی کوشش و کاوش کر کے قرآن حکیم کے تراجم و تفاسیر پیش کیے جن میں رُوح قرآنی کی حقیقی مہک دکھائی دیتی ہے۔ اِن میں پاکانِ امت نے سبیل المومنین کا طریقہ اپناتے ہوئے سلف صالحین مفسرین و مترجمین سے بھی خوب استفادہ کیا۔ ادب آداب، سیاق و سباق اور اسباب نزول کو پیش نظر رکھتے ہوئے موزُوں معانی کا انتخاب کیا۔ بعض تراجم بیک وقت لفظی اور با محاورہ ہونے کا حسین امتزاج رکھتے ہیں۔ ان کئی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بھی رائے قائم کرتے ہیں ما قبل جیّد علماء ربانیین کے اقوال کی تائید و توثیق سے پیش کرتے ہیں۔

قارئین گرامی قدر! قرآن مجید دائمی پیغام ہدایت ہے جو وقت اور علاقہ کا پابند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے جس راہ پہ چلنا پڑتا ہے اُس راہ کے رہبر کامل صاحب قرآن ﷺ ہیں۔ قرآنی آیات گواہ ہیں ہدایت کامل تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے بغیر ملتی ہی نہیں ہے۔ قرآن سے نور ہدایت اُسے ہی نصیب ہوتا ہے جس کے دل میں نبی آخر الزماں ﷺ سے ادب و محبت ہے۔

حضور شیخ العالم سیدی پیر علاؤ الدین صدیقیؒ فرمایا کرتے کہ:

خدا کی بندگی کی قبولیت بھی ذکر مصطفیٰ ﷺ اور اَدائے مصطفیٰ ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔

طلبِ حق رکھنے والا بندہ اُس وقت ایک عجیب کیف وسُرور سے فیض یاب ہوتا ہے جب وہ یہ سوچتا ہے کہ آیات ربانی کے ذریعے میں اپنے مالک، مولیٰ، رب کریم کو اپنے سے ہم کلام پاتا ہوں۔ ہر پڑھنے والا اسی طرح دوران تلاوت اپنی بساط اور ظرف کے مطابق نورِ معرفت سے مستفیض ہوتا رہتا ہے کیونکہ آیات قرآنی سے خالق کائنات کا جلال و جمال نمایاں ہوتا رہتا ہے اور سیّد المحوبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و شان عیاں ہوتی رہتی ہے۔ باطنی طہارتیں نصیب ہوتی ہیں۔ عقیدۂ توحید و رسالت کے اَنوار سے سینے روشن ہوتے ہیں۔ تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام، اہل بیت نبوتؓ، صحابہ کرامؓ غرضیکہ قرآن عظیم میں جن نفوس قدسیہ کی شان و مرتبہ بیان کیا گیا اُن کے معجزات و کرامات اولیائے عظام کا تذکرہ کیا گیا۔ بلا استثنیٰ کسی کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے سب سے والہانہ محبت اور غلامی کا رشتہ اُستوار ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے

اَلعلم، قرآن عظیم اُس معلّم اوّل کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا جنہیں اللہ تعالیٰ نے سکھا اور پڑھا کر کائنات اَرضی میں مبعوث کیا۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ براہِ راست اُس ذات والا صفات سے قرآنی علوم و معارف سیکھنے والی ہدایت یافتہ جماعت ہے۔ اب صدیوں بعد سطحی علم رکھنے والا انسان کیونکر اور کیسے تلمیذ رحمٰن صاحب قرآن ﷺ شہرِ علم کے باسیوں صحابہ کرامؓ اور باب مدینۃ العلم اور آپؓ کے گھرانے سے بے نیاز ہو کر اور بغض و حسد رکھ کر ترجمہ وتفسیر کرتے ہوئے قرآنی علوم و معارف تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ راسخینِ فی العلم علمائے ربّانی جنہیں فہمِ قرآن کا وہ خاص عطیہ عطا ہوا جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور یہی نفوسِ قدسیہ وارثینِ علمِ نبوت کے عظیم منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ اِن ہی پاکانِ امت مفسرین و مترجمین نے قرآنی آیات کی روشنی میں عقائدِ اسلامیہ کو بیان کرتے وقت نہایت خوبصورت اُسلوب اپناتے ہوئے عقائد و معمولات، معجزات و کرامات و کمالات کی تائد میں حضور نبی کریم ﷺ، اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین

عظامؓ اور صالحین امت کے اَقوال و اَفعال کو حضرِ راہ بناتے ہوئے اُن عقائد حقّہ کی دعوت دی ہے جیسے اُن کی حقیقت ہے۔

الغرض یہ پیکرانِ اخلاص وتقویٰ عظمت باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، انبیاء و رُسل کی عصمت ہو یا سرورِ عالم ﷺ کی تقدیس و شان، عقیدۂ ختم نبوت ﷺ، معجزات انبیاء، کرامات اولیاء یا دیگر ضروریاتِ دینیہ میں سے کسی بھی عقیدہ وعمل میں ذرّہ برابر بھی راہِ حق سے نہ ہی بھٹکتے ہیں اور نہ ہی ہٹتے ہیں۔ ملّت اسلامیہ کے ان نامور حضرات کی تصانیف پڑھ کر ہزار ہا انسان گمراہ عقائد چھوڑ کر ہدایت کے سائے میں صراط مستقیم پہ گامزن ہیں، کیونکہ ایسے ہی تراجم و تفاسیر سے قرآن حکیم کے پیغام کی حقیقی روح کو سمجھنا اور اُس پہ عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

زمانے کے ہر بدلتے دھارے کے ساتھ قرآنی آیات کا ایک نیا رُوپ سامنے آ رہا ہے اور حقّانیّت قرآن ثابت ہو رہی ہے جس کی نوید سید عالم ﷺ نے صدیوں پہلے سنا رکھی ہے۔

لَا تنقضی عَجَائبُہ. (مشکوٰۃ)

قرآن کے عجیب وغریب مضامین کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے۔

کہ کلامِ الٰہی کے عجائبات کا سلسلہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ دنیا کی کوئی کتاب قرآنِ مقدّس کے دیگر کمالات کی طرح اِس وصف میں بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔

احسان مند رہنا چاہیے

صوفیانہ ذوق کے حامل بھرپور علمی صلاحیّت رکھنے والے عالم اسلام کے جیّد مستند و معتمد علمائے ربّانی جنہوں نے اپنی شب و روز محنت کر کے اپنی زندگی کا اچھا خاصہ حصہ اس عظیم الشّان اور کٹھن کام میں صَرف کیا ہر فاضل مترجم ومفسّر نے قرآن کے حیات بخش پیغام کو خلوصِ دل اور نہایت دیانت سے اپنی اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ قارئین ذی وقار تک منتقل کرنے کی سَعی مشکور کی ہے۔ اُردو زبان کو قرآن کی پاکیزگی عطا کر کے قیامت تک اُردو خواں طبقہ پر عظیم احسان کیا ہے۔ ہمیں ایسے پاکیزہ اَطوار و کردار والی شخصیات کے درجات کی بلندی کے لیے دُعا

گو رہنا چاہیے اور اُن کے رُوحانی وعلمی فیضان کو آنے والی نسل تک پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

خدا رحمت کند پاك طینت را

ایسا بھی ہوا ہے

اُمت مسلمہ کے متعدد حضرات نے سلف صالحین کی بتائی ہوئی شرائط سے اِعراض کرتے ہوئے ترجمہ وتفسیر کرنا اپنا جمہوری حق سمجھ کر تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی اور مترجمین ومفسرین کی صف میں شامل ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے با ضابطہ مدرسہ سے تعلیم ہی حاصل نہیں کی۔ تھوڑی سی عربی زبان میں شُد بُد کو ہی کافی سمجھ لیا۔ اُنہوں نے محض عربی کے الفاظ کا اُردو میں متبادل لفظ کرنے پہ اِکتفاء کیا اور مفہوم اخذ کرتے ہوئے یہ زحمت گوارہ نہیں کی کہ اس لفظ کا معنیٰ یہاں مناسب بھی ہے کہ نہیں اور نہ اس کے حقیقی مفہوم کی طرف توجہ دی گئی۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ ہر زبان میں کچھ الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اچھے معنیٰ میں اور قابل قدر ہستیوں کے بارے میں نہیں بولے جاتے۔ مترجمین کے اس طبقہ نے ایسے الفاظ مثلاً مَکر، جھوٹ، فریب اور دھوکا کے الفاظ نعوذ باللہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ منسوب کر دیے ہیں۔ اس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور صالحین امت بالخصوص سید عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے لیے گناہوں، غلطیوں اور گمراہی کے توہین آمیز الفاظ تحریر کر دیتے ہیں۔

طالبین قرآن مجید کے لیے یہ صورتحال انتہائی دُکھ دینے والی ہے کہ ان میں سے بعض تو اپنے باطل عقیدہ کی وجہ سے اپنے باطنی خَبط کو قرآن عظیم سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے تحریفِ معنوی کا بھی اِرتکاب کر گئے تا کہ اُن کی بدعقیدگی کو سہارا مل جائے۔

لا ریب فیہ

صحتِ عقیدہ ہی انسان کو قُربِ خداوندی عطا کرتا ہے اور عقیدہ ہی باطل ہو تو زندگی بھر کی محنت اکارت اور رائیگاں ہو جاتی ہے۔ جو شخص صحتِ عقیدہ سے محروم ہو وہ کلام الٰہی سے بھی انصاف نہیں رکھ سکتا۔ ظاہری تقویٰ تو اُن میں ہو سکتا ہے لیکن قرآن جسے باطنی تقویٰ قرار دیتا ہے ایسے لوگ اُس سے یکسر دُور ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدگی و بے اَدبی کی وجہ سے بڑے بڑے علمی سپوت نورِ علم اور نورِ ہدایت سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے صالحین امت نے مفسّر و مترجم کے لیے صحیح العقیدہ ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

العیاذ باللہ! ذرا آپ بھی ملاحظہ فرما لیں

حٰمٓ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ○ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○

(الزخرف، ۴۳: ۱۔۳)

حا میم (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)○ قسم ہے روشن کتاب کی○ بے شک ہم نے اسے عربی (زبان) کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ سمجھ سکو○

ہوا کیا کہ صدیوں پہلے ایک شخص نے عربی قواعد و ضوابط اور ما قبل مفسّرین سے اِعراض کرتے ہوئے ان آیات کا وہ معنیٰ کیا کہ جو اِس سے پہلے کسی نے بھی نہیں کیا۔ لفظ جَعَلَ جن پانچ مواقع پر استعمال ہوتا ہے اُن کو بھی چھوڑ دیا اپنے۔ اپنے خُبث باطن کی وجہ سے جَعَلْنَا کا معنیٰ یہاں خَلَقْنَا کر کے اُمت میں فتنہ خَلقِ قرآن پیدا کر دیا گیا۔ کئی صدیاں پھر اُمت اِس باطل فرقہ کی وجہ سے اِختلاف و اِفتراق اور مصائب و آلام میں مبتلا رہی۔

بہائی فرقہ کے مفسّر علی محمد مرزا نے

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ○

(یوسف، ۱۲: ۴)

میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، میں نے

انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے○

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ ایک روز حضرت حسینؓ نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے گیارہ (۱۱) ستاروں، چاند اور سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس آیت میں سورج سے مراد حضرت فاطمہؓ، چاند سے مراد نبی کریم ﷺ اور ستاروں سے ائمہ اہل بیت مراد ہیں۔

ایسی ہی علامہ شوکانی نے اپنا شوق یوں بیان کیا ہے کہ:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. (البقرة، ۲: ۲۵۵)

اس کی کرسیٔ (سلطنت و قدرت) تمام آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کُرسی کے معنیٰ وہ ہیں جو عام معروف ہیں۔ حق بات یہی ہے کہ کُرسی کو حقیقی معنیٰ پہ معمول کیا جائے۔

اِسی طرح قادیانی ملعون مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ علیہ فی الدّارین بد دیانتی کرتے ہوئے یوں ترجمہ کر کے اپنی گمراہی کی تائید قرآن کی آیت سے لینے کی نا کام کوشش کرتا ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ○

(الحج، ۲۲: ۷۵)

اللہ فرشتوں میں سے (بھی) اور انسانوں میں سے (بھی اپنا) پیغام پہنچانے والوں کو منتخب فرما لیتا ہے۔ بے شک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے○

قادیانی یوں لکھتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول چُنتا رہے گا۔

اِس کے علاوہ بہت سے تراجم و تفاسیر مارکیٹ میں موجود ہیں جن میں فرقہ وارانہ نظریات کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کے لیے مَن مانی معنوی تحریف اور غلط تشریحات کی گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے قرآنی آیات کے مفہوم کے آپس میں تضاد دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن کے اِعجاز کے خلاف ہے۔ یہ سب اِس لیے ہو رہا ہے کہ سلف صالحین کی بتائی ہوئی راہ سے ہٹ گئے۔ ہر آیت کا ترجمہ وتفسیر اُنہوں نے ضروری سمجھا ہے۔ جیّد علماء ربّانی کی تائید و توثیق کے بغیر تفسیر بالرّائے کرتے رہے ہیں۔

اِن میں سے بعض مصنّفین ومفسّرین اسلام دشمن نظریات رکھنے والے مغربی دَانشور اور مستشرقین سے اس قدر متاثر دکھائی دیتے ہیں کہ اُن کو خوش کرنے کے لیے اور اُن کی ہمنوائی کا دَم بھرتے ہوئے قرآن میں بیان کردہ معجزات، کرامات، جن اور فرشتے کا بھی انکار کر گئے۔ بلکہ واقعہ معراج جیسے دیگر واقعات کا صاف انکار تو نہیں کرتے لیکن ایسی غلط تاویلات کرتے ہیں جس سے اُن کی اصل روح وعظمت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر نبی کریم ﷺ کی صریح گستاخی کا ارتکاب کر گئے۔ حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت، ادب و احترام ہر مسلمان کے لیے مطالبہء ایمان وقرآن ہے۔

در اصل بدقسمتی سے یہ لوگ روحانیتِ اسلام کا اِنکار اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن کی آیات اور نبی پاک ﷺ کے فرمودات میں یہ حقائق بیان کیے جا رہے ہیں۔ اب یہ قرآن وسنّت کے سائے میں مادّی اسلام کے تصوّر کو اُبھارنا روحانیت کی نفی، عشق نبی ﷺ کا انکار، معجزات و کرامات کا رَد، قوت روحانیہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ بعض مقامات پہ ایسے تراجم کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مسئلہ تقدیر اور شفاعت کا بھی اِنکار ہو رہا ہے۔ بلکہ بعض آیات کے معنوی ہیر پھیر کی وجہ سے اَحکام شرعیہ بھی بدل جاتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید ہی تو شریعت اسلامیہ کی اَساس ہے۔

چاہیے تو یہ تھا

کہ اِسلام دُشمن لوگوں کی طرف سے اُٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات

اپنی علمی اِستعداد کے مطابق دیے جاتے اور اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی عظمت و شان اور حقّانیّتِ قرآن کے علَم بلند کیے جاتے۔ یہاں تو معاملہ بالکل اُلٹ ہے۔ مستشرقین اور عیسائی مؤرخین کے اعتراضات سے اِس قدر گھبرائے کہ جوابات دینے کے بجائے آیات میں بیان کردہ صداقتوں اور حقیقتوں کا انکار کر کے تمام علمی ورثہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سازش میں اَغیار کے ساتھ شامل ہو گئے۔

وہ عقائد اسلامیہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جن کے دلائل روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، صحابہ کرامؓ سے لے کر سلف صالحین اور امت مسلمہ کی کثرت اپنائے ہوئے ہے انہیں شرکیہ اور ما قبل علماء ربانیین کی تفاسیر اور تصانیف کے بارے غیر تحقیقی اور ضعیف ہونے کا پروپیگنڈہ صرف اس لیے کیا گیا تا کہ لوگوں کی نظر میں اُن کی اہمیّت و اِفادیّت ختم ہو جائے۔ آنے والی نوجوان نسل ان ہی کے بتائے ہوئے باطل عقائد کو ہی اسلامی عقائد سمجھ کر تسلیم کرتے جائیں۔ نوجوانوں کو ایٹریکٹ کرنے کے لیے اپنی تصانیف میں انگریزی کے چند حروف اور جملے استعمال کر کے اِن کتب کے ماڈرن ہونے کا تاج پہنا کر خوب تحسین پیش کی جاتی ہے۔

قارئین محترم! عقیدہ کی غلطی انسان کو کس قدر قبر و قیامت سے بے خوف کر دیتی ہے کہ کلام اللہ کے مفہوم و مطالب بیان کرنے اور لکھنے میں خیانت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ بلکہ یہ بھی نہیں سوچا جاتا کہ آیات مقدسہ کے تحریف شدہ معانی روح قرآنی کے خلاف تو نہیں۔ کہیں ایسا کرنے سے بے یقینی اور بد مذہبی تو نہیں پھیلے گی۔ کیا لکھنے والوں کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی ہو گی کہ قرآنی آیات میں بیان کردہ حقائق و معارف کے خلاف جو تاویلات اور توجیہات پیش کی جا رہی ہیں اس سے کہیں ایک اور فرقہ معرض وجود میں تو نہیں آ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے باطل فرقہ کو ثابت کرنے کے لیے ہی قرآن و حدیث کے غلط مفہوم بیان کیے ہیں اور صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ، سلف صالحین کے عقائد و معمولات کو شرک اور بدعت قرار دے کہ تکفیر سازی کے کارخانے کھول کر فتوؤں کا کاروبار گرم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب ان کتابوں کے متاثرین آنِ واحد میں کافر و مشرک اور بدعتی

ثابت کرنے کی اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جو اُن کے خود ساختہ عقائد کے قائل نہیں ہیں وہ انہیں مسلمان نہیں مانتے۔

العیاذ باللہ! ان ہی غلط تشریحات کی وجہ سے نوجوان نسل میں شدّت پسندی اور قتل و غارت گری آئی ہے۔ بہت سے شکوک وشبہات کی وجہ سے مذہب سے ہی دُور ہو گئے۔

ایسا ہونا ہی تھا

اِس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید دائمی پیغامِ ہدایت ہے اور صبح قیامت تک سراپا ہدایت ہے۔ لیکن اِس کتاب مقدّس سے کامل اور مکمل ہدایت اُسے ہی نصیب ہوتی ہے جو صاحب قرآن ﷺ سے محبت و ایمان اور ادب و احترام کا رشتہ قائم کر لیتا ہے۔ جو فیضان قرآن کے لیے نبی آخر الزماں ﷺ کو بعد اَز وصال قبرِ اَنور میں زندہ مانتا ہے تو پھر زندہ خدا کا یہ زندہ کلام ہمہ وقت طالبین قرآن کو ہدایت فراہم کرتا ہے۔ لیکن بدعقیدگی و بے اَدبی کی وجہ سے جن کے رُوح و دِل مُردہ ہو چکے ہوں وہ ہدایتِ قرآن سے محروم ہی رہتے ہیں۔ یہ حقیقت یوں بیان کی جاتی ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا. (البقرة، ۲: ۲۶)

(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

شومئی قسمت!

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ○ (آل عمران، ۳: ۱۳۸)

یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے○

کے عظیم مقصد کے لیے نازل ہونے والی کتاب ہی کو وجہ نزع بنانے کی کوشش کی

گئی۔ قرآن کو تو مانا گیا لیکن جو قرآن منوا رہا ہے اُن ذواتِ مقدسہ اور اَحکام و نواہی کو شاید رُوحِ قرآن اور مزاجِ قرآن سے ہٹ کر ماننے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی جس طرح ماننا چاہیے تھا اُسی طرح مانا نہیں جا رہا ہے۔

یہ بڑی دِلخراش حقیقت ہے کہ اُمت مسلمہ آج تنہائی، انتشار و اختلاف کا شکار ہے۔ قرآن ہی تو وہ حَبلُ اللہ ہے جو اس بکھری ہوئی امت کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ شاید نبی اکرم ﷺ نے جو اپنی اُمت کا ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی نشاندہی فرمائی تھی اُس کا سبب یہ نام نہاد، دنیا دار، بدعقیدگی کے شکار مترجمین و مفسّرین ہیں جن کی وجہ سے اُمت بھی گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔

طالبِ حق سے گزارش

کہ اِس میں تو کوئی شک نہیں مارکیٹ میں ایسے تراجم و تفاسیر کثرت سے موجود ہیں، اب تو آسانی سے انٹرنیٹ پہ بھی دستیاب ہیں جن میں غیر محتاط انداز میں تراجم اور تفاسیر میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں توہین آمیز جملے لکھے گئے۔ لہٰذا قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت ایسے تراجم و تفاسیر سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد، دوست احباب کو دُور رکھیں تاکہ باطل فرقوں اور موجودہ وقت کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔

جب بھی قرآن مجید کا مطالعہ کرنے لگیں تو سب سے پہلے بارگاہِ رب العزّت میں درود شریف پڑھ کر دُعا مانگیں کہ یا اللہ! اُن خوش نصیبوں میں شامل رکھ جنہیں کلام الٰہی سے ہدایت و شفاء اور شفاعت ملتی ہے۔ مطالعہ کے دوران اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے گروہی نظریات و عقائد سے پاک رکھیں تاکہ قرآنی ہدایت روح و دل میں جلوہ کر سکے۔

یہ حقیقت ہے کہ باطل کی ریشہ دوانیوں اور سازشی گرد و غبار سے حق نہ مٹتا ہے اور نہ چھپتا ہے۔ حق کے علمبردار ہر حال میں سچائی کے جھنڈے اُٹھائے رکھتے ہیں جس کی وجہ سے حق سچ کی آبیاری ہوتی رہتی ہے اور حیَّ علَی الفلاح (آؤ فلاح کی طرف) کے آوازے دیتے رہتے

ہیں اور اپنے اپنے حصّے کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ بالکل اِسی دنیا کے بازار میں حق و صداقت اور راہِ حقیقت کی ترجمانی کرنے والے علمی اِستعداد سے بھرپور نورٌ علیٰ نور عالم اسلام کی عظیم شخصیات کے تراجم و تفاسیر موجود ہیں جو دعوتِ مطالعہ دے رہی ہیں۔ الفاظ و بیان کے وہ موتی جنہیں صاحبانِ فصاحت و بلاغت، حاملانِ علم وعمل کے باکمال قلموں نے قرآنی آیات کی روشنی کے سائے میں اوراق کی زینت بنائے ہیں جن میں اب بھی نورانیت و رُوحانیت برقرار ہے، تحریر میں ایمانی بہار ہے۔ واللہ! اِن پاکیزہ نفوس کی تقریر کی طرح تحریر میں تاثیر و برکت، لذت و چاشنی اور ہدایت موجود ہے۔ اسلام کے دامن میں حق و باطل کے علمبرداروں کے دونوں کرداروں سے پردہ کشائی حکیم الامّت علاّمہ محمد اقبالؒ یوں کرتے ہیں:

اَلفاظ و معانی میں تفاوُت نہیں لیکن
مُلّا کی اَذاں اور مجاہد کی اَذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کَرگَس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

راہِ حق کے متلاشی اہلِ ایمان سے گزارش ہے کہ ایسے غیر محتاط تراجم و تفاسیر سے جن میں تقویٰ و دیانت سے محروم اَشخاص نے اپنے باطل فرقہ کو تقویت دینے کے لیے تحریف معنوی کے ساتھ سیاق و سباق دیکھے بغیر معانی اور تفسیر لکھ دی اُن کے تراجم و تفاسیر کو قرآن نہ سمجھو۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا○

(الفرقان، ۲۵: ۷۳)

اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے (بلکہ غور و فکر بھی کرتے ہیں)○

یعنی مسلمانوں کو چاہیے قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے محنت کریں۔ دیگر تراجم کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ ترجمہ وتفسیر کے انتخاب میں کسی صحیح العقیدہ عالم سے راہنمائی لے لیں تاکہ بے دینی، بے اَدبی اور گمراہی سے محفوظ رہیں۔ درج ذیل چند تراجم بطور نمونہ موازنہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

آپ فرقہ بندی کے بندھن سے آزاد ہو کے ملاحظہ فرمائیں حصول ہدایت کی غرض سے خود پرکھیں، کیا ان الفاظ اور جملوں سے بے احتیاطی، ناقدری، بد دیانتی اور بے ادبی، نادانی میں یا جان بوجھ کر بے علمی کی بُو آتی ہے کہ نہیں۔ لکھنے والا کون ہے، کس فرقے سے تعلق ہے، اُس سے جان چھڑائیں اور ایمان بچائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ، حضور نبی اکرم ﷺ، انبیاء ورُسل عظام علیہم السلام، اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ و اولیاء عظام سے عقیدت ومحبت، ادب و احترام، مطالبہ قرآن اور ایمان ہے۔

ہمارا مقصدِ اعلیٰ قرآنی ہدایت کے سائے میں زندگی گزارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے قرب وخوشنودی میں رہتے ہوئے اطاعت کرنا ہے اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے جانا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل یہ نعمتِ عظمیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ

گستاخانہ عبارات کا علمی محاکمہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے جو تا قیامت امت محمدی ﷺ کے لیے رُشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اور یہ انسانی زندگی کی بقاء اور ارتقاء کی ضامن ہے۔ اگر ہم زندگی کے ہر موڑ پر بہترین رہنمائی حاصل کرنا چاہیں تو وہ اسی کتاب سے ملتی ہے کیونکہ

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لاَ رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ○ (البقرۃ، ۲: ۲)

(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے○

جہاں یہ کتاب اہلِ تقویٰ اور ایمان کی دولت رکھنے والوں کے لیے باعث ہدایت ہے وہاں پر کچھ ایسے بدنصیب، عزت و شہرت کے بھوکے دنیا کے طلبگار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے رُوگردانی کرنے والے اس کے چشمۂ ہدایت سے فیض یاب ہونے کے بجائے اپنے من پسند تصورات کی تائید کی خاطر اس سرچشمہ نور سے فیضیاب ہونے کے بجائے ظلمت و گمراہی کی جانب چل پڑے اور

یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا. (البقرۃ، ۲: ۲۶)

(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

کے تحت گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جا پہنچے ہیں۔ اور دُنیاوی مال و متاع کی خاطر بن اسرائیل کے علماء کی طرح اس عظیم کتاب کے اصل معنیٰ و مفہوم کو بیان کرنے کے بجائے اُسے اپنے من گھڑت عقائد و نظریات کی خاطر استعمال کیا اور امت مسلمہ کی وحدت کو منتشر کر کے ایک نئے فتنہ پر مبنی فرقہ کے وجود کا باعث بنے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب علمائے کرام نے قرآن مجید کے تراجم کی طرف توجہ فرمائی تو بعض علم و ادب سے عاری دنیاوی عزت وشہرت کے بھوکے علمائے سوء نے اس موقع کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور عوام النّاس کی کم علمی اور عربی زبان سے ناواقفیّت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن مجید کے علوم و معارف کو اپنے من گھڑت عقائد کی روشنی میں بیان کرنا شروع کر دیا اور بارگاہِ الٰہی اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے بے شمار اغلاط کے مرتکب ہوئے۔ ذیل میں ہم چند اہم آیات کریمہ کے نمونے پیش کریں گے جن کے تقابلی مطالعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ ان افراد نے کس طرح قرآن مجید کے معانی کے بیان میں بے اَدبی اور کم علمی کا اظہار کیا۔

دیوبند اور وہابی فرقہ سے تعلق رکھنے والے وہ مترجمین جنہوں نے تراجم میں کثیر غلطیاں کیں ان کا موازنہ اہل سنّت والجماعت کے علماء کے چند تراجم کے ساتھ کیا جائے گا تاکہ دنوں کے مسالک کے مابین فرق کیا ہے اور اس کی نوعیّت کیا ہے، اس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ذیل میں بطورِ نمونہ چند عبارات پیش کی جا رہی ہیں۔

﴿بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرّحیم﴾

ترجمہ علمائے دیوبند

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا۔ (شاہ عبدالقادر)

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔
(شاہ رفیع الدین)

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام۔
(عبدالماجد دریا آبادی)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔
(اشرف علی تھانوی)

ترجمہ علمائے اہل سنت

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحم والا۔ (اعلیٰ حضرتؒ)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
(ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (پیرزادہ امداد حسین)

ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بابرکت نام سے ابتدا ہو رہی ہے تو ترجمہ بھی اُسی نام سے شروع کیا جائے۔ آپ اہل سنت کے تراجم ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو یکسانیّت نظر آئے گی۔ سب نے اسم جلالت ابتداء میں ذکر کیا، جبکہ دوسرا احباب نے اس کو نظر انداز کیا۔ (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام) یا (شروع ساتھ نام اللہ کے)، مترجم کا قوال اپنے فعل سے غلط ثاب ہو رہا ہے۔

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ، ۲: ۱۷۳)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا۔ (شاہ عبدالقادر)

اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (محمود الحسن)

اور جو کچھ پکارا جائے اور اس کے واسطے سے غیر اللہ کے۔ (شاہ رفیع الدین)

اور جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو۔ (عبدالماجد دریا آبادی، اشرف علی تھانوی)

اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔
(فتح محمد جالندھری)

ترجمہ علمائے اہل سنت

اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔ (اعلیٰ حضرتؒ)

اور وہ جانور بلند کیا گیا ہو جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام۔
(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (پیرزادہ امداد حسین)

کیا ہر وہ شئے جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے؟ اس طرح تو دنیا میں کوئی شئے بھی حلال نہ رہے گی۔ اور اگر جانور پر بھی بوقت ذبح کی قید نہ لگائی جائے تو بھی خرابی لازم آئے گی، کیونکہ ہر جانور پر زندگی میں اس کے مالک ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔ تو کیا ہر جانور حرام ہو گیا؟

قارئین کرام! ایک مرتبہ آیت مقدسہ کا کیا گیا ترجمہ پڑھ لیں، خود انصاف سے فیصلہ فرمائیں یہ قرآن مجید اب تو نازل نہیں ہوا۔ یہ لوگ کوئی پہلے مترجمین نہیں ہیں۔ ان سے پہلے نابغہ روزگار ہستیوں نے یہ سعادت حاصل کی۔ لیکن شومئی قسمت یہ سب سے ہٹ کر اپنی من گھڑت سوچ کے مطابق ایسا مفہوم پیش کرتے ہیں۔ ہر وہ شئے جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے۔ اس طرح دنیا میں کوئی بھی چیز حلال نہیں رہے گی۔ حالانکہ اصلا شریعت میں ممانعت جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی ہے۔ ذبح کے وقت کی قید لگائی تاکہ خرابی پیدا نہ ہو، کیونکہ ہر جانور پر بھی زندگی میں اس کے مالک ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ (النساء، ۴: ۱۴۲)

ترجمہ علمائے دیوبند

منافقین دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی اُن کو دغا دے گا۔ (عاشق الٰہی میرٹھی، شاہ عبدالقادر، مولانا محمودالحسن)

اور اللہ فریب دینے والا ہے اُن کو۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

خدا اُن ہی کو دھوکہ دے رہا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

وہ اُن کو فریب دے رہا ہے۔ (نواب وحید الزمان، غیر مقلّد و مرزا حیرت غیر مقلّد دہلوی و سید فرما علی شیعہ)

ترجمہ علمائے اہل سنت

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی اُن کو غافل کر کے مارے گا۔ (اعلیٰ حضرتؒ)

بے شک منافق (اپنے گمان میں) دھوکہ دے رہے ہیں اللہ کو اور اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے اُنہیں (اِس دھوکہ بازی کی)۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

بے شک منافق (بزعمِ خویش) اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ اُنہیں (اپنے ہی) دھوکے کی سزا دینے والا ہے۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

بے شک منافق اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ اُنہیں دھوکہ کی سزا دینے والا ہے۔ (پیرزادہ امداد حسین)

کیا کوئی منافق اللہ کو فریب دے سکتا ہے؟ اور کیا جواب میں اللہ بھی اُن کو دغا و فریب دے گا؟ کیا اللہ کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ وہ فریب اور دغا دے؟ ایمانی ذہن رکھتے ہوئے کیا سوچا جا سکتا ہے کہ کوئی منافق اللہ کو فریب، دغا، دھوکہ دے سکتا ہے اور جواب میں کیا اللہ بھی نعوذ باللہ! اُن کو دغا و فریب دے گا۔ کیا اللہ کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ وہ فریب اور دغا دے؟

اللہ جلّ شانہ کے ساتھ یہاں بھی حقارت آمیز الفاظ منسوب کر دیئے گئے حالانکہ سب کا ایمان ہے اور قرآن کا اعلان ہے:

سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ (المؤمنون، ۲۳: ۹۱)

اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں○

﴿مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ﴾ (الشوریٰ، ۴۲: ۵۲)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں)۔ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ (شاہ عبدالقادر)

تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان۔ (فتح محمد جالندھری)

نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ (شاہ رفیع الدین)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔
(عبدالماجد دریابادی)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

علمائے اہل سنت

اِس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ (اعلیٰ حضرتؒ)

نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں)۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حاشیہ نمبر۱: آپ ﷺ کی شانِ امّیت کی طرف اشارہ ہے تاکہ کفّار آپ کی زبان سے قرآن کی آیات اور ایمان کی تفصیلات سن کر یہ بدگمانی نہ پھیلائیں کہ یہ سب کچھ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے ذاتی علم اور تفکر سے گھڑ لیا ہے کچھ نازل نہیں ہوا، سو یہ از خود نہ جاننا حضور ﷺ کا عظیم معجزہ بنا دیا گیا۔

حاشیہ نمبر۲: اے حبیب! آپ کا ہدایت دینا اور ہمارا ہدایت دینا دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے اور صرف انہی کو ہدایت نصیب ہوتی ہے جو اس حقیقت کی معرفت اور اس سے وابستگی رکھتے ہیں۔

یہاں بھی باطل سوچ کی عکاسی کرنے کی کوشش کی گئی۔ احادیث گواہ ہیں جو نبی اپنی والدہ ماجدہ طیبہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس میں رہ کر لوحِ محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سنتا ہے۔ (وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ) کی علمی وسعت کا مالک ہو تو کیا وہ ایمان کے بارے میں نہیں جانتا؟ جبکہ پتھر، شجر اور جانور اعلان نبوت سے پہلے بھی جانتے تھے کہ یہ نبی ہیں اور دُرود وسلام پڑھا کرتے تھے۔

﴿وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝﴾ (البقرة، ۲: ۱۴۵)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور کبھی چلا تو اُن کی پسند پر بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار۔ (شاہ عبدالقادر)

اور اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کے پیچھے اس چیز سے کہ آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (شاہ رفیع الدین)

اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لیے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا اور نہ مددگار۔ (عبدالماجد دریابادی)

اور اے پیغمبر! اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آ چکا ہے ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد و فتح محمد جالندھری)

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں اُن کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا نہ مددگار۔ (اشرف علی تھانوی)

مذکورہ بالا ترجمہ کرتے ہوئے جو انداز اختیار کیا گیا العیاذ باللہ! وہ محبوب کریم ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ یٰسین، طٰہٰ، مزّمل، مدّثر کے پیارے القابات عطا فرمائے اور جن کا دفاع کافروں اور منافقوں کی طعنہ زنی سے خود فرمائے اور اللہ تعالیٰ جنہیں قرآن میں نام لے کر نہ بلائے کیا اُس حبیب اعظم ﷺ سے اِس انداز میں مخاطب ہے جس طرح انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی سلف صالحین کی ادا کو چھوڑ کر اپنے مزاج کے مطابق کوشش کی گئی۔ حالانکہ متعدد آیات میں مخاطب آپ ﷺ کو کر کے امتی مراد لیا گیا ہے۔ تاویلاتی الفاظ کے ساتھ مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ امتی مراد لیے گئے۔

علمائے اہل سنت

اے سننے والے کسے باشد! اگر تُو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔ (محدّث بریلویؒ)

اگر (بفرضِ محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں ک، اس کے بعد کہ آ چکا آپ

کے پاس علم، تو یقیناً آپ اس وقت طالموں میں (شمار) ہوں گے۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اوراگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر ایک نشانی (بھی) لے آئیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ہی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے، (امت کی تعلیم کے لیے فرمایا:) اور اگر (بفرضِ محال) آپ نے (بھی) اپنے پاس علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو بے شک آپ (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گےo (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اور بفرض محال، اگر علم کے باوجود آپ نے اُن کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ (پیرزادہ امداد حسین)

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًاo لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاo﴾

(الفتح، ۴۸: ۱۔۲)

ترجمہ علمائے دیوبند

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبدالقادر)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ تیرے پیچھے ہوا۔ (شاہ رفیع الدین)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبدالماجد دریابادی)

اے پیغمبر! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرا دی تاکہ

تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لیے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلہ میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (اشرف علی تھانوی)

اے محمد! ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (فتح محمد جالندھری، محمود الحسن دیوبندی)

قدرت و حکمت الٰہی ہے کہ انہیں محفوظ و معصوم رکھا جائے۔ کمالات نبوت دل و جان سے تسلیم کرنے والے اہل ایمان پوری طرح باخبر ہیں کہ پوری امت مسلمہ کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء خصوصا امام الانبیاء تاجدارِ ختم نبوت ﷺ معصوم ہیں۔ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں صغیرہ گناہوں سے بھی محفوظ و معصوم رہے۔ امت کے لیے ان کی اطاعت و اتّباع کا مطلق حکم ہے۔ نعوذ باللہ! ان کی زندگی میں اگر گناہ بھی ہو تو اطاعت لازم آئے گی، اس لیے قدرت و حکمت الٰہی ہے کہ اُنہیں معصوم رکھا جائے۔

اہل ایمان ذرا غور کریں! تیرے میرے گناہوں پہ تو اُن کی نسبت کی وجہ سے پردے پڑے ہوئے ہیں، نعوذ باللہ! ہمارے آقا ﷺ سے کون سے ایسے گناہ ہو گئے کہ فتح مبین قرار دے کر معاف کیے جا رہے ہیں۔ نہ جانے مندرجہ بالا مترجمین نے ماقبل کی تفاسیر کا مطالعہ کرنا گوارہ ہی نہیں کیا اور علمیّت دکھانے کے زعم میں ماقبل علمائے ربانیین کی راہ سے ہی بھٹک گئے۔ حالانکہ ماقبل مفسرین عظیم الشّان شخصیات نے اس آیت کی تاویلات اور توجیہات بیان کر کے واضح کیا کہ اس سے مؤمنین کے گناہ مراد لیے گئے ہیں۔ بعض نے لَکَ میں لام کو لام تشبیہ قرار دے کر ہر امت کے گناہ مراد لیے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی نے بھی گناہ کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنے کی جرات نہیں کی۔

ترجمہ علمائے اہل سنت

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخش

دے تمہارے اَگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔(محدّث بریلی امام احمد رضا خانؒ)

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے، تاکہ دُور فرما دے آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو ہجرت کے بعد لگائے گئے۔
(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

(اے حبیبِ مکرم!) بے شک ہم نے آپ کے لیے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا۔ (اس لیے کہ آپ کی عظیم جدّ وجہد کامیابی کے ساتھ مکمل ہو جائے)o تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امّت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے☆ (جنہوں نے آپ کے حکم پر جہاد کیے اور قربانیاں دیں) اور (یوں اسلام کی فتح اور امّت کی بخشش کی صورت میں) آپ پر اپنی نعمت (ظاہراً و باطناً) پوری فرما دے اور آپ (کے واسطہ سے آپ کی امّت) کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھےo (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرما دے۔ (پیرزادہ امداد حسین)

﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰیo﴾ (الضحیٰ، ۹۳:۷)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبدالقادر)

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔ (عبدالماجد دریابادی)

اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔
(اشرف علی تھانوی)

علمائے ملّت اِسلامیہ کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی عقیدہ و عمل کی ہر کجی و کمی سے محفوظ و معصوم تھے۔ مشرکانہ ماحول میں بھی دورِ جہالت کے لغویات و خرافات سے آپ ﷺ محفوظ رہے۔ قرآن مجید عقیدۂ توحید کی صداقت پر جو دلیل پیش کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلی والی زندگی ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○ (یونس، ۱۰: ۱۶)

بے شک میں اِس (قرآن کے اُترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے○

خود قرآن ہی میں ضلالت کی نفی صراحت سے موجود ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى○ (النجم، ۳۵: ۲)

تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (رسول ﷺ جنہوں نے تمہیں اپنا صحابی بنایا) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے○

آپ خود ہی غور کریں! جب ایک مقام پر رب کریم گمراہ اور بے راہ ہونے کی نفی فرما رہا ہے تو دوسرے مقام پر:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى○ (الضحیٰ، ۳۹: ۴)

اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے○

کا مژدہ سنانے کے بعد اپنے محبوب نبی ﷺ کے وہ گمراہ ہونے کا ارشاد کیسے فرمائے گا۔ ایسے اختلاف سے کلام الٰہی پاک ہے۔ یاد رہے! حضور نبی اکرم ﷺ اگر خود گمراہ ہوتے تو راہ پر کون

ہوتا؟ العیاذ باللہ! وہ ہادی جو خود بھٹکتا رہا ہو، راہ بھولتا رہا ہو، کیسے ہادئ مطلق ہوسکتا ہے؟ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. (النساء، ۴: ۸)

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

برادرانِ اسلام! مترجمین نے لفظ ضَآلًّا کا مشہور معنیٰ (گمراہ) استعمال کیا اور عربی لغت میں جو دوسرے معانی تھے اُن سے صَرفِ نظر کی اور ماقبل جیّد مفسرین، صالحین ومحدّثین کی راہ سے ایسے گمراہ ہوئے کہ تاجدارِ کائنات رسول کریم ﷺ کو گمراہ، بھٹکتا، بے خبر اور راہ بھولا لکھ دیا۔ کاش! مفسرین کی تفاسیر کا ہی مطالعہ کر لیتے۔ یا کم از کم اس آیت کا سیاق وسباق ہی بغور دیکھ لیتے۔

ترجمہ علمائے اہل سنت

تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (محدّث بریلی امام احمد رضاؒ)

اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اور اُس نے آپ ﷺ کو اپنی محبت میں خود رفتہ وگم پایا تو اُس نے مقصود تک پہنچا دیا○

یا۔

اور اس نے آپ ﷺ کو بھٹکی ہوئی قوم کے درمیان (رہنمائی فرمانے والا) پایا تو اُس نے (اُنہیں آپ ﷺ کے ذریعے) ہدایت دے دی○ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچایا۔

(پیرزادہ امداد حسین)

﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○﴾ (الانفال، ۸: ۳۰)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ (شاہ عبدالقادر)

اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نیک مکر کرنے والوں کا ہے۔ (شاہ رفیع الدین)

وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (محمود الحسن)

اور حال یہ کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور وہ تو اپنی تدبیر کرتے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

کیا مکر و فریب کرنے والے کو مکّار اور فریبی نہیں کہتے؟ تو کیا ہمارا اللہ مکّار و فریبی ہے؟ نعوذ باللہ! اور کیا اللہ تعالیٰ کے لیے (میاں) کا لفظ بولنا درست ہے؟ ہر زبان میں کچھ الفاظ ایسے موجود ہوتے ہیں جو ناپسندیدہ، غیر مہذب مفہوم میں بیان ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے الفاظ عالی قدر ہستی اور باعظمت شخصیّت کی طرف منسوب نہیں کیے جا سکتے۔ بحیثیّت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو لاحق ہونے والے تمام عیوب اور لوازمات سے پاک ہے۔ مندرجہ بالا تراجم میں مکر، فریب اور داؤ اور میاں کے الفاظ ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کیے گئے۔ یہ بھی نہیں سوچا گیا کہ مکر و فریب کرنے والے کو مکّار اور فریبی کہا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ! اپنے معبودِ برحق کے بارے میں آنے والی نسل کو کیا فکر دینا چاہتے ہیں؟

ترجمہ علمائے اہل سنت

وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ (محدّث بریلی امام احمد رضا خانؒ)

وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

اور (اِدھر) وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور (اُدھر) اللہ (ان کے مکر کے رد کے لیے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہےo
(ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

اور وہ اپنی سازشیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ (پیرزادہ امداد حسین)

﴿وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ﴾ (آل عمران، ۳: ۱۴۲)

ترجمہ علمائے دیوبند

اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں۔ (شاہ عبدالقادر)

حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں۔
(فتح محمد جالندھری)

حالانکہ ابھی اللہ نے اُن لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا۔
(عبدالماجد دریابادی)

اور ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا جو تم سے جہاد کرنے والے ہیں۔
(ڈپٹی نذیر احمد)

حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد

جہاد کیا ہو۔ (اشرف علی تھانوی)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں۔ (محمود الحسن)

جب اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور اور خبیر و بصیر ہے تو پھر یہ ترجمہ کرنے کا کیا جواز بنتا ہے کہ ابھی اللہ نے معلوم نہیں کیا کہ کون کیسا ہے۔

اہل ایمان کا یہ عقیدہ قرآنی آیات میں ہی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور اور خبیر و بصیر ہے۔ ہر چیز اُس کے علم میں ہے جو کچھ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا۔ ہماری گفتگو، نیّتیں اور ہمارے سینوں میں پوشیدہ راز سب اُسے معلوم ہیں۔ تو پھر کیا جواز بنتا ہے کہ وہ اللہ نے معلوم نہیں کیا کہ کون کیسا ہے کا ترجمہ کیا جائے۔ حالانکہ لُغت عربی میں علم صرف جاننے کا معنیٰ ہی نہیں رکھتا دیگر معانی کے لیے بھی مستعمل ہے۔

ترجمہ علمائے اہل سنت

اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا۔ (محدث بریلی امام احمد رضا خانؒ)

حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو پرکھا ہی نہیں ہے۔
(ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو ممتاز نہیں کیا۔
(پیرزادہ امداد حسین)

ہر کلمہ پڑھنے والے کے لیے اللہ وحدہ لا شریک کا دل و جان سے ماننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ واجب الوجود ہے اور اپنی بے مثل صفات عالیہ کے ساتھ موجود ہے۔ واجب الوجود کا معنیٰ ہے کہ اپنے ہونے میں کسی کا محتاج نہیں۔ باقی ہر ایک اپنے ہونے، رہنے میں اُس کی ذات کا محتاج ہے اور وہ ہی مستحق عبادت ہے اور مخلوق کے پیش ہونے والے لوازمات سے وہ

پاک اور مبرّا ہے۔

الحمد للہ! پوری امت مسلمہ کی کثرت وہی شہادتیں پڑھتے ہیں جو پہلے صحابی رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھیں:

اَشهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَه لَا شَرِکَ لَهُ وَ اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُه وَرَسُولُه.

نہ ہی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں نہ ہی اس کے علاوہ کسی کو سجدۂ عبادت کے لائق سمجھتے ہیں۔

اللہ کی مخلوق میں عظیم ترین اور محبوب ترین ہستی تاجدارِ کائنات ختم نبوت نبی اکرم ﷺ کے جملہ کمالات اور عطا کردہ اختیارات تسلیم کرنے کے باوجود (**اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ**) کی صدا بلند کرتے ہیں۔ کروڑوں مسلمان ہر سال اُن کی بارگاہِ عالیہ گنبد خضریٰ میں حاضری کے وقت اپنے آقا و مولیٰ کی قبرِ انور کی طرف سجدہ نہیں کرتے بلکہ اُن کی بارگاہِ رحمت میں صلوٰۃ وسلام کھڑے ہو کر پیش کرتے ہیں، کیونکہ سجدۂ عبادت کسی غیر کے لیے کبھی جائز تھا نہ ہوا۔ البتہ پہلی امتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کو تعظیمی سجدے کئے گئے۔ وہ ادب و تعظیم کے لیے سجدے تھے اور سجدۂ تعظیمی تو حرام ہے لیکن انبیاء علیہم السلام بالخصوص امام الانبیاء رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کا ادب و احترام، عزت و توقیر اور محبت امت پر فرض قرار دی گئی۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. (الفتح، ۴۸: ۹)

اور آپ (ﷺ کے دین) کی مدد کرو اور آپ (ﷺ) کی بے حد تعظیم و تکریم کرو۔

برادرانِ اسلام! حُبِّ نبی علیہ الصلوٰۃ و السّلام اور اَدبِ نبی ﷺ کا فریضہ ہر لمحہ فرض ہے۔ باقی فرائض کوئی دن میں پانچ بار، بال میں ایک اور پوری زندگی میں صرف ایک بار اور یہ فرض ہر حال میں، ہر وقت مومن پر فرض ہے۔ کسی لمحے بھی اِس میں کمی و کوتاہی سرزد ہو جائے تو

ایمان و اعمال کا سرمایہ غارت ہو جاتا ہے۔ گستاخ کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ ادب، محبت کی جان اور محبت ادب کی روح ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ عشق و محبت میں جتنا جسے مقام نصیب ہوگا اُتنا ہی محبوب کے اَدب کو ملحوظِ خاطر رکھے گا۔

قرآن و حدیث کے اَوراق مقدّسہ گواہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرّم نبی اکرم ﷺ کے اَدب و محبت کا سلسلہ ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام علیہم السلام سے شروع ہوا۔ لہٰذا اُنہیں اپنے محبوب ﷺ کا اَدب و احترام، عزت، توقیر سکھانے کا ذمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود لیا۔ قرآن حکیم کے اَوراق مقدّسہ گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح نام لے کر نہیں بلایا کہ آپ ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کی اَداؤں کے نام سے یاد فرمایا مثلاً یسین، طٰہٰ، مدّثر، مزّمل وغیرہ۔ وہ رب کریم کب یہ گوارہ کرتا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو اس کے نبی کریم ﷺ کے سچے عشّاق تھے وہ اس کے حبیب ﷺ کا اسم مبارک لے کر یا کنیّت سے مخاطب کریں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو یا محمد ﷺ! یا ابا القاسم ﷺ! کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی عظمت کی خاطر اس سے منع فرماتے ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! یا نبی اللہ ﷺ! کہنے کی ترغیب فرمائی۔

آپ ﷺ کہ محفل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی آ کر بیٹھ جاتے تھے جن کے سینوں میں کھوٹ اور بغض و عناد بھرا ہوتا تھا۔ وہ جب آپ ﷺ سے مخاطب ہوتے تو رَاعِنَا کہہ کر آپ ﷺ کو متوجہ کیا کرتے تھے۔ رَاعِنَا ذو معنیٰ لفظ ہے۔ ایک معنیٰ تو یہی ہے کہ (ہماری رعائیت فرمایئے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں جب حاضر ہوتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی فرمانِ ذیشان کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تو عرض کرتے: رَاعِنَا اے محبوب مکرّم ﷺ! پوری طرح سمجھ نہیں سکے، رعائیت فرماتے ہوئے دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ عبرانی زبان میں یہی الفاظ گستاخی اور بے اَدبی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی عزت و تعظیم کا یہاں تک پاس کیا کہ ایسا لفظ جس میں گستاخی اور بے ادبی کا شائبہ تک بھی ہو، آپ ﷺ کی بارگاہ میں ممنوع قرار دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (البقرة، ۲: ۱۰۴)

اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے○

رَاعِنَا کی جگہ انظرنا ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے! کہا کرو کیونکہ یہ لفظ ہر طرح کے احتمالاتِ فاسدہ سے پاک ہے اور وَاسْمَعُوْا کا حکم دے کر مزید تنبیہ فرما دی کہ جب میرا نبی ﷺ تمہیں کچھ بتا رہا ہو، پوری طرح متوجہ ہو کر سنا کرو تاکہ اُنْظُرْنَا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ بھی شانِ نبوت کے لیے مناسب نہیں کہ ایک ہی بات آپ ﷺ سے بار بار پوچھی جائے۔ یہ کمالِ اَدب ہے اور توقیر و تعظیم کی انتہا ہے جس کی تعلیم عرش و فرش کا خالق خود غلامانِ تاجدارِ ختمِ نبوت کو دے رہا ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور اُن کی بارگاہ میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے۔ وہ کلام جس میں بے ادبی کا شائبہ ہو یا جس میں ایسے عامیانہ الفاظ جو بے ادبی یا آپ ﷺ کی قدر و منزلت گھٹانے کی غرض سے جان بوجھ کر استعمال کیے جائیں، علمائے اسلام کا اِس بات اِجماع ہے ایسے کرنے والا بے ایمان ہو جاتا ہے۔ **(قرطبی، فتاویٰ عالمیگیری)**

گستاخی اور بے اَدبی پر مبنی عبارات

جس طرح آپ نے قرآن مجید کے تراجم میں ہونے والی علمی خیانتیں ملاحظہ کیں اس کے علاوہ اُن کی دیگر کتب میں بھی ذات باری تعالیٰ، حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں توہین آمیز کلمات کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو صراحتاً ان کی گمراہی پر دال ہیں۔ ذیل میں اس کے بھی چند نمونے پیش کئے

جائیں گے۔

تفہیم القرآن

مولانا مودودی صاحب کی تفسیر مع ترجمہ کی چند عبارات بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے غلط تراجم سے عامۃ النّاس مطلع ہوں اور گستاخی کے مزاج سے آگاہ ہیوں۔

۱۔ انبیاء کو نفسِ شریر کے خطرے پیش آئے

اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفسِ شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے۔

(تفہیم القرآن، جلد ۱، صفحہ، ۱۶۱، طبع پنجم)

۲۔ نوح علیہ السلام میں جذبہ جہالت

نوح علیہ السلام میں جذبہ جہالت تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں متنبہ فرمایا کہ جس بیٹے نے حق چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے۔ محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد ۲، صفحہ، ۳۴۴، سن طبع ۱۹۶۴ء)

۳۔ یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت میں کوتاہی ہوئی

تاہم قرآن کے ارشادات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی ہیں۔

(تفہیم القرآن، سورہ یونس، جلد ۲، حاشیہ صفحہ، ۳۱۲)

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شرک کا اِرتکاب

جب ابراہیم علیہ السلام نے تارے کو دیکھ کر کہا کہ: یہ میرا رب ہے اور جب چاند، سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا وہ اس وقت عارضی طور پر سہی شرکت میں مبتلا نہ ہو

گئے تھے؟ (تفہیم القرآن، نومبر، صفحہ نمبر، ۵۵۷)

مذکورہ بالا تراجم اور عبارات واضح طور پر انبیائے کرام کی گستاخی و بے ادبی پر مبنی ہیں، جنہیں قطعا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب قارئین! خود فیصلہ کریں کہ انبیائے کرام کی ذواتِ مقدسہ اگر غلطیوں سے مبرّا نہیں تو تو ان کا پیغام رسالت کیونکر مکمل درست ہوسکتا ہے؟ معاذ اللہ!

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن کے مصنف مولانا عبدالکلام آپ بھی اسی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں، ان کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ ان عبارات کی روشنی میں قرآن کی ترجمانی ہو رہی ہے یا دل میں کچھ کالا ہے۔

۱۔ ہر شخص خدا کا بندہ ہے، جس طرح ایک نبی اس طرح شیطان رجیم بھی

ہر شخص خدا کا عبد ہے، مومن بھی اور کافر بھی۔ جس طرح ایک نبی اسی طرح شیطان رجیم بھی۔

(ترجمان القرآن، جلد ۲۵، عدد: ۴،۳،۲،۱، صفحہ ۶۵، مئی ۱۹۶۵ء)

۲۔ نبی ہر وقت بلند ترین معیار پر قائم نہیں رہتا

انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار پر قائم رہے جو مومن کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ شرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنے بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ **(ترجمان القرآن، صفحہ ۳۴، جون ۱۹۴۶ء)**

۳۔ انبیاء کے فیصلے غلط ہوتے تھے

انبیائے کرام علیہم السلام رائے اور فیصلے کی غلطی بھی کرتے تھے اور بیمار بھی ہوتے تھے۔ آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قصور بھی اُن سے ہوتے تھے اور

انہیں سزا بھی دی جاتی تھی۔ (ترجمان القرآن، صفحہ ۱۵۸، مئی ۱۹۵۵ء)

۴۔ شیطان کا سدِّ باب انبیاء بھی نہیں کر سکے

شیطان کی شرارتوں کا ایسا سدِّ باب کہ اُسے کسی طرح گھس آنے کا موقع نہ ملے انبیاء علیہم السلام بھی نہ کر سکے تو ہم کیا چیز ہیں کہ اس میں پوری طرح کامیاب ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔ (ترجمان القرآن، صفحہ ۵۷، جون ۱۹۴۶ء)

۵۔ موسیٰ علیہ السلام ملنگ ہیں

یہ کیا بات ہوئی کہ ایک ملنگ ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ: میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ (ترجمان القرآن، صفحہ ۳۴، ۱۹۶۵ء)

۶۔ نبی کریم ﷺ کچھ نہیں جانتے تھے

آپ کا یہ حال تھا کہ جب تک وحی نے رہنمائی نہ کی آپ ﷺ ٹھٹکے کھڑے تھے اور کچھ نہیں جانتے تھے کہ راستہ کدھر ہے۔ (ترجمان القرآن، جلد ۳۹، عدد ۱)

۷۔ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا

حضور ﷺ کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ ﷺ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو، لیکن ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا۔

(ترجمان القرآن، فروری ۱۹۲۶ء)

سابقہ عبارات کو پڑھنے کے بعد ایک سادہ لوح مسلمان کا دل بھی غم و غصّہ سے لبریز ہو جاتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وہ ہستیاں کہ جن پر اللہ سلامتی بھیجتا اور تذکرے کرتا ہے اور مخلوق کے لیے اُن کو بطورِ نمونہ رکھتا ہے اُن سے گناہوں، لغزشوں کا سرزد ہونا، اُنہیں حالات کا اِدراک نہ ہونا، اُن کے اندیشوں کا غلط ہونا، حتیٰ کہ سیّد الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام پر بھی زبانِ طعن دراز کرنے سے نہ ہچکچانا اور آیات کو اُن کے سیاق سے ہٹا کر من گھڑت تراجم

کرنا اور مطالب نکالنا سراسر اُمت کو گمراہی میں دھکیلنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

رسائل و مسائل

زیرِ نظر عبارات مولانا مودُودی صاحب کی کتاب **رسائل و مسائل** سے لی گئی ہیں۔ انصاف کی نظر سے پڑھیے اور حقیقت آشنائی کی دولت حاصل کیجئے۔

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کا گناہ

نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔

(رسائل و مسائل، صفحہ ۳۱، مطبوعہ بار دوم، ۱۹۵۴ء)

۲۔ حضور ﷺ کو ایمان کا حل معلوم نہ تھا

تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔

(رسائل و مسائل، صفحہ ۲۶)

۳۔ علمِ نبی نبوت سے پہلے عام انسانی علوم کی طرح ہوتا ہے

انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ مختلف نہ تھی۔ ان کے پاس نزولِ وحی سے پہلے کچھ ایسا ذریعہ علم نہ ہوتا تھا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔

(رسائل و مسائل، جلد ۱، صحفہ ۲۶)

اِن آیات میں موسیٰ علیہ السلام کو گناہگار، سیّد المرسلین ﷺ کو ایمان سے جاہل/ بے خبر اور علمِ نبوت کو عام علوم کی طرح کہہ کر صراحتاً غلط بیانی اور گستاخی سے کام لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ایسے غلط اور توہین آمیز نظریات کی گرد سے بھی بچائے۔

متفرق عبارات

یہ عبارات دستور جماعت اسلامی، تجدید و احیائے دین، پردہ، اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، پردہ نامی کتب و رسائل کی ہیں، پیش خدمت ہیں۔

۱۔ نبی اَن پڑھ چرواہا

قانون جو ریگستان کے اَن پڑھ چرواہے نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

(پردہ، صفحہ ۱۵۰)

۲۔ محمد اسلامی تحریک کا لیڈر

اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں محمد ﷺ ہی وہ تنہا لیڈر ہیں۔

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، صفحہ ۲۳)

۳۔ اِس اُمت میں کوئی مجدّد کامل نہیں ہوا

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

(تجدید و احیائے دین، صفحہ ۴۹)

یہاں انبیائے کرام کو اَن پڑھ چرواہا، سیّدالمرسلین کو فقط اسلامی تحریک کا لیڈر اور صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ و صالحین کے قدوہ ہونے کی نفی وغیرہ جیسی باتیں بیان کی گئیں جو گستاخی و جہالت پر مبنی ہیں۔

اہل تشیع کی توہینِ خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور اُمہات المؤمنینؓ

دیگر فرقوں کی طرح بعض شیعہ حضرات نے بھی خلفائے راشدینؓ، اُمہات المؤمنینؓ اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں گستاخیوں اور علمی خیانتوں پر مبنی عبارات تحریر کیں جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تعصّب، کم علمی اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے چند ایک عبارات حاضر خدمت ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد چار (۴) کے سوا باقی صحابہؓ مرتد ہو گئے۔ نعوذ باللہ! **۔(الانوار النعمانیة، ج ۱، ص ۸۱، طبع ایران)**

After Prophet Muhammad (SAW)'s death all his disciples except four became apostate (Na'uzubillah).

(Anwaar-ul-Na'umania, Vol: 1, Pg: 81-Published Iran)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شیطان سے کہا کہ: میں نے علیؓ کی خلافت کو غضب کیا۔ **(الانوار النعمانیة، ج ۱، ص ۸۲، طبع ایران)**

Umar (RA) told to Satan that he had invaded the Calphate of Ali (RA) (Na'uzubillah).

(Anwaar-ul-Na'umania, Vol: 1, Pg: 82-Published Iran)

۳۔ حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی دنیا و آخرت میں رُسوائی کی بددعا کی۔ نعوذ باللہ! **(اصول الکافی، ج ۲، ص ۱۸۹، طبع ایران)**

Ali (RA) imprecated Talha (RA) and Zubair (RA) to ruin in life and (Na'uzubillah).

(Usool-ul-Kaafi, Vol: 2, Pg: 189-Published Iran)

۴۔ خلفائے ثلاثہؓ اور صحابہ کرامؓ، حضرت علیؓ کی ولایت کے اِنکار کی وجہ سے کافر ہو گئے۔نعوذ باللہ! **(اصول الکافی، ج ۲، ص ۱۸۴، طبع ایران)**

The first three Caliphs (RA) and other Sahabah (RA) became apostate due to the denial of Ali (RA)'s propheey (Na'uzubillah).

(Usool-ul-Kaafi, Vol: 2, Pg: 184-Published Iran)

۵۔ حضرت معاویہؓ کو ہر برائی سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔نعوذ باللہ!

(اے ایس ایس، ص ۲۱، طبع کراچی)

Mua'wiyah (RA) can be associated with whole vice (Na'uzubillah). (A.S.S, Pg: 21, Published Karachi)

۶۔ حضرت جعفر صادقؒ اُس وقت تک جائے نماز (مصلّے) سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک وہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاویہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، ہندؓ اور اُم الحکمؓ پر لعنت نہیں بھیج لیتے (شیعہ کا الزام)۔نعوذ باللہ! **(عین الحیوٰۃ، ص ۵۹۹، طبع کراچی)**

Ja'far Sadiq (RA) never stood up from the preyer mat unless he had no sent curse upon Abu-Bakrar (RA), Umar (RA), Mua'wiyah (RA), Ayeaha (RA), Hafsa (RA), Hind (RA) and Umma-ul-Hakam (RA), (Na'uzubillah).

(A'yn-ul-Hayat, Pg: 599-Published Iran)

۷۔ اصل قرآن ظہور امام مہدی تک نظر نہیں آئے گا۔

(الانوار النعمانیۃ، ۲: ۳۶۰، طبع ایران)

۸۔ نہ ہم اُس رب کو مانتے ہیں نہ اُس رب کے نبی کو مانتے ہیں جس کا خلیفہ ابوبکرؓ ہو۔نعوذ باللہ! **(الانوار النعمانیۃ، ۲: ۲۷۸، طبع ایران)**

Neither we accept such Lord nor do we accept the prophet of such Lord whose Caliph is Abu-Bakr (RA) (Na'uzubillah).

(Alanwar-ul-Na'umania, Vol: 2, Pg: 278-Published Iran)

۹۔ کسی نبی کو اُس وقت تک نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا جب تک اُس نے اللہ کے

لیے صفتِ بداء (جھوٹ) کا اقرار نہیں کر لیا۔نعوذ باللہ!

(اصول الکافی، ۱: ۲۶۵، طبع ایران)

None of the Prohets (AS) had been bestowed with the Prophet Hood until He declared His belief in the fallacy character of Allah (Na'uzubillah).

(Usool-ul-Kaafi, 1:265, Published Iran)

۱۰۔ تقدیر کا انکار، جزا اور شر اللہ کی طرف سے نہیں۔نعوذ باللہ!

Bisclaimer to the doctrines that fate, benedication and vice belong to Allah. (Na'uzubillah).

(Usool-ul-Kaafi, 1:293- Published Iran)

۱۱۔ چہاردہ (۱۴) معوصومین، اللہ کی طرح بے مثل و بے نظیر ہیں۔نعوذ باللہ!

(چودہ ستارے، ص ۲، طبع لاہور)

The Foureen innocents (Ma'sumeen) are incoparable and unprecedented like Allah. (Na'zubillah)

(Chouda sitaray, pg: 2- Published Lahore)

۱۲۔ اماموں کا رُتبہ ہر نبی اور ہر فرشتے سے بلند ہے۔نعوذ باللہ!

(حکومت اسلامیہ، ص ۵۲، طبع ایران)

اللہ اور علیؓ میں فرق (خاتم سلیمان کا مالک، یوم حساب کا مالک، صراط و میدانِ حشر کا مالک، درختوں کو پتّے دینے والا، پھلوں کو پکانے والا، چشموں کو جاری کرنے والا، نہروں کو بہانے والا۔۔۔نعوذ باللہ! **(جلا العیون، ۲: ۶۰، طبع لاہور)**

There is no difference between Allah and Ali (RA) such as in the virtues for, The master of Khatim-e-Sulemen, The Master of Doomsday, The master of Siraat (The Bridge over hell) and Renaissance Field, The Creator of leaves on

teh trees, The one who ripens the fruits, The one who continued fountains, The one who made drift in teh canals (Na'uzubillah).

(Jila-ul-A'yoon. 2:60- Published Lahore)

۱۳۔ اللہ کو حاضر و ناظر کہنا بے دینی ہے۔ نعوذ باللہ!

(جلا العیون، ۲:۸۵، طبع لاہور)

To call Allah Omnipresent and Omniscient is against faith (Na'uzubillah).

(Jila-ul-A'yoon, 2: 85- Publised Lahore)

۱۴۔ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، یہ اُنہی کی صفت ہے نہ کہ اللہ کی۔ نعوذ باللہ! **(جلا العیون، ۲: ۸۵، طبع لاہور)**

Muhammad (SAW) and his descendants are omnipresent and omniscient, and it is only thesis quality, not of Allah's (Na'uzubillah).

(Jila-ul-A'yoon, 2: 85- Published Lahore)

قارئین! اِن عبارات میں اہل بیت اطہارؑ اور صحابہؓ و اُمہات المؤمنینؓ میں خانہ جنگی و دُشمنی کے ماحول کا ذکر گھڑا گیا اور حضراتِ صحابہؓ و اُمہات المؤمنینؓ کے معاملے میں اپنے خُبثِ باطن کا مظاہرہ کیا گیا ہے، جو سراسر پراگندہ ذہنی کا ثبوت اور سورج پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

قادیانیوں کی گستاخانہ عبارات

نام نہاد مسلمان دینِ قادیان جو اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ اُٹھا اور اب اُس کے دین اسلام سے خارج ہونے پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ جس کی ضرب ختم نبوت پر تھی، نے اپنے بے شمار گمراہ کن نظریات کے بل بوتے پر مسلمان امت کو کفر کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی۔ جن کی چند عبارات بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ سچّا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء، ص ۱۱)

۲۔ ان اِلہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ، اس کا دشمن جہنمی ہے۔ **(انجام آتھم، ص ۶۲)**

ہفوات مرزا: مرزا کے واہیات دعوے اور بے ہودہ پیشن گوئیاں بے شمار ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند قارئین کے سامنے پیش ہیں جو مرزا کے دماغی خلل، کھلی گمراہی اور قطعی کفر کا بیّن ثبوت ہیں۔

ا . و انت من مائنا. (اربعین نمبر: ۲، صفحہ ۳۴)

اور تُو ہمارے پانی سے ہے۔

۲ . انت منی بمنزلة ولدی. (حقیقت الوحی، ص ۶۸)

تُو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔

قادیانی کی بکواسات قرآن کریم کے صریح خلاف ہیں۔ فرمان باری تعالی ہے:

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ○ (الاخلاص، ۱۱۲، ۳)

نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے○

۳۔ خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ (حقیقت الوحی، ص ۱۳۷)

۴۔ پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ عاجز قید کی دُعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۹۹)

۵۔حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔

(حاشیة ضمیمة انجام آتھم، ص ۹۸)

۶۔آپ (حضرت عیسیٰ) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

(انجام آتھم حاشیة، ص ۵)

۶۔عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

(کشتی نوح حاشیة، ص ۷۳)

۷۔حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔

(ازالة اوہام، ص ۲۸۸)

اِن عبارات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ قادیانی ختم نبوت کے منکر، کفر کے داعی اور اپنے جھوٹے نبی کی محض دُکانداری چمکانے اور اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں جن سے بچنا ہر صورت لازم ہے۔

دیگر مسالک کے چند تراجم

قادیانیوں کی تحریک بلاوجہ نہ تھی، نہ اُن میں دفعتہً اِس قدر جرات دَر آئی تھی بلکہ اُن کو اِس کام پہ اُبھارنے والی وہ عبارات بھی تھیں جو اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار اپنی کتابوں میں لکھ کر اُن پر نہ صرف مُصر تھے بلکہ اُن کی طرف دعوت بھی دے رہے تھے۔ ملاحظہ ہوں

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ **(فتاویٰ رشیدیہ، ۱:۱۹)**

☆ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے، جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔ **(تفسیر بلغة الحیران، ص ۱۵۷۔۱۵۸)**

☆ شیطان اور مَلک الموت کا علم حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ ہے۔

(براہینِ قاطعہ، ص ۵۱)

☆ اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

(براہین قاطعہ، ص ۵۱)

☆ حضورِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ **(حفظ الایمان، ص ۷)**

☆ نماز میں حضورِ اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔ **(صراط مستقیم، ص ۸۶)**

☆ لفظ **رحمۃ اللعالمین** رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو **رحمۃ اللعالمین** کہہ سکتے ہیں۔ **(فتاویٰ رشیدیہ، ۲: ۱۲)**

☆ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی سمجھنا، عوام کا خیال ہے۔ علم والوں کے نزدیک یہ معنیٰ درست نہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں

کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس، ۳۔۲۳، مکتبہ دارالکتاب، ۴۲)

☆ حضورِ اکرم ﷺ کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اُردو زبان آئی۔

(براہین قاطعہ، ص۲۶)

☆ نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہئے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۱۱۱)

☆ اللہ چاہے تو محمد ﷺ کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۶۸)

☆ حضورِ اکرم ﷺ مَر کر مٹی میں مِل گئے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۵۹)

☆ نبی، رسول سب ناکارہ ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۹)

☆ نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔

(تصفیۃ العقائد، ص ۲۵)

☆ نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اُس میں بھی اختصار کرو۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳۵)

☆ بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے، بے خبر اور نادان ہیں۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳)

☆ بڑی مخلوق یعنی نبی اور چھوٹی مخلوق یعنی باقی سب بندے اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص۴۴)

☆ نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے۔ (تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۴۳)

☆ گاؤں میں جیسا درجہ چوہدری، زمیندار کا ہے ویسا درجہ اُمت میں نبی کا ہے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۱۱۶)

☆ جس کا نام **محمد** یا **علی** ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۸۳)

☆ حضورِ اکرم ﷺ بے حواس ہو گئے، دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۱۰۵)

☆ اُمتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ **(تحذیر الناس، ص۵)**

☆ دیوبندی ملّاں نے حضورِ اکرم ﷺ کو پل صراط سے گزرنے سے بچا لیا۔

(بلغۃ الحیران، ص ۸)

☆ **لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ اَشرف علیٰ رسول اللّٰہ** اور **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عضلیٰ سیّدنا وَ نبیّنا اشرف علی** کہنے سے تسلّی ہے، کوئی خرابی نہیں۔

(رسالۃ الامداد، ص ۳۵، مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ
روداد مناظرہ (گیا)، الفرقان، ۵۸:۳)

میلاد نبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔

(فتاویٰ میلاد شریف، ص ۸، براہین قاطعہ، ص ۱۴۸)

حضورِ اکرم ﷺ اور دَجّال دونوں بالذّات حیات سے متّصف ہیں، جو خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجّال کی ہے۔ **(آبِ حیات، ص ۱۶۹)**

☆ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ **(تقویۃ الایمان، ص ۵۶)**

☆ اللہ کو مانو، اُس کے سوا کسی کو نہ مانو۔ **(تقویۃ الایمان، ص ۱۴)**

☆ اللہ کے رُوبرو سب انبیاء و اولیاء ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(تقویۃ الایمان، ص ۵۴)

☆ نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔ **(براہین قاطعہ، ص۳)**

☆ نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا، مدد کے لیے پکارنے والا، نذر نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابوجہل، شرک میں برابر ہیں۔

(تقویۃ الایمان، ص ۷۔۲۷)

☆ دُرودِ تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا منع ہے۔

(فضائل دُرود شریف، ص ۷۳۔ تذکرۃ الرشید، ۲:۱۱۷)

☆ دیوبندیوں کے ایک بڑے (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے۔

(صراط مستقیم فارسی، ص ۱۶۴، اُردو، ص ۲۸۰)

قارئین! یقیناً انگشت بدنداں ہوں گے کہ کوئی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والا تو دُور کی بات کافر بھی اِس قدر غلیظ اور بڑی گستاخیوں کا مرتکب نہ ہوا۔ اِس سے دیوبندی، وہابی، تبلیغی عقیدے کی قلعی کھل جاتی ہے کہ دراصل قادیانیوں کو راستہ فراہم کرنے والے یہی لوگ تھے۔ اِن کر بڑا کردار تھا۔

میرے کلمہ گو نوجوانو!

مذکورہ بالا تراجمِ قرآنی اور مختلف کُتب کے حوالہ جات وہ چند عبارات ہیں جو صرف حقیقت واضح کرنے کے لیے نمونے کے طور پہ پیش کی گئیں تاکہ منصف مزاج اخلاص کے ساتھ حق کے متلاشی اپنی مراد تک پہنچ سکیں۔ مذکورہ بالا عبارات اور گستاخانہ الفاظ لکھنے والے شاید ہی اس دنیا میں اب موجود ہوں اور پھر کسی پر الزام تراشی گناہ کبیرہ ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ دوستی اور دشمنی کا معیار صرف اور صرف اَلحُبُّ للہ وَالبُغضُ للہ کے اُصول پر مبنی ہو تو دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے ورنہ ناکامی ہی ناکامی ہے۔ اگرچہ بظاہر چند روز حواریوں کے زور پہ بھلے بھلے ہو بھی جائے۔ الحمد للہ! خدا کو گواہ بنا کر کہا جا سکتا ہے اِن میں سے کسی سے ذاتی اور خاندانی عناد و عداوت نہیں ہے۔

جن علماء کے عقائد و نظریات اور بے باک قلم سے گستاخانہ تحریریں جن میں مومن سے لے کر اولیائے کرامؒ، صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ، انبیائے عظام علیہم السلام حتیٰ کہ سیّدالانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے ادب جملے لکھے گئے بلکہ یہاں تک بس نہیں کی گئی، خود ذاتِ باری تعالیٰ وحدہ لا شریک کے حضور بھی بے ادب اور نامناسب الفاظ منسوب کر

دیئے گئے جس کی جسارت ماضی میں شاید ہی کسی نے کی ہوگی۔

میرے اسلامی بھائیو! خدا بہتر جانتا ہے اِن عبارات کو نقل کرتے ہوئے بھی ایک خوف وخشیت محسوس کر رہا ہوں کہ میرا قلم اُن بے اَدب جملوں کو مَس کر رہا ہے۔ لیکن یہ ہمت اس لیے کی جا رہی ہے کہ حقیقت کا اظہار ہو، حقیقت حال مخفی نہ رہے اور آنے والی نسل کا ایمان محفوظ رہے۔ اُمت مسلمہ کا اللہ کی تقدیس و شان، وحدہ لا شریک ہونے پر ایمان رکھنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ بے مثال پہ ایمان رکھتے ہوئے، خداداد کمالات، اختیارات پر بھی یقین رکھنا اور ہر حال میں اُن سے محبت و ادب کا رشتہ قائم رکھنا اَز حد ضروری ہے۔

وہ سارے عقائد اسلامیہ اور وہ معمولات جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے تابعینؒ، آئمہ مجتہدینؒ اور آئمہ محدثینؒ علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین بغیر کسی تعطل کے اُمت مسلمہ میں موجود ہیں۔ امت کی کثرت بدعقیدگی کے اس دور میں اپنائے ہوئے ہیں، وہی عقائد و معمولات جس کے امین و وارِث اہل سنت والجماعت ہیں۔ وہ عقائد و معمولات قرآنی آیات اور کتبِ احادیث کی روایات سے ثابت ہیں۔ نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ بغیر کسی توقف کے امت کی کثرت اپنائے ہوئے ہے۔ آج بھی اسی نجات یافتہ گروہ کے افراد اسی وراثت و امانت کے بغیر خیانت کے سنبھالے ہوئے عرب وعجم کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کروڑوں اہل ایمان اُن ہی عقائد و معمولات کو اپنائے ہوئے ہیں۔ جنہیں وہابی، دیوبندی علماء بدعت، شرک اور حرام قرار دے کر نوجوانانِ ملّت اسلامیہ کو ان سے دُور کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ! چار فقہی امام اور اُن کے پیروکاروں کے بنیادی عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ اُن کے درمیان کیفیتِ عمل میں اختلافات ہیں۔ یہ فروعی اختلافات ہیں۔ اِنہی اختلافات کو اُمت کے درمیان رَحمت قرار دیا گیا ہے۔ اِسی لیے ایسے فروعی اختلافات میں اُلجھنے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے جن کا تعلق ضروریاتِ دینیہ سے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا خوف اور رسولِ گرامی ﷺ سے محبت و اطاعت اور قبر و

قیامت پہ یقین رکھنے والے آنکھیں نہیں بند کر سکتے اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتے ہیں: جی ہم تو سیدھے سادھے مسلمان ہیں، ہمارے نزدیک سب صحیح ہے۔

جبکہ آقا تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کا واضح ارشادِ گرامی موجود ہے کہ:

إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً. وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً. كُلُّهَا فِي النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً. وَهِيَ الْجَمَاعَةُ.

(ابن ماجه، السنن،۵، ۴۷۲، ۳۹۹۳)

یقیناً بنی اسرائیل اکہتّر (۷۱) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت یقیناً بہتّر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں ایک جانب کی حمایت اور دوسری جانب سے برات کرنا پڑے گی۔ باطل مختلف صورتوں میں موجود ہوسکتا ہے۔ حق ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ سارے حق نہیں ہو سکتے۔ ایک ہی سے تعلق قائم رکھنا ہوگا۔

برادرانِ اسلام! قرآن حکیم کلمہ پڑھنے والوں کو:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○ (الفاتحة، ۱: ۵-۷)

ہمیں سیدھا راستہ دکھاo اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایاo ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کاo

صرف راہِ راست جو کہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ کی ہدایت طلب کرنے کی نہ صرف تعلیم دیتا ہے بلکہ تلقین کرتا ہے اور جن پر غضب ہوا وہ گمراہوں سے پناہ سے ترغیب دیتا ہے۔ مزید صالحینِ امت کے معمولات پر قائم رہنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائیں:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○

(النساء، ۴: ۱۱۵)

اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

آیت بالکل واضح کر رہی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا بُغض، مخالفت اور توہین بدنصیب بنا دیتی ہے اور عقائد و معمولات جو امت مسلمہ تسلسل کے ساتھ اپنائے ہوئے ہے، انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ مقبولانِ بارگاہِ رب کریم صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین صدیوں سے اُن عقائد و معمولات پر قائم و دائم رہے، یہاں تک کہ اُن پر اجماع امت ثابت ہوا ایسے عقائد و اعمال کی مخالفت سے انسان توفیقِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کے ہاتھ محض ایک کھلونا سا بن کر رہ جاتا ہے اور لعین جسے چاہتا ہے اُسے استعمال کرتا رہتا ہے۔ نعوذ باللہ!

حضور قبلہ عالم امام الاولیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنویؒ کا ارشادِ گرامی اسی مفہوم کی عکّاسی کرتا ہے، آپ نے فرمایا:

شیطان عزازیل تھا (یعنی حق تعالیٰ کا مقرّب و معزز بندہ) لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے برگزیدہ، مقبول و محبوب نبی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بُغض و عداوت اور اُن کی بے ادبی اور گستاخی کرنے کی وجہ سے راندۂ بارگاہِ خداوندی ہو گیا۔ پھر اُس نے اپنے پیروکاروں کو یہی ترغیب دینے کا پختہ عہد کیا یعنی انبیائے مرسلین اور صالحین امت کے ساتھ بُغض و عداوت رکھنا اور اُن کی بے ادبی و گستاخی کرنا۔

دعوتِ فکر

اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق اور رسول کریم ﷺ کو رسولِ برحق اور تاجدارِ کائنات ماننے والوں سے میری ادنیٰ سی گزارش ہے کہ خدا تعالیٰ، رسول خدا ﷺ، اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں رقیق جملے، گستاخانہ عبارات و عقائد اپنی کتابوں میں لکھنے والوں سے پہلے صدیوں سے جن عقائد و معمولات پر اُمت مسلمہ اپنے عظیم پیشواؤں، جیّد علمائے کرام کی معیّت میں کاربند رہے۔ مذکورہ بالا مولوی صاحبان (جنہوں نے اپنی کتابوں میں گستاخانہ عقائد اور عبارات لکھی ہیں) اُمت صدیوں سے جنہیں اپنائے ہوئے تھی اُن سے نہ صرف الگ نظریات پیش کئے بلکہ اُن کو شرک و بدعت اور حرام قرار دے کر نئے فرقہ کی بنیاد ڈال دی۔

مسلکی ٹائیٹل دیوبندی، وہابی، شیعہ، اہل حدیث تھوڑی دیر ان بندھنوں سے ہٹ کر سوچیں اپنی قبر قیامت کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں۔ توہین آمیز جملے لکھنے والے پوری امت جن عقائد و اعمال پر موجود ہے اُس سے ہٹ کر ایسے نظریات پھیلانے والے لوگ جن میں اللہ کو توہین، نبی ﷺ کی بے ادبی، صحابہ کرام و اہل بیت اطہارؓ کا بُغض و عناد موجود ہو وہ کون لوگ ہیں؟ (صاف ظاہر ہے وہ عالم ہو گا یا نام نہاد شیخ یا پیر ہو گا یا پھر دانشور ہو گا)۔ کیا ہم مولوی صاحبان اور شیوخ طریقت کی محبت و عقیدت میں اتنے آگے گزر گئے ہیں کہ وہ اگر خدا تعالیٰ اور رسول گرامی ﷺ کی بارگاہ میں توہین آمیز عقائد رکھیں، صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین پہ مبنی تقریر کرے، تحریر لکھے، سلف صالحین کو گمراہ کہتا پھرے سب کچھ ماننے پر تیار ہو جائیں، سرِتسلیم خم کرتے چلے جائیں۔ اس لیے کہ وہ ہمارے مولوی صاحب اور ہمارے شیخ ہیں، ہماری جماعت کے امیر ہیں۔

اہل ایمان یاد رکھیں! ہم نے کلمہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ کا پڑھا ہے۔ علماء و مشائخ عظّام سے محبت و عقیدت اللہ تعالیٰ اور محبوب رسول ﷺ ہی کی وجہ سے رکھی جاتی ہے کہ اُن کے دین کے خدمتگار ہیں۔ خادم اگر آقا کا باغی ہو جائے، بے ادب ہو جائے تو پھر اُس سے کیسی محبت و عقیدت؟ فوراً ایسے شخص سے دُوری اختیار کریں۔ پھر اپنا ایمان بچائیں کہ قبر اپنی

اپنی ہو گی۔ ورنہ وہ ایمان اور قبر برباد کر دے گا۔ اگر کوئی شخص گستاخانہ عقائد و نظریات پیش کرے اللہ تعالیٰ، رسول گرامی ﷺ، اہل بیت اطہارؓ، حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں بدعقیدگی پھیلائے، مذکورہ بالا نا مناسب و بے ادب الفاظ اللہ تعالیٰ و دیگر مقدّس ہستیوں کی طرف منسوب کرے یا اُن جیسے کوئی الفاظ اور رقیق جملے اُن ذواتِ مقدسہ کے لیے بولے یا لکھے اور وہ اپنے نام کے ساتھ شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی یا سلاسل روحانیت و طریقت نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی اور شاذلی کا ٹائٹل بھی چسپاں کرے ایسے شخص سے بدعقیدگی اور پوری امت مسلمہ سے ہٹ کر ایک غلط سوچ پھیلانے کی وجہ سے اس کے دام تزویر سے نجات میں ہی ایمان کی نجات ہے۔ یہی نظریہ ہی سَچّا اور سُچّا ہے۔

ہم سب کو مانتے ہیں مگر خدا و مصطفیٰ ﷺ کے بعد

دوسری اہم گزراش اہل ایمان کی خدمت میں یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ قرآن عظیم کی آیات کے تراجم میں کس قدر توہین آمیزی ہے۔ کس قدر نازیبا و نامناسب الفاظ معبودِ برحق کی ذات کے ساتھ منسوب کر دیئے گئے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ ذات برحق رب کریم ہے جو شان قدوس کا مالک ہے۔ مخلوق میں عظیم ترین محبوب ترین ہستی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں انتہائی بے ادب جملے منسوب کئے گئے۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ میرا سوال دردِ دل رکھنے والے اہل ایمان سے ہے جو مسلکی تقصّبات کے بُت جو ہم نے بنا لیے ہیں اُن سے ہٹ کر بھی سوچ لیتے ہیں۔ ہر آیت قرآنی کے تراجم ایک غیر مسلم یا نَومسلم پڑھتا ہے، وہ مسلمانوں کے الٰہ برحق اور مسلمانوں کے رسول برحق کے بارے میں کیا عقیدہ رکھے گا؟

اب ظلم کی انتہا یہ ہے کہ برصغیر سے یو کے اور یورپ و دیگر ممالک میں آنے والے وہابی، دیوبندی علماء کے پیروکار اور اُن کی تنظیمیں، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، حزب التحریر وغیرہ ان ہی تراجم قرآن کو انگلش میں تبدیل کر کے یہاں **دعوۃ** کے نام پر انگریز لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور آنے والی مسلمان نسل کو سکھاتے اور پڑھاتے ہیں۔ ان علماء سے عقیدت اور امارت میں یہ سارے کام کرنے والے نوجوان سے للہ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں ان آیات کے

تراجم تنہائی میں بیٹھ کر پڑھیں اور خود غور کریں کیا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کریم ﷺ کے بارے بے ادب جملے استعمال ہوئے کہ نہیں؟ وہ گستاخانہ عبارات جو کتب میں موجود ہیں کیا اُن میں بے ادبی ہے کہ نہیں؟ جن علماء کی کتب اور حوالہ جات درج کئے گئے ہیں کوئی بھی اُن کا انکار نہیں کرتا۔ اب یہ کتب کے حوالے اصل کتب سے آپ مختلف ویب سائٹس اور ڈی وی ڈیز میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اگر آپ کی ایمانی دنیا تصدیق کرتی ہے تو پھر خدارا! اِن گستاخانہ جملوں کی تصحیح کر دیں یا پھر اِن تراجم کو تقسیم روک دیں اور اُن علماء کے کئے ہوئے تراجم تبلیغ کے لیے دیئے جائیں جو ایسی توہین آمیز عبارات و تراجم سے محفوظ ہوں کیونکہ اگر ان علماء کی مذکورہ بالا کتب اور قرآنی تراجم ہی عام کریں گے تو مخالفین اسلام جو ہمارے دین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں بالخصوص اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرّم تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے خلاف مواد فراہم کرنے میں مدد کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ تقدیس ماننا اور نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام کرنا ہر اُمتی پہ فرض ہے، ہر وقت اور ہر حال میں فرض ہے۔

حیّ علی الفلاح

اے مومن! اگر تو ایمان کو سب سے بڑی دولت یقین کرتا ہے تو پھر عقل و تنقید کی ویران دنیا کو چھوڑ اور محبت و عشق اور ادب و احترام کے گلستان میں قدم رکھ۔ آفتابِ نبوت ﷺ کے ان چمکتے دمکتے ستاروں اور گلزارِ رسول ﷺ کے ان سدا بہار پھولوں کے ایمان و ایقان کے نور اور مہک سے تیرے دل کی دنیا بھی ایمان و یقین کے نور و خوشبو سے روشن و مطہر ہو جائے گی۔

آ مصلّی بچھا تسبیح ہاتھ میں لے

مولا کریم سبحانہ و تعالیٰ کے نورِ توحید کے سائے میں بیٹھ کر گنبد خضریٰ کے مکیں ﷺ کے فیضان کے جلووں میں گُم ہو کر دُرود شریف پڑھنا شروع کر دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِک وَسَلِّم.

پھر یقین کامل رکھ کہ قیامت میں اللہ کریم ہمارا حشر اپنے حبیب لبیب ﷺ کے تصدّق وتوسّل سے ان پاکیزہ اور مطہر ہستیوں کے ساتھ فرمائے گا۔

آدابِ تلاوت کلام الٰہی

قرآن مجید بے نیاز ذات کا بے نیاز کلام ہے۔ صبح قیامت تک نسلِ اِنسانیّت کے لیے یہی سرچشمہ ہدایت اور ذریعہ نجات ہے۔ آیات کلام الٰہی کی تلاوت فرائض نبوت میں بھی شامل ہے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا.

جوتم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت ایک مستقل عبادت ہے۔ ہر حرف کے بدلے نیکیاں نصیب ہوتی ہیں، گناہ مٹتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، اگرچہ معانی و مطالب سمجھ میں نہ بھی آتے ہوں۔ کیونکہ (یہی تو کائنات میں وہ واحد کتاب ہے جو نہ بھی سمجھ آئے پڑھنے سے ثواب ملتا ہے) لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن عظیم کے سمجھنے کی کوشش بھی نہ کی جائے۔

یاد رکھیں! قرآن مجید کے الفاظ کی طرح معانی و مطالب بھی ہمارا مقصود ہیں۔ جب تک سمجھیں گے نہیں تو عمل کیسے کریں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو قرآنی آیات کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی پوری کوشش و کاوش کرنی چاہیے اور تعلیم و تعلّم، دَرس و تدریس کے عظیم مشن سے وابستہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ اِس لا ریب و بے عیب کتاب کے معانی و مطالب میں غور و فکر کر کے نورِ رحمت کے موتی تلاش کرتے رہنا جہاں ثواب ہے وہاں قرب و معرفت کا عظیم وسیلہ بھی ہے۔

اس لیے صالحین اُمت، علماء ربانیین نے قرآن کریم سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کے لیے چند آداب و شرائط کی پابندی ضروری قرار دی ہے۔ تا کہ طالبین حق انہیں اَپنا کر قرآنی اَسرار و رُموز، علم و حکمت اور نورِ ہدایت کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔ اِن میں سے کچھ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور عمل بھی کریں۔ اِن شاء اللہ رُوح و دل روشن ہونا شروع ہو

جائیں گے اور اُن خوش نصیبوں میں شامل رہیں گے جنہیں قرآن سے ہدایت اور عمل کرنے پر نجاب ملتی ہے۔

طہارت

حدثِ اَصغر کے لیے وضو اور حدثِ اَکبر (جنابت، حیض و نفاس) کے لیے غسل کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جبکہ پانی نہ ہو یا استعمال کرنے سے بیماری کے بڑھ جانے کا اَندیشہ ہو تو تیمّم بھی بدل بن جاتا ہے۔ اس لیے بھی ہر دو حالت میں بدنی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک وضو سے کئی نمازیں اَدا کی جاسکتی ہیں۔

فتح مکہ کے دن سید عالم ﷺ نے ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ لیکن آپ علیہ السلام اور آپ ﷺ کی اتباع میں خلفائے راشدین کا یہ معمول رہتا ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ سید المحبوبین علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَصحاب کبار کی یہ محبوب ادا کو اپناتے ہوئے صالحین اُمت، بزرگانِ دین کے نزدیک نماز کی ادائیگی اور قرآن مجید کی تلاوت کے لیے تازہ وضو کرنا پسندیدہ عمل رہا ہے اور ہے۔ یہ کتاب مقدس اپنا یہ اَدب و شرط یوں بیان کرتی ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ○ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ○ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ○

(الواقعة، ۵۶: ۷۷۔۷۹)

بے شک یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے (جو بڑی عظمت والے رسول ﷺ پر اتر رہا ہے)○ (اس سے پہلے یہ) لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے○ اس کو پاک (طہارت والے) لوگوں کے سوا کوئی نہیں چُھوئے گا○

مسئلہ

جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ اسے چھُو سکتے ہیں اور نہ ہی اسے پڑھ سکتے

ہیں۔ البتہ بغیر وضو کے کوئی شخص پڑھ تو سکتا ہے لیکن مصحف کو چھُو نہیں سکتا۔ ہاں اگر غلاف ہو تو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اس لیے بچوں کے لیے بھی باوضو ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔

قارئین محترم! مندرجہ بالا آیت مبارکہ کا مفہوم و مطلب عارفین ذی وقار یوں بھی بیان کرتے ہیں:

بے شک یہ قرآن ہے بڑی عزت والا۔ اس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ اسے نہیں چھو سکتے مگر وہی جو پاک ہے۔ **(پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن)**

مزید پاکانِ امت اِن الفاظ میں بھی وضاحت کرتے نظر آتے ہیں:

بے شک یہ قرآن کریم ہے جس کا ایک نوری وُجود بھی ہے جو ایک مخفی کتاب کے اندر محفوظ ہے اُسے نہیں چھو سکتے مگر پاک اور طیب لوگ۔

یہ کلام کریم ہے رب کریم کی طرف سے اُترا ہے۔ کرامت والے فرشتے اِسے لے کے آئے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سینہ اطہر پر نازل ہوا ہے۔ وہ کرمانوالے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی طہارتیں عطا کر کے قرآن کریم کے اَسرار و رُموز اور حقیقی معانی و مطالب تک رسائی عطا کرتا ہے۔ اِس لیے اہلِ عرفان کے نزدیک قرآنی وظائف و معانی کے لیے ظاہر و باطن کی طہارت ضروری ہے۔

سند الواصلین حضور داتا گنج بخش ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ ایمان کے بعد بندے کے لیے خصوصی فرض طہارت کو قرار دیتے ہیں۔ وضو، غسل بدن کو نماز کے لیے نجاست اور جنابت سے پاک کر دیتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جس طرح طہارت ظاہری کے بغیر نماز دُرست نہیں، اِسی طرح طہارت باطنی کے بغیر معرفت بھی درست نہیں۔

مزید آپ تلقین فرماتے ہوئے ظاہری و باطنی طہارت میں موافقت کے لیے وضو کرتے وقت توبہ اور رجوع الی اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اِس طرح وضو کریں۔۔کہ

☆ جب دونوں ہاتھ دھوئیں تو اِس کے ساتھ ہی دل کو دنیا کی محبت سے پاک کریں۔

☆ اِستنجاء کریں تو جس طرح نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کی ہے ویسے ہی باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کریں۔

☆ جب ناک میں پانی ڈالیں تو خواہشات کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیں۔

☆ جب منہ دھوئیں تو ساتھ ہی تمام خواہشات کی چیزوں سے منہ پھیر لیں اور حق کی طرف متوجہ ہوں۔

☆ جب کہنیوں تک ہاتھ صاف کریں تو اپنے نصیبوں سے بھی علیحدہ ہو جائیں۔

☆ جب سر کا مسح کریں تو اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں۔

☆ اور جب پاؤں دھوئیں تو تمام مناہی راہ چلنے سے باز رہنے کی نیت کر لیں۔

(داتا علی ہجویری، کشف المحجوب)

غوّاص بحرِ معرفت، حضور قبلہ عالم حضور خواجہ غلام محی الدین غزنویؒ والیء نیریاں شریف بھی وضو کے ذریعے دونوں طہارتیں حاصل کرنے کے لیے حضور داتا صاحبؒ کی نورانی اور روحانی فکر کو یوں آگے بڑھاتے ہیں:

مردِ مومن جس وقت نماز کے لیے وضو کرنے کا اِرادہ کرے تو پہلے اپنے تصور اور نیت کو دُرست کرے، کیونکہ تصور دُرست کرنے سے دل و دماغ سے غیریات نکل جائیں گی اور یکسوئی حاصل ہو جائے گی۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ:

اِس نوری تصور کے ساتھ پانی اُٹھا کر اور ذاتی کلمہ کا نور لا کر اپنے منہ، ہاتھ، پاؤں دھوئیں کہ سب باطنی بیماریاں دُھل جائیں اور ذاتی کلمہ کی تجلّی چھا جائے اور اندر باہر نور ہی نور ہو جائے۔

آپ اِس نورانی تصور سے کیے ہوئے وضو کو ظاہر و باطن کا وضو قرار دیتے ہیں اور اِسے نورانی وضو سے تعبیر کرتے ہیں۔ (حیات محی الدین غزنویؒ)

وُضو سے پہلے، بعد اور دورانِ وضو دعائے ماثورہ پڑھنی چاہیے، بشرطیکہ وضو کی جگہ مناسب ہو۔ جہاں ٹائلٹ واش روم ایک ہی مقام پر ہوں وہاں قرآنی آیات، دعائیں اور دُرود شریف پڑھنا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔ البتہ مسواک کر سکتے ہیں۔ منہ کی پاکیزگی اور کثرت ثواب کے لیے ہر وضو کے ساتھ مسواک استعمال کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

طہارت باطنی سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہے اور اپنے آپ کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھنے سے یہ طہارت قائم رہتی ہے۔ وضو کے دوران مانگی جانے والی دعاؤں میں سے یہ دعائے ماثورہ بھی صوفیائے کرام پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے بھی اسے ذکر فرمایا ہے۔

اللّٰھُمَّ طَھِّر قَلبي مِنَ النِّفاق.

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے۔

قرآن نے بدعقیدگی کو نفاق سے تعبیر کیا ہے۔ نفاق قلبی شدید اَمراض میں سے ایک ہے۔ منافقت کی مرض کا شکار انسان بے ادبی، بے یقینی میں مبتلا ہو کر ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے بدعقیدگی اور بدعملی سے سچی توبہ کر کے صحیح معنیٰ میں ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کریں اور

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ○ (البقرۃ، ۲: ۲۲۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

کے مصداق اِعزازِ پذیرائی بارگاہِ خداوندی سے ملنے کے بعد صاحب قرآن علیہ السلام پر دُرود شریف پڑھتے ہوئے قرآن مقدس کے حضور تلاوت اور مطالعہ کے لیے حاضری دیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کے ظاہری و باطنی فیضان ہدایت و فیوضات سے مستفیض ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی مستفیض کریں گے۔ ہر لمحہ حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت جاری رکھیں اور روح و دل قرآن اور صاحب کلام دونوں کی عظمت سے معمور رکھتے ہوئے قرآن کی تلاوت اور مطالعہ کا سفر جاری رکھیں۔ یہ سفر ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی صفر نہیں ہونے دے گا۔ وضو کے بعد شہادتین اور

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ...

أَشْھَدُ أن لّآ إلٰہَ اِلَّا أنتَ اَستَغفِرُکَ وَأتُوبُ إلَیکَ...

اَللّٰھُمَّ اجعَلنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجعَلنِی مِنَ المُتَطَھِّرِینَ...

کے ساتھ ساتھ حضور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی بتائی ہوئی یہ دعا بھی پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجعَلنِی مِنَ المُصَلِّینَ المُفلِحِینَ بِحُرمَتِ سَیِّدِ المُرسَلِینَ عَلَیہِ تَحِیَّاتٌ وَّالتَّسلِیمَاتُ.

اور امام العاشقین حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قادریؒ کا بتایا ہوا یہ درود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّد وَّعلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ صَاحِبِ الطُّھورِ وَالنُّورِ وَالسِّوَاک.

بھی پڑھ لینا طہارت کامل کا سبب بن جاتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ

فکر و تدبّر

قرآن مجید کو ماننے اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ اِس پر ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ اِسے سمجھا جائے۔ بغیر فہم کے تلاوت کرنے کا جواز ایسے لوگوں کے لیے تو ہے جو پڑھنے لکھنے سے بالکل محروم رہ گئے اور اب تعلیم کی عمر بھی گزر چکی ہے۔ ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریقے

سے تلاوت کر لیں تو بھی غنیمت ہے۔ اس کا ثواب انہیں ضرور ملے گا اور اللہ رب العزت کے کلام کی شانوں پر قربان جائیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ رسول گرامی علیہ الصلاۃ والسلام کا اِرشاد گرامی ہے:

الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ، وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ.

(۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب: التفسیر، باب: سورة عبس، ۴: ۱۸۸۲، رقم: ۴۶۵۳
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب: صلاة المسافرین و قصرها، باب: فضل الماهر في القرآن و الذي یتتعتع فیه، ۱: ۵۴۹، رقم: ۷۹۸)

قرآن مجید کا ماہر معزز و محترم فرشتوں اور معظم و مکرّم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہو لیکن اس میں اٹکتا ہو اور (پڑھنا) اس پر (کند ذہن یا موٹی زبان ہونے کی وجہ سے) مشکل ہو اس کے لئے بھی دوگنا اجر ہے۔

اور ایسا شخص جو ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو، جو محبت، احترام، عقیدت اور تعظیم سے قرآنی آیات کی زیارت کرتا ہے وہ ثواب و برکت سے محروم نہیں ہوگا۔ ایسے حضرات سے گزارش ہے کہ وہ قرآن فہمی کے لیے دروس قرآن بھی سماعت کریں۔ جہاں صحیح العقیدہ عالم درسِ قرآن جاری رکھے ہوں اُن مجالس میں شرکت ضروری بنائیں۔ آج کل تو سوشل میڈیا کا دور ہے بڑی آسانی کے ساتھ درس قرآن کے ذریعے اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

علمی و ذہنی اِستعداد رکھنے والو!

اہل ایمان کے لیے اَزحد ضروری ہے کہ وہ فکر و تدبر کی جملہ صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تاکہ قرآنی ہدایات تک رسائی حاصل کر سکیں۔ قرآن کا مقصد انسان کی اصلاح ہے، اِس لیے بہت ساری بگڑی ہوئی قوموں کے حالات اور اُن کے عبرتناک انجام کے بارے میں بڑی تفصیلات ان آیات میں موجود ہیں۔ ہم ایک لمحہ سوچے سمجھے بغیر آگے نکل جاتے ہیں۔ حالانکہ

اس مقام پہ تھوڑا سا توقف کرتے ہوئے اپنے اعمال و احوال کا موازنہ برباد شدہ اقوام کے اعمال سے کرنا چاہیے۔ ذرا دھیان دیں کہ کہیں اُن جیسی بیہودہ اور نازیبا حرکتوں اور نافرمانیوں کا شکار ہم تو نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہاں سے اپنے اندر محاسبہ کا جذبہ پیدا کرنا ہو گا اور غفلت اور کاہلی کی لعنت سے بھی بچنا ہو گا۔ ورنہ مکافاتِ عمل کا قانون قدرت اٹل ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا○ (الأحزاب، ۳۳: ۶۲)

اور آپ اللہ کے دُستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے○

بوقت تلاوت قرآن کریم کے ہر کلمے کے معانی میں غور کرنے اور اُسے سمجھنے کی کوشش کرے اور ایک مرتبہ نہ سمجھ سکے تو دوبارہ تدبر کرے۔ جب غور کرنے سے اسے لذّت اور کیفیت محسوس ہونے لگے تو پھر بار بار تلاوت کرے۔ اگر ایسا نور و سرور نصیب ہو تو پھر زیادہ آیات پڑھنے سے کہیں زیادہ ان آیات کا تکرار ہی بہتر ہے۔ ایسا کرنا آقائے کائنات سید دو عالم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَصحاب و ملت اسلامیہ کے اولیائے کاملین کے ہاں موجود رہا ہے اور ہے بھی۔

غفلت کا شکار نہ ہونا

بوقت تلاوت دل و دماغ کو ہر لمحے ایسے حاضر رکھے کہ کوئی کلمہ و آیت بے توجہی میں نہ پڑھیں، کیونکہ غفلت میں پڑھنا نہ پڑھنا یکساں ہوتا ہے۔ اگر ایسا کوئی پڑھ لیا ہو تو حضورِ قلب کے ساتھ دوبارہ پڑھے۔ کیونکہ غافل قاری قرآنی اَنوار اور باطنی رُموز و اَسرار سے بے خبری اور محرومی کی وجہ سے بدنصیبی اور کم بختی کا شکار ہوسکتا ہے۔ اِس لیے قرآن خود ہی پڑھنے والے کو نفس اور شیطان کے شر سے بچانے کے لیے یہ اَدب سکھاتا ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

(النحل، ۱۶: ۹۸)

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کی وسوسہ اندازیوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریںo

اِس لیے تلاوت شروع کرتے وقت یہ پڑھیں:

أعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

یا

أعوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ العليم مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِo (المؤمنون، ۲۳: ۹۷)

اور آپ (دعا) فرمائیے: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوںo

وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَo (المؤمنون، ۲۳: ۹۸)

اور اے میرے رب! میں اس بات سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیںo

بسم اللہ الرَّحمن الرَّحیم

اور صاحبِ قرآن علیہ الصلاۃ والسلام پر دُرود و سلام پڑھنا کبھی بھی نہ بھولے۔ تلاوت کے دوران جو آیت پڑھے اُس کا حق یوں اَدا کرے اگر کہیں عذاب و مصیبت کا بیان ہے تو وہاں اپنے لیے پناہ مانگے۔ انعامات و نوازشات کا ذکر ہو تو سوالی بن جائے۔ آیاتِ الٰہیہ میں تسبیح و تقدیس اور قدرت و کمال کا تذکرہ ہو یا انبیاء و رُسل علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی شان و عظمت اور معجزات و کمالات اور اختیارات کے تذکار موجود ہوں یا دیگر بندگانِ خدا جنہیں قدرت کا مظہر بنا دیا جاتا ہے اُن کی کرامات خارق عن العادت کا بیان ہو اندر باہر سے جھوم کر رب کریم کی شان جود و عطا کو پیشِ نظر رکھ کر، زبان و دل کو یکجا کر کے **سبحان**

اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ کہنا شروع کر دے۔

دوران تلاوت دعا و استغفار والی آیات آ جائیں تو اپنے گناہوں پہ ندامت و شرمندگی کرتے ہوئے سچی توبہ کے لیے گریہ و زاری کرتے ہوئے اَشک باری کرنے کی کوشش کرے تا کہ رحمت عالم علیہ الصلاۃ والسلام کے اِرشاد گرامی پہ عمل ہوتا رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هَذَا الْقُرآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا، فَتَبَاكَوا وَتَغَنَّوْا بِهِ، فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا.

(ابن ماجة، السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: في حسن الصوت بالقرآن، ۱:۴۲۴، رقم: ۱۳۳۷)

بیشک یہ قرآن غم سے لبریز نازل ہوا ہے، پس جب تم اسے پڑھو تو رویا کرو، اور اگر (دل کے سخت ہو جائے کے باعث) رو نہ سکو تم (کم از کم) رونے والی حالت ہی بنا لیا کرو اور نغمگی کے ساتھ خوش الحانی سے اس کی تلاوت کیا کرو۔ پس جو حسن صوت اور نغمگی کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صالحین اُمت کی اَپنائی ہوئی یہ وہ اَدائیں ہیں جن کی وجہ سے وہ رَحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

هٰذَا كَلَامُ رَبِّي.

یہ میرے رب کا کلام ہے۔

یہ میرے نبی ﷺ اللہ کے محبوب کے سینہ اطہر پہ نازل ہوا ہے اور یہی کلام ہے جو صاحب قرآن ﷺ کے لبوں پہ بھی جاری رہا ہے۔ جس کی وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام لاتے رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ اِسی کی تلاوت میں مشغول رہے۔ یہ وہ وِجدانی نعرے ہیں جو اِن پاکانِ امت کے روح و دل کی گلیوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ آیات قرآنی کے

ذریعے جامِ معرفت پیتے رہتے ہیں اور جھومتے رہتے ہیں۔ عجائبات و معرفت کے باغات میں رحمتوں کی برسات میں گھومتے رہتے ہیں اور دورانِ تلاوت یہی قربِ خدا تعالیٰ اور قربِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مزے لیتے رہتے ہیں۔ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہیں منزلِ مقصود پہ قرآن پہنچا کے چھوڑتا ہے۔ زہے نصیب!

مقدارِ تلاوت

سلف صالحین، بزرگانِ دین کی عادات و معمولات تلاوت جدا جدا ہیں اور اُن پر قدرت کی کوئی خاص عطا بھی رہتی تھی اور اُن ہی کے حصے میں رہی۔ رہی بات اِس دور کی جس میں ہم لوگ سانس لے رہے ہیں مادّہ پرستی کا دَور دَورہ ہے۔ قرآن سے دُوری حد درجہ پہ جا چکی ہے۔ ہمارے معاشرے میں وہ لوگ ضرور ہیں جنہیں قرآنی محبت بھی نصیب ہے معانی و مطالب کی طلب و تلاش میں اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت میں تلاوت قرآن ان کے عادات و معمولات میں شامل ہے۔ لیکن بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ گھر ویرانوں میں بدل چکے ہیں۔ دل پتھر وسِل ہو چکے ہیں۔ میری اتنی گزارش ہے چند آیات ہی سہی غور وخوض کے ساتھ تلاوت کرنا ہر روز کا معمول بنائیں۔ اسے اپنے اوپر لازم کر لیں۔ کچھ دن نفس کو زبردستی اس کام پہ لگائیں۔ تھوڑے دنوں میں تلاوت کے نور سے روح توانا ہو جائے گی۔ اسے کلام الٰہی، ذکر الٰہی کے بغیر چین نہیں آئے گا۔ قرآن سے یہ دُوری ختم ہو جائے گی۔ یہ حقیقت نکھر کے سامنے آ جائے گی کہ موسیقی رُوح کی غذا نہیں بلکہ تلاوت و ذکر روح کی غذا ہے۔ پھر ان شاء اللہ! وہ شب و روز نصیب ہونا شروع ہو جائیں گے کہ اَسلاف کی طرح تنہائیوں کے لمحات میں اور دن رات میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکتوب گرامی سمجھتے ہوئے اس کی آیات میں غور و فکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان وشوکت پہ اور سید العالمین ﷺ کے مقام و مرتبہ پہ جھومتے نظر آؤ گے اور مستی وغفلت سے بچتے ہوئے نہایت مستعدی اور مشقت اٹھاتے ہوئے قرآنی اَحکام پر عمل پیرا ہو جاؤ گے۔ یہی کلام الٰہی کی تلاوت وتعلیم کا سب سے عظیم اور بنیادی مقصد ہے۔

آیت الٰہی آنسوؤں کی برسات کے ساتھ

ٹھہر ٹھہر کے آہستہ آہستہ تجوید و قرات کے اُصول و ضوابط پیش نظر رکھتے ہوئے مخارج کی ادائیگی کے ساتھ جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو بندہ آیات میں غور وفکر اور اُن میں پوشیدہ اَسرار و رُموز و برکات کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔

حضرت یعلی بن مَملک سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی اکرم ﷺ کی قرات اور نماز کے بارے میں پوچھا، تو اُنہوں نے فرمایا:

مَا لَكُمْ وَ صَلَاتَهُ، كَانَ يُصَلِّي، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى، ثُمَّ يُصَلِّي قَدْرَ مَا نَامَ، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى حَتَّى يُصْبِحَ، ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَأَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

(ترمذی، السنن، کتاب: فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء کیف کانت قرائة النبي ﷺ، ۵: ۱۸۲، رقم: ۲۹۲۳
أبوداود، السنن، کتاب: الصلاة، باب: استحباب الترتيل في القراءة، ۲: ۷۳، رقم: ۱۴۶۶)

تمہارا حضور ﷺ کی نماز سے کیا واسطہ؟ آپ نماز پڑھتے پھر اتنا ہی وقت آرام فرماتے جتنا وقت نماز میں لگاتے تھے۔ پھر اتنا ہی وقت نماز پڑھتے جتنا وقت آرام فرماتے، پھر اتنا ہی وقت آرام فرماتے جتنا وقت نماز میں لگاتے تھے، یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ اس کے بعد حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ کی قرات کی کیفیت بیان کی کہ آپ ﷺ کی قرات کا ایک ایک حرف واضح ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے انہیں کہا: میں (سورہ) مفصل کو ایک رکعت میں پڑھتا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ، إِنَّ أَقْوَامًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَلَكِنْ

إِذَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ، فَرَسَخَ فِيهِ نَفَعَ.

() مسلم، الصحيح، كتاب: صلاة المسافرين و قصرها، باب: ترتيل القراءة و اجتناب الهذّ وهو الإفراط في السرعة، ۱: ۵۶۳، رقم: ۸۲۲

(تم) اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ (لیکن یاد رکھو!) قرآن مجید جب دل و دماغ میں راسخ و پختہ ہوجائے تب ہی نفع دیتا ہے۔

اِس لیے بے توجہی اور بے خیالی کے ساتھ زیادہ آیات پڑھنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ غور وفکر اور آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تھوڑی آیات پہ اِکتفا کر لیا جائے۔ بلکہ اگر کسی آیت کے دوران خوف و اُمید کی کیفیت و لذّت سے آنسو جاری ہو جائیں اِن قبولیت والے لمحات کو طوالت دینے کے لیے انہی آیات کو بار بار تلاوت کرے۔ خشیت الٰہی اور محبت الٰہی میں اِن جاری آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنا جاری رکھیں۔

حضور شیخ العالم شارح مثنوی سیدی پیر علاؤ الدین صدیقیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں جاری ہونے والے آنسو گرتے تو چہرے پہ ہیں لیکن یہ دھوتے دل کو ہیں۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ:

قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَالْآيَةُ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة، ۵: ۱۱۸]

(ابن ماجة، السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: ماجاء في القراء ة في صلاة الليل، ۱: ۴۲۹، رقم: ۱۳۵۰
أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۵۶، رقم: ۲۱۴۲۵)

حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے قیام کیا اور صبح تک ایک ہی آیت بار بار تلاوت فرماتے رہے اور وہ آیت یہ تھی: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُم عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ

فَإِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔

صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ سے لے کر آج تک اہلِ عرفان کے ہاں قرآن مجید کی تلاوت کی ایک خاص مقدار مقرر کر کے پھر صاحب قرآن علیہ التحیۃ و الثناء کی اَداؤں کے مطابق یہ نورانی معمول بڑے اہتمام کے ساتھ جاری رہتا ہے اور آیاتِ قرآنی کے سامنے عاجزی و بے چارگی کا پیکر بن جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

مرشدی الکریم حضور شیخ العالمؒ بڑی کیفیات کے ساتھ تلاوت کلام رحمٰن معمول کے ساتھ جاری رکھتے۔ ایک محفل مبارک میں کلام الٰہی کی تلاوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوگئی، آپ نے فرمایا:

میں نے ہر تین دن میں مکمل قرآن شریف پڑھنے کا عمل ایک عرصہ تک جاری رکھا۔

خاکسار (راقم) پہ خصوصی عنایت فرمائی۔ جب پہلی بار جب ساتھ عمرے پہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی اُس وقت حرمین شریفین میں زیادہ وقت تلاوتِ کلام پاک میں صرف فرماتے رہے۔ حالانکہ اُس وقت صحت مبارک بھی اچھی نہیں تھی۔ ایک بڑے آپریشن کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ مدینہ شریف قدمین شریفین میں خاص مقام تھا جہاں آپ جب آتے وہیں تشریف فرما ہوتے۔

ساتھیوں نے مجھے کہا کہ جا کے عرض کرو کیونکہ کافی دیر ہو گئی۔ آپ تلاوت میں مصروف ہیں کہیں تکلیف زیادہ نہ بڑھ جائے۔ میں نے قریب جا کے عرض کیا حضور! کافی دیر ہو گئی کہیں تکلیف زیادہ نہ ہو جائے تھوڑا آرام کر لیں۔ فرمانے لگے: اسی لیے چھ پارے پڑھے ورنہ میں یہاں دس پارے پڑھ کے اُٹھا کرتا ہوں۔ سبحان اللہ!

غالباً ایسی ہی ایک محفل میں آپ نے حضور قبلہ عالم والیٔ نیریاں شریف کے بارے میں فرمایا: کہ

جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ایک کلمہ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔ ایک ایک آیت میں غور و خوض کرتے۔ تھوڑی ہی دیر میں آنسوؤں کی لڑی بندھ جاتی اور یہ سلسلہ جب تک تلاوت ہوتی رہتی جاری رہتا۔ یہی تو آداب ظاہری و باطنی ہیں جنہیں بجا لاتے ہوئے جب اہل ایمان تلاوت کرتے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

تلاوت قرآن سے نور و صفائی ملتی ہے۔

قرآن سے دوستی

صاحبِ کلام کی عظمت و شان دل و دماغ میں قائم رکھتے ہوئے اور صاحبِ قرآن علیہ السلام اور قرآن سے عقیدت و محبت رکھتے ہوئے جو روزانہ کے معمولات میں اِس کی تلاوت کو بھی شامل کر لیتے ہیں، ذوق و شوق کی فراوانی کے ساتھ یہ خوبصورت عمل جاری رکھتے ہیں اور تھوڑی مقدار میں بھی اِضافہ کرتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن بھی اُن سے دوستی کر لیتا ہے۔ قرآنی آیات میں پوشیدہ اَسرار و رُموز ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ خود بخود تلاوت کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے۔ عقیدت و محبت اور قرآن سے دوستی کی وجہ سے اُن کے دل کی تاریں قرآنی حروف سے جُڑ جاتی ہیں۔ اب لفظوں کا اُتار چڑھاؤ رُوح کی دنیا میں ایک خاص لطف کا سبب بنتا ہے اور باطنی طہارتیں نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

یہ یاد رہے کہ! دل کی نگری اس یقین کے نور سے ہمیشہ پُرنور رکھیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جب یہ کسی سے دوستی کر لیتا ہے تو پھر زندگی بھر دوستی نبھاتا ہے اور جو خوش نصیب تلاوت کے ساتھ ساتھ اِس کے اَحکامات پہ عمل بھی کرتا ہے اُسے تو قرب و رضا کی منزلِ مقصود پہ پہنچاتا ہے۔ یہ قبر میں ساتھ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حشر کے دن بھی اپنے دوست کی شفاعت کر کے جنت میں لے کے جائے گا۔

ایمان و تعظیم

ماننے کا اصطلاحی نام ایمان ہے اور اِس کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ زبان سے اِقرار یعنی اِقرارٌ باللّسان

۲۔ دل سے تصدیق کرنا یعنی تَصدیقٌ بِالقَلب

زُبان سے اِقرار دائرۂ اسلام میں داخلے کی لازمی شرط ہے اور اِسی طرح دل سے تائید و تصدیق کرنا حقیقی ایمان کے لیے لازمی ہے۔

قرآن مجید پہ ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زُبان سے اِقرار اور دل سے تصدیق کریں کہ قرآن مجید اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔ اَزلی، اَبدی اور قدیم ہے۔ جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اُس کے آخری رسول حضور سید عالم ﷺ پر نازل ہوا اور آپ علیہ السلام کا زندہ معجزہ ہے اور قدرت خداوندی کی خاص حفاظت میں موجود ہے اور موجود رہے گا۔

اِیمانی حلاوت تب ہی نصیب ہو گی جب اِس کی شان و عظمت دل میں نقش ہو جائے۔ کیونکہ جُوں جُوں اِس عظیم کتاب پر ایمان بڑھتا جاتا ہے اِس کی تعظیم اور اِکرام میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایمان اور تعظیم ہمیشہ لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کا اَدب و اِحترام کرنے کا مطالبہ قرآن کا بھی ہے اور ایمان کا بھی۔ اگر اس دائمی فریضے میں ذرا سی بھی کوتاہی ہو جائے تو یہ سارا سفر بے کار ہو جاتا ہے۔ سارے اعمال و عبادات غارت ہو جاتے ہیں اور خطرہ یہ بھی ہے کہ اُس کے لیے ہدایت کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ قرآن کریم بھی اُس سے دشمنی سے اختیار کر لیتا ہے اور اُس کا شمار گمراہ لوگوں میں ہونے لگتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد گرامی اِس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ:

مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ

وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ.

(بخاری، الصحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب: فضل القرآن علی سائر الکلام، ۴:۱۹۱۷، رقم: ۴۷۳۲
مسلم، الصحیح، کتاب: صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب: فضیلۃ حافظ القرآن، ۱:۵۴۹، رقم: ۷۹۷)

اُس منافق کی مثال جو قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا حنظلہ (تمہ) کی سی ہے کہ اُس میں خوشبو بالکل نہیں ہوتی اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں الفاظ ملتے ہیں حضرت ابوبکرہؓ نے روایت کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثٌ أَحِدَّاءُ أَشِدَّاءُ ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ يَقْرَءُوْنَهُ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. (أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۶، ۴۴
الحاکم، المستدرک، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۶۴۵)

عنقریب نو عمر لوگ نکلیں گے جو کہ نہایت تیز طرار اور قرآن کو نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھنے والے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

آج کل کے قراء حضرات کو یہ اِرشادات پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں ہم میں منافق کی کوئی نشانی تو نہیں پائی جاتی۔ خدانخواستہ اگر کوئی ایسی صورت حال ہے تو فوراً توبہ کر کے اپنے قلب و رُوح کو اِس موذی مرض سے پاک کر لینا چاہیے اور حدیث شریف میں وَارِد اِس دُعا کو مانگتے رہنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ

(ابن ابی شیبۃ، المصنف، ۶:۶۶، الرقم: ۲۹۵۲۱)

اے اللہ! ہمیں نفاق سے بچائے اور عشاق میں شامل فرمائے۔

معتدل آواز میں تلاوت

آدابِ ظاہری میں یہ بات بھی ہے کہ قرآن عظیم کو آہستہ اور مدہم آواز کے ساتھ پڑھے تاکہ مطالب و معانی پہ غور کر سکے۔ ہم عجمی لوگوں کے لیے جو قرآن کریم کے معانی نہیں جانتے اُنہیں ضرور آہستہ اور معتدل آواز کے ساتھ تلاوت کرنی چاہیے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اگر کسی کو تیزی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنتیں تو فرماتیں:

یہ شخص خاموش تو نہیں لیکن تلاوت بھی نہیں کر رہا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما أَذِنَ اللهُ لِشَيءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ ﷺ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ.

(بخاری، الصحیح، کتاب: التوحید، باب: قول النبی ﷺ: الماہر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة وزینوا القرآن بأصواتکم، ۶:۲۷۴۳، رقم: ۷۱۰۵
مسلم، الصحیح، کتاب: صلاة المسافرین وقصرها، باب: استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ۱:۵۴۵، رقم: ۷۹۲)

اللہ تعالیٰ کسی فعل پر اِس قدر جزا عطا نہیں فرماتا جتنا نبی کے خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اَجر عطا فرماتا ہے۔

مزید ترغیب دِلاتے ہوئے اِرشاد گرامی ہے:

فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا.

(ابن ماجة، السنن، کتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: في حسن الصوت بالقرآن، ۱:۴۲۴، رقم: ۱۳۳۷)

پس جو حسن صوت اور نغمگی کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اِسی لیے دکھاوے اور تکلف سے بچتے ہوئے جتنا ہو سکے خوش آوازی میں پڑھے تا کہ خود بھی اور سننے والے بھی اُس کے پڑھنے سے لطف اَندوز ہوں۔ البتہ اتنی آواز سے تو پڑھنا ضروری ہے کہ وہ خود سن سکے۔ اِس سے زیادہ بلند آواز سے تلاوت کسی شخص کے لیے تکلیف دہ نہ ہو تو پسندیدہ عمل ہے لیکن کسی کی نماز میں تعلیم اور نیند وغیرہ میں حرج آ رہی ہو تو ناپسندیدہ ہے۔

ریاکاری کا عمل دخل ہو یا نمازی کی توجہ ہٹ جانے کا احتمال ہو تو آہستہ پڑھنا ضروری بھی ہے۔ ویسے بھی حدیث شریف کے مطابق آہستہ آواز میں تلاوت کی فضیلت زیادہ بتائی گئی ہے۔

سجدۂ تلاوت

قرآن مجید میں ۱۴ سجدۂ تلاوت ہیں جہاں حاشیہ پر سجدہ لکھا ہوتا ہے، اُس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسے آیت سجدہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ سجدۂ تلاوت کے لیے اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے لینے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھانے سے سجدۂ تلاوت مکمل ہو جاتا ہے۔ اِس کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کلام الٰہی کی تلاوت کے دوران آیت سجدہ پڑھتے ہی کھڑا ہو جائے اور اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ سجدہ میں تین تسبیحات پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اُٹھا لے۔ البتہ بیٹھ کر بھی سجدہ کرے تو سجدہ ہو جائے گا۔

یہ یاد رہے کہ اُس وقت مکروہ وقت نہ ہو، ورنہ سجدۂ تلاوت بعد میں مناسب وقت پہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی ادائیگی واجب ہے ورنہ بندہ گنہگار ہوتا ہے۔ آیت سجدہ خود پڑھے یا کسی دوسرے سے سنے۔ خواہ رُکوع، سجدہ اور تشہد میں بھی تلاوت کی جائے تب بھی سجدہ

واجب ہوگا۔ اگر ایسے شخص کی اقتداء کی جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مقتدی نے اُس کی آواز نہ بھی سنی ہو اُسے امام صاحب کے ساتھ سجدہ کرنا ہوگا۔

کلام الٰہی کی عظمت و جلال کو حروف و کلمات میں پوشیدہ فرما دیا گیا۔ حقیقت قرآنی الفاظ و آیات میں موجود ہے۔ یہ تو اللہ جل شانہ کا کرم ہے ورنہ اُس کی تجلّی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ دورانِ تلاوت آیت سجدہ کے معانی میں غور وفکر کرنے سے جو خوف وخشیت اور اپنے رب کریم سے محبت ومعرفت کی روحانی کیفیات میں سجدے کرنے کا اپنا ہی سرور ہے۔ یقیناً اس سجدے سے بھی شیطان لعین کی پھٹکار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلالیت شان تلاوت اور معانی و مطالب میں غور وفکر اور آداب بجا لانے سے دل و دماغ میں جائے قرار پکڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں تلاوت آگے بڑھتی ہے نورِ عظمت ومعرفت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ صفات و افعال الٰہیہ جو آیات قرآنیہ بیان کرتی ہیں اُن میں تدبر وجستجو سے یہ یقین حق الیقین کے درجے میں جا کر ذہن نشین ہوتا ہے کہ عرش و کرسی، سات آسمان، سات زمینیں، فرشتے، جن، انسان، حیوان، چرند، پرند، حشرات الارض، جمادات، نباتات اور جو کچھ بھی اِس کائنات میں ہے اُس کی خالق و مالک، کارساز حقیقی وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے یہ قرآن اپنے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اَطہر پہ نازل کیا ہے۔

تلاوت کلام کے اثرات و برکات سے رُوح و دل اب سر کو مجبور کرتے ہیں کہ جتنا جلدی ہو سکے معبودِ حقیقی رب کریم کے حضور سجدہ کیا جائے۔ درحقیقت سجدۂ تلاوت سے عظمت قرآن مجید سے آگاہی اور ذات خداوندی کی عظمت و جلالت سے روشناسی و شناسائی کا اظہار ہوتا ہے۔ رُوح و دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہوتا ہے اور بار بار ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا عنوان کے دوران کچھ اشعار بھی معرض وجود میں آئے وہ قارئین ذی وقار کی نظر کرتا ہوں۔

ہے شوق تلاوت میں مومن پوشیدہ ہے ذوق سجدہ بھی
دوران تلاوت بندے سے سوہنے رب کی باتیں ہوتی ہیں
حجاب بشریت مٹتے ہی رازِ حقیقت کھلتے ہیں
اَشکوں کی رَوانی میں وَارِد اَنمول کیفیتیں ہوتی ہیں
رہے مرکز ومحور ذاتِ خدا ہو پاک نبی ﷺ بھی پشت پناہ
مرشد کی خاص عنایت سے پھر خاص عنایتیں ہوتی ہیں
اَنوارِ قرآں کے پردے میں جلوؤں کی نمائشیں ہوتی ہیں
بن مانگے بندے کی یارو سب پوری حاجتیں ہوتی ہیں
نفس و شیطاں کے سب تالے خود ہی ٹوٹتے جاتے ہیں
ایمان و یقیں سے جب جاری قرآں کی تلاوتیں ہوتی ہیں
قرآن کا جس پہ اثر نہ ہو حق سچ کی سالکؔ خبر نہ ہو
نفاق کے مارے بندے کی یہ دونوں حالتیں ہوتی ہیں

حقِّ تلاوت

قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کے لیے یہ چیز بھی بہت اہم ہے کہ تلاوت کلام پاک کو زندگی کے معمولات میں مستقل طور پہ شامل کیا جائے اور مقررہ نصاب پابندی کے ساتھ لازماً پورا کرتا رہے۔ لیکن مقدارِ تلاوت مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہوسکتی ہے۔ خدا توفیق ارزانی فرمائے تو زیادہ سے زیادہ مقدار جو خود صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کی توثیق فرمائی وہ تین دن میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل فرمائی جائے اور درمیانی درجہ جس پہ اکثر صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کاملین کاربند رہے ہیں وہ ہے

ہفتہ میں پورے قرآن پاک تلاوت کر لی جائے۔ ان باخدا نفوس قدسیہ کے معمولات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنے دینی مزاج اور مذہبی ذوق کے مطابق مقدارِ تلاوت مقرر کرنا چاہیے۔ جو بھی مقرر کریں محبت وعقیدت، غور وفکر اور تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھیں اور درج ذیل علامات و اشارات کا بھرپور خیال رکھیں، اِس سے آیات کے مطالب و معانی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

قرآن مجید کے چند اہم نشانات

(o) یہ چھوٹا سا گول دائرہ آیت کے ختم ہونے کی علامت ہے، یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیے۔

(م) وقف لازم: حاشیہ پہ بھی لکھا ہوتا ہے۔ یہاں ٹھہرنا ضروری ہے ورنہ معانی خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو جائے گا۔

(ط) وقف مطلق: یہ وقف مطلق کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ابھی سلسلہ کلام جاری ہے۔

(ج) وقف جائز: یہاں ٹھہریں یا نہ ٹھہریں کوحرج نہیں۔

(ز): یہاں ٹھہرنا دُرست ہے، لیکن تلاوت جاری رکھنا بہتر ہے۔

(ص): یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے۔

(صلے): یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے۔

(ق): یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

(صل): یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں، لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

(قف): اِس کا معنیٰ ہی ٹھہر جاؤ ہے۔

(س/سکتہ): یہاں ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

(وقفہ): سانس یہاں بھی نہ ٹوٹنے پائے۔

(o): کئی الفاظ میں الف کے اوپر چھوٹا سا دائرہ ہوتا ہے اِس میں اشارہ ہوتا ہے کہ اِس الف کو نہیں پڑھنا۔

(لا): یہ علامت آیت کے درمیان میں ہو تو ہرگز نہیں رُکنا چاہیے، لیکن آیت کے اختتام پر ہو تو ٹھہریں یا نہ ٹھہریں جائز ہے کیونکہ مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(ک): کذالک سے ہے، یعنی جو علامت اِس سے پہلے آتی ہے وہی یہاں بھی سمجھی جائے۔

قارئین محترم! تلاوت قرآن مجید بہت بڑی عبادت ہونے کے ساتھ ایمان کو تر و تازہ رکھنے کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ اس لیے بڑے اہتمام اور تکلّف کے ساتھ قواعدِ تجوید کی خصوصی رعایت اور حرف کے مخارج کی صحت کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے تلاوت کریں۔ سستی، غفلت اور بے توجہی سے بچیں۔ خشوع و خضوع کے ساتھ حصول برکت و نصیحت کی غرض سے ہمیشہ قرآن پڑھنے اور بار بار پڑھنے کی عادت بنائیں۔ کیونکہ ہماری روح کے لیے بمنزلہ غذا ہے۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ ہماری روح آسمانی چیز ہے۔ یہ اپنی زندگی اور تقویت کے لیے کلام ربانی کی محتاج ہے۔ کلام الٰہی کے ذریعے اِس کا علاج جاری رہنا چاہیے تا کہ یہ روحانی بیماریوں سے محفوظ رہے اور قرب الٰہی کے مزے لینے کے قابل رہے۔

تین قسم کی آواز

حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعیؒ کیمیائے سعادت میں یوں رقمطراز ہیں:

تین قسم کے ایسے آدمی بھی ہیں جن پر قرآن کریم کے معانی ظاہر ہو ہی نہیں سکتے۔ یعنی وہ قرآنی اَسرار و رُموز سے آگاہ ہونے کے قابل ہی نہیں ہیں۔

۱۔ ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہراً قرآن کریم کی تفسیر کو پڑھا ہی نہیں اور عربی زبان کو سمجھتے ہی نہیں۔

۲۔ دسرے وہ جو کبیرہ گناہوں میں سے کسی سخت ترین گناہ کے اِرتکاب پر اصرار کرنے والے ہوں یا غلط عقائد پہ ڈٹے ہوئے ہوں۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو علم کلام پر اعتماد رکھنے کے باعث صرف اُس کے ظاہری معنوں پر ہی اَڑے ہوئے ہوں اور جب اُن کے بیان کردہ مفہوم و معانی کے برعکس بات کی جائے تو برا محسوس کریں۔ صحیح و دُرست بتانے والوں نفرت کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے گرد بچھائے گئے جال سے باہر نکل سکیں۔

حضرت حجۃ الاسلام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں قرآن کے نور، معانی و اَسرار سے محروم رہنے والے اشخاص کی جو نشاندہی کی ہے وہ بالکل حقیقت ہے۔ یہ آپ کی بصیرت و بصارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن عظیم کا فہم اتنا آسان، سادہ اور بسیط شئے نہیں ہے جس کی مرضی آئے مترجمین و مفسرین میں شامل ہو جائے۔ ماضی میں بعض تقویٰ و طہارت سے محروم بد عقیدگی کی زَد میں آئے ہوئے لوگوں نے قرآنی حقائق تک رسائی نہ ہونے کے باوجود اپنا شوق پورا کیا تو فرقوں میں اضافہ کر دیا۔

کیونکہ اُنہوں نے سلف صالحین، علمائے ربانیین کے متعین کردہ اُصولوں سے انحراف کر کے تراجم و تفاسیر کیں۔ نتیجتاً قرآن مجید کی اِس آیت کے مصداق ٹھہرے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا. (البقرة، ۲: ۲۶)

(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

بہت سے قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ یہی وہ قرآنی ہدایت سے محروم لوگ ہیں جو اُمت میں طرح طرح کے فتنوں کا باعث اور نت نئی گمراہیوں اور ضلالتوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کا

سارا قرآنی فکر بدعقیدگی کی نظر ہو کر قرآن کی اِس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے۔

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ.

(آل عمران، ۳:۷)

اِس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیراثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنیٰ مراد لینے کی غرض سے۔

ایسے اَفکار ونظریات سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی مذموم سوچ اور بدعقیدگی کی تشہیر کے لیے قرآنی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہیں جو صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ سے لے کر آج تک اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا۔ الغرض آئے روز آج بھی غلط تراجم و تفاسیر مارکیٹ میں آ رہے ہیں جس کی وجہ سے نفاق اور بے اَدبی اُمت کی صفوں میں پھیلانے کے لیے نت نئی تحاریک جنم لے رہی ہیں۔ اُمت کے اِنتشار و اِفتراق میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اِس حقیقت کو حضور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں بیان فرمایا ہے تاکہ اُمت قرآن کی آڑ میں اٹھنے والے فتنوں اور فرقوں کے شر سے محفوظ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک قول مبارک کیا خوب وضاحت کر رہا ہے:

أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرَّاوُهَا. (ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۷۹)

میری اُمت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد (قرآن کے غلط مقاصد رکھنے والے) قراء کی ہے۔

یہاں قراء سے مراد معروف معنیٰ میں محض قاری و حافظ نہیں ہیں بلکہ اِن میں وہ عالم بھی شامل ہیں جو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے میں تو مشغول رہتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے اور تعصب و ذاتی مفادات کے لیے قرآنی آیات کا مفہوم بدل دیتے ہیں اور فتویٰ فروشی کا کاروبار کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ

لہٰذا ہر مسلمان قرآن سیکھنے اور سکھانے والے، پڑھنے اور پڑھانے والے کو اَزخود اپنا

محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں نفاق کی نشانیاں تو ہم میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ کہیں سلف صالحین اور سبیل المومنین کے عقائد و معمولات سے ہٹے ہوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے تراجم اور تفاسیر کی زَد میں تو نہیں آ گئے۔ ہمیں مطالعہ کے لیے انتخاب کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی سُستی سے سارا سفر بے کار ہو جائے۔

مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ بھی خبردار کرتے ہیں:

لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں
اِس دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

دِلجمعی اور دِلی لگاؤ کے ساتھ

کتابِ ہدایت کی تلاوت دل بہلانے اور وقت گزارنے کے لیے نہیں ہونی چاہیے، مقصد تلاوت ہر دَم پیش نظر رہے۔ دلی لگاؤ، طبعی رابطہ کے ساتھ وسوسوں، بے توجہی اور غفلت و سستی کا ساتھ ساتھ اِزالہ کرنا چاہیے۔ وہ اس طرح کہ صفات الٰہی کا جہاں جہاں ذکر آئے اُن کی کیفیات و برکات کو اپنے رُوح و دل کی طرف مبذول کرتا جائے۔ آیات کے معانی میں غور و فکر کرتے ہوئے جب خوف کی آیت آئے تو خشیت الٰہی طاری کر کے آنسو بہانے کی کوشش ہونی چاہیے اور آیت رَحمت پر دل خوشی و مسرت سے جھوم اُٹھے۔

کیمیائے سعادت میں حضرت امام غزالیؒ باطنی آداب میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

قرآن کریم کو اِس طرح سنیں گویا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے سننے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

مزید وہ ایک بزرگ ولی اللہ کی حکایت نقل فرماتے ہیں وہ کہہ رہا تھا کہ:

جب میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا تو مجھے کبھی لذّت حاصل نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن

مجید سننے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور اس تصور سے ہی مجھے تلاوت میں لذّت محسوس ہونے لگی۔ پھر میں نے فرض کیا کہ میں حضرت جبریلؑ سے قرآن سن رہا ہوں تو اِس طرح لذّت و حلاوت میں اضافہ ہونے لگے۔ اِس کے بعد مزید آگے بڑھا اور فرض کر لیا کہ میں اُس مقام عظیم پہ پہنچ گیا ہوں جہاں سے میں براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی سے اُس کا کلام سن رہا ہوں۔ اِس تصور سے اب تلاوت قرآن کریم کے وقت مجھے وہ لذّت اور کیفیت نصیب ہوتی ہے جو اِس سے قبل نصیب نہیں ہوتی تھی۔

عذاب والی آیت پر استغفار۔ آیت رحمت پر طلبگار بنتے ہوئے جب اُن آیات کی تلاوت کریں جن میں خالق کائنات نے اپنے محبوب مکرم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کا ذکر فرمایا وہ سبحان اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو ایمان والوں کے مقامات کا تذکرہ آئے تو الحمد للہ کا وِرد بھی ساتھ ساتھ جاری رکھیں۔ ہاں بتقاضائے بشریت تھکاوٹ، اُکتاہٹ یا نیند کا غلبہ ہو جائے تو تلاوت کو دوسرے وقت تک مؤخر کر دیں لیکن صاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام پہ دُرود و سلام پڑھنے کے ساتھ ساتھ درج ذیل دُعائیں بارگاہَ ایزدی میں ضرور مانگیں کیونکہ دُعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔

قرآن مجید کا نزول

قرآن مجید کا نزول دو مرحلوں میں ہوا۔

پہلا مرحلہ: لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر ماہِ رمضان المبارک کی شبِ قدر میں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰـهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ○ (القدر، ۹۷: ۱)

بے شک ہم نے اِس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے○

علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ دفعۃً نزول کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ:

تاکہ فرشتوں کی نگاہوں میں انسانوں کا مقام بڑھ جائے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ. (البقرة، ۲: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔

میں اِسی حقیقت کو بیان کیا گیا۔

دوسرا مرحلہ: تقریباً تئیس (۲۳) سال میں مکمل ہوا، جس کے لیے قرآن پاک میں نزّل اور تنزیل کے الفاظ آئے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (الحجر، ۱۵: ۹)

بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○

جن کے معانی ہیں بتدریج اور آہستہ آہستہ اُتارنا۔ یہاں اعتراض کرنے والے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک ہی شئے کے لیے کبھی انزال اور کبھی تنزل کہا گیا۔ جبکہ انزال

کا معنیٰ جملةً واحدةً (ایک ہی بار اکٹھا اترنا) اور تنزل کا معنیٰ ہے (بتدریج اور آہستہ آہستہ یا تھوڑا تھوڑا اترنا)۔

قرآن کا سفر لوحِ محفوظ سے شروع ہوتا ہے اور قلبِ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پہ ختم ہوتا ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرة، ۲: ۹۷)

کیوں کہ اُس نے (تو) اِس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اُتارا ہے۔

کیا کمال اِرشاد ہے! ذات نبی علیہ السلام بشری حالت میں رہ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر عرش معلّٰی کی لطافتوں سے بھی بلند و بالا ہے اور کلام الٰہی کے ہیبت و جلال کا بوجھ جو پہاڑ نہ اُٹھا سکے وہ قلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کر کے بلکہ جمال ونوال میں تبدیل کر کے اُمت کے حوالے کیا ہے۔

قرآن حکیم کی یہ خصوصیات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ پہلی آسمانی کتابیں لکھی لکھائی ہوتی تھیں اور یک دَم ساری کی ساری نازل کر دی جاتی تھیں اور نبی علیہ السلام کو خاص مقام پر بلا کر وہ عطا کر دی جاتی تھیں۔ مگر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا گیا۔ تقریباً تیئیس (۲۳) سالوں میں قرآن کا نزول مکمل ہوا۔ اِس میں مالک الملک اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں شامل حال تھیں تا کہ اُمت محمدیہ کے لیے قرآنی اَحکام پر عمل کرنا آسان رہے۔ مثلاً پہلے شراب کی خرابی بیان کی گئی۔ پھر نماز کے اوقات میں شراب پینا حرام کیا اور آخر میں مکمل حرام کر دی گئی۔

اِسی طرح پہلے نماز کے دوران گفتگو کرنا جائز تھی۔ پھر

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○ (البقرة، ۲: ۲۳۸)

اور اللہ کے حضور سراپا اَدب و نیاز بن کر قیام کیا کرو○

آیت اُتار کر بولنا ممنوع کر دیا گیا۔

اِس کے بَر خلاف اُمت موسویہ پر تورات جب یکدَم اُتری تو اُنہوں نے ماننے سے

اِنکار کر دیا۔ تب طُور پہاڑ اُٹھا کر اُن سے کتاب منوائی گئی۔

لیکن قرآن عظیم جوں جوں اترتا گیا مسلمان ساتھ ہی ساتھ اِس پر عمل پیرا ہو گئے۔ آیات مقدسہ کو سیکھنے، سمجھنے اور حفظ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ امت مرحومہ پہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے طفیل فضل و احسان کی انتہا فرما دی۔

یہاں تو معاملہ بالکل ہی برعکس ہے۔ قرآن مجید کے اَحکام میں تو بہت کم ایسے ہیں جو کسی سوال، واقعہ یا کسی پیش آنے والے معاملہ کے بغیر نازل ہوئے ہوں۔ اُس واقعہ اور پیش آنے والی صورت حال کو سبب نزول کہا جاتا ہے اور سمجھنے کے لیے اسے پس منظر بھی کہا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح وہ آیات جن کا تعلق اَحکام سے نہیں مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں اُن سوالات کو بھی اسبابِ نزول کہا جاتا ہے۔

طالبینِ حق! یہ تو بالکل ہی صحیح ہے کہ قرآن ہی قیامت تک کے لیے ضابطہ حیات ہے اور رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نامہ ہے۔ لہٰذا اِس کے احکام اور اِس کی تعلیمات کسی خاص موقع و محل سے وابستہ نہیں۔ اگرچہ وہ آیات کسی خاص موقعہ پر نازل ہوئی ہوئی ہیں، مگر اُن کے الفاظ عام ہیں اور ہمیشہ کے لیے ایسے مواقع جیسی نوعیّتوں کو شامل کیا جائے گا اور اُن سے رہنمائی لی جائے گی۔

موجودہ دور میں بعض مفسرین تو اسبابِ نزول بیان کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ شاید اُن کے نزدیک اسبابِ نزول کی معرفت کا خاص فائدہ نہیں ہے لیکن یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ علمائے ربانیین کے اندازِ ترجمہ وتفسیر سے ہٹنے کے مترادف ہے کیونکہ اسبابِ نزول کے علم سے بہت سے اہم اور دُور رَس فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اَسبابِ نزول کے فوائد

ا۔ اِس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اَسبابِ نزول کے علم سے آیتوں کے معانی واضع ہوتے ہیں اور اُن کے سمجھنے میں اُلجھن نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تو سببِ نزول کی معرفت کے بغیر آیت کے اصل مفہوم و مدّعا تک رسائی ناممکن ہوتی ہے۔

۲۔ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ تو عام ہوتا ہے مگر مفہوم میں بالاتفاق خصوصیّت ہوتی ہے۔ سبب نزول جانے بغیر اِس خصوصیّت کا علم ناممکن ہے۔

۳۔ بعض دفعہ بظاہر آیت سے تحدید و حصر کا گمان ہوتا ہے اور ایسے موقع پر سبب نزول کے علم سے حصر کا وہم دُور ہوتا ہے۔

۴۔ کیا یہ فائدہ کم ہے کہ سبب نزول ہی کے ذریعے اُس شخص کا نام معلوم ہوتا جس کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے اور اُس واقعہ کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے جس کی طرف آیت میں اِشارہ موجود ہے۔ اِس طرح خوب وضاحت بھی ہو جاتی ہے اور قرآنی تاریخ سے آگاہی بھی ہو جاتی ہے۔

یہ آسانیاں اور کرم نوازیاں پہلی اُمتوں پہ دکھائی نہیں دیتیں۔ یہاں تو فضلِ ربّی کا یہ عالم ہے کہ بعض آیات میں سخت اَحکام اُتارے گئے بعد میں کرم کرتے ہوئے دوسری آیات کا نزول کر کے حکم نرم کر دیا گیا تاکہ امت اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ممنون ہو اور جذبہ احسان مندی کے ساتھ خوش دلی سے تعمیل بجا لائے۔

یہ ہوسکتا تھا کہ پہلی کتابوں کی طرح اگر قرآن بھی سارے کا سارا یکدَم اُتارا جاتا تو طبیعتوں پر گراں گزرتا۔ کیونکہ اُس وقت کسی مکمل کتاب کو یاد کرنے کی پہلے سے طبیعتیں عادی نہیں تھیں، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے اپنا کلام تھوڑا تھوڑا نازل کیا اور خوش نصیب لوگ ساتھ ساتھ اُس کو حفظ کرتے گئے اور جب قرآن مکمل ہوا تو اِس کے ہزاروں حفّاظ تیار ہو چکے تھے، جن میں اکثریت بڑی عمر کے لوگوں کی تھی۔ یہ جماعت صحابہؓ ہے جنہیں صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

قارئین محترم! کلام الٰہی کے نزول کے اس انداز سے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ درجہ محبوبیت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں ہوتے تھے تو قرآن وہاں ہی پہنچا دیا جاتا تھا۔ گھر میں ہوں، سفر میں ہوں، مکہ میں ہوں، مدینہ میں ہوں، اگر بستر پر جلوہ فرما ہوں تو قرآن وہاں ہی نازل ہوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُo

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُo

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ.

کے مقدّس اَلقابات سے خطاب فرماتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدّس اَعضاء مبارک کا تذکرہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استعمال شدہ اشیاء اور جائے پیدائش کی قسمیں قرآنی آیات میں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، اَزواج، اصحاب اور آپ کی اُمت کے صلحاء و اولیاء کی عظمتوں کے دائمی اعلانات بھی آیات بینات میں موتیوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

کہیں ہیں اَدائیں اور کہیں ہیں صدائیں
وہ قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُo عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَo بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍo (الشعراء، ۲۶: ۱۹۳۔۱۹۵)

اسے روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) لے کر اُترا ہےo آپ کے قلبِ (انور) پر تاکہ آپ (نافرمانوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیںo (اس کا نزول) فصیح عربی زبان میں (ہوا) ہےo

دیگر متعدد آیات میں بھی قرآن کے عربی زبان میں نازل ہونے کی بات کی گئی ہے۔ کسی کو وہم ہوسکتا ہے کہ اِس سے مراد یہ عام عربی زبان جو کہ اہل عرب بولتے ہیں وہ مراد ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس زبان میں بہت سارے روایتی سُقم موجود ہیں۔ جبکہ قرآن خود اپنی زبان کو

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍo

(اس کا نزول) فصیح عربی زبان میں (ہوا) ہےo

قرار دینا اِس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔

قرآنی زبان عام عربی زبان نہیں بلکہ اُلوہی زُبان ہے۔ لا مکانی زبان ہے۔ جس طرح خالق کائنات خود ہر عجز اور مجبوری سے پاک ہے اِسی طرح اِس کا کلام بھی ہر عجز اور مجبوری سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول سے لے کر آج تک لا تعداد عربی دان جدّی پشتی عربی ہونے کے باوُجود اِس کی سمجھ اور ہدایت سے محروم رہے۔

سبحان اللہ! ما أعظم شانک.

ماہِ رمضان کی شبِ قدر میں غارِ حرا کی خلوتوں میں قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا۔ حکمت الٰہی کے تحت جبریل امین تھوڑا تھوڑا کلام الٰہی لے کے حاضر ہوتے رہے۔ یوں تیئس (۲۳) سال حضرت رُوح الامین نہ جانے کتنی بار تشریف لائے۔ ایک تحقیق کے مطابق ۲۴ ہزار مرتبہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ یہ بھی قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی شان ہے کہ بعثت کے بعد آپ علیہ السلام کی زندگی کا کوئی وقت وحی الٰہی سے رابطہ کے بغیر نہیں گزرا، بلکہ تا دَمِ واپسی جبریلی رفاقت و معیّت جاری رہی۔

بے لقائے یار اُن کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ جبریلؑ سدرہ چھوڑ کر

قرآنی حفاظت میں قدرتِ خداوندی کے مظاہر

قرآن پاک پہلی آسمانی کتابوں کی طرح ایک مخصوص وقت اور علاقے وقوم کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسّلام جس طرح سارے جہان کے لیے ہیں، سب کے لیے ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں یہ قرآن بھی ہمیشہ کے لیے ہے اور سب کے لیے سر چشمہ ہدایت ہے۔ اسی لیے اَحکم الحاکمین خود ہی اِس کا محافظ ہے۔ واہ! سبحان اللہ! کیا شانِ حفاظت ہے۔

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والسّلام کے عہد مبارکہ میں سب سے پہلے اِسے حفظ کر کے سینوں اور دماغوں میں جمع کیا گیا اور سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے اور ذہن مبارک میں محفوظ وجمع ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○

(القیامۃ، ۷۵: ۱۷۔۱۹)

بے شک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے○ پھر جب ہم اسے (زبانِ جبریل سے) پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں○ پھر بے شک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذِمّہ ہے○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِأَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ

الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبي ﷺ یکون في رمضان، ۲/۶۷۲، رقم: ۱۸۰۳
مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب کان النبي ﷺ أجود الناس بالخیر من الریح المرسلة، ۴/۱۸۰۳، رقم: ۲۳۰۸)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضي الله عنهما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ خیرات کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک کے مہینے میں تو آپ ﷺ کے دریائے سخاوت کے اندر طغیانی آ جاتی، حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہِ رمضان المبارک کی ہر رات آخر ماہ تک حاضر خدمت ہوتے رہتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوتے تو آپ صدقہ و خیرات کرنے میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

اور اِس طرح آپ علیہ السلام سے سن کر صحابہ کرامؓ قرآن مجید یاد کر لیتے تھے اور پھر آپس میں دور بھی کرتے رہتے تھے۔

قرآن کا نزول

آپ جانتے ہی ہیں کہ تیئس (۲۳) سال میں آہستہ آہستہ بندوں کی ضرورت کے مطابق آیت کا نزول ہوتا رہا اور آپ ﷺ ہر آیت کے نزول کے وقت اُسے ترتیب سے کاتبین حضرات سے فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد یا پہلے رکھو اور یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی۔

حضرت زید بن ثابتؓ سمیت دیگر صحابہ کرامؓ بھی یہ عظیم ڈیوٹی انجام دینے کے لیے مقرر تھے۔ جس وقت کوئی آیت اُترتی تو آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پٹھوں اور مختلف کاغذوں پر لکھ لیتے تھے اور یہ چیزیں متفرق طور پر لوگوں کے پاس

رہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ زیادہ اعتماد حفظ پر بھی تھا اور عام صحابہ کرامؓ بھی پورے پورے قرآن کے حافظ تھے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں جس ترتیب سے اب قرآن کتابی شکل میں موجود ہے اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا لیکن حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود اِس کی ترتیب فرما دی تھی اور اُسی ترتیب سے صد ہا حفّاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں قرآن مجید حفظ کر چکے تھے اور وہ ہی ترتیب آج تک چلی آ رہی ہے۔ نماز میں پڑھا جا رہا تھا، تہجد میں اور برکت کے لیے صحابہ کرامؓ تلاوت قرآن جاری رکھتے۔ اِس لیے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بالکل نہ تھا۔ اس لیے بھی ایک جگہ کتابی شکل نہیں دی جا سکی کہ بہت ساری سورت کی کچھ آیات اُتر چکی تھیں اور کچھ اُترنے والی تھیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے چند دن قبل نزول قرآن کی تکمیل ہوئی۔ مرتّب تو ہو گیا تھا لیکن کتابی شکل میں جمع نہیں ہو سکا۔ کیونکہ جب تک پورا قرآن نازل نہ ہو جاتا اُس کو جمع کرنا ناممکن تھا۔

رہی بات ترتیب قرآن کی وہ تو تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کے مطابق قرآن کی سورتوں اور سورتوں کی آیتوں کو مرتّب کر دیا تھا اور موجودہ ترتیب وہ ہی ترتیب ہے۔ بعض عیسائی مستشرقین شاید تعصّب وعناد کی وجہ سے عقل اور خرد سے کام لینا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

تاریخی لحاظ سے اِس کا اِنکار تو مشکل ہے۔ حالانکہ عہدِ رسالت میں آپ علیہ السلام کے علاوہ صحابہ کرامؓ سینکڑوں کی تعداد میں ایسے تھے جنہیں سارے کا سارا قرآن مجید یاد تھا اور بعض کو چند سورتیں، کیونکہ وہ نماز میں اِس کی تلاوت کرتے تھے۔ خود صاحب قرآن ﷺ بھی نمازِ تہجد، دوسری نمازوں کے ساتھ اور خطبات میں بھی قرآن کریم کی قرات فرماتے تھے اور حضور علیہ السلام کی قرات و ترتیب میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی قرات و ترتیب میں بال برابر بھی فرق نہیں ہوتا تھا۔ اِس لیے نہیں ہوتا تھا کہ ترتیب کے ساتھ قرآن کو

جمع کر دیا گیا تھا اور اُسی مخصوص ترتیب سے قرآن کو مرتّب کر دیا گیا تھا اور امت اب بھی اُسی مرتّب شُدہ قرآن عظیم کی تلاوت و مطالعہ میں مصروف ہے۔

صاف ظاہر ہے آپ خود سوچیں! اگر کسی مخصوص ترتیب سے قرآن جمع نہ کیا جاتا تو کیا اِس کی تلاوت اور حفظ ممکن تھا؟ خود فیصلہ کیجئے! اگر حضور نبی دو عالم ﷺ نے اِسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مرتّب نہ فرمایا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کیسے اِس کو حفظ کر سکتے تھے؟ اور کیسے اُن کے لیے قرآن کی تلاوت ممکن تھی؟ لہٰذا اُمت مسلمہ کا دعویٰ حقائق و دلائل کی روشنی سے ثابت ہے کہ قرآن کریم عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہی مکمل طور پر مرتّب فرمایا گیا تھا اور تمام صحابہ کرامؓ اِس کی پیروی اور پابندی کیا کرتے تھے۔ رہی بات اِس میں شک و شبہ کی تو گرد اُڑانے والے ہر دور میں موجود رہتے ہیں لیکن اِس کے برعکس قرآنی سچائی اور عظمت کے مظاہرے بھی جاری رہتے ہیں اور رہیں گے۔

دورِ خلافت راشدہ

علمائے تحقیق کے مطابق نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سن کر قرآن مجید لکھنے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد ۲۵ ہے جنہیں کاتبین وحی کہا جاتا ہے۔ بلکہ ایک تحقیق کے مطابق وہ ۶۰ صحابہ کرامؓ تھے۔ ان میں زیادہ مشہور حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ، حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ، خلفائے اَربعہ حافظ قرآن بھی تھے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور دیگر شامل تھے۔ مگر جو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں مشہور حفاظ ہوئے وہ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں۔(زیلعی، التفسیر المنیر، ۱)

حضرت انس بن مالکؓ سے یوں روایت ہے کہ:

مات النبی ولم یجمع القرآن غیر أربعة، أبوالدرداءؓ و معاذ بن جبلؓ و

زید بن ثابتؓ وأبو زیدؓ.

(بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی، ۴: ۱۹۱۳، رقم: ۴۷۱۸)

جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا وصال ہوا تو اُس وقت صرف چار صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید جمع کیا ہوا تھا۔ حضرت ابو درداءؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابی ابن کعبؓ کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ اِس نعمت سے محروم تھے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے بلاواسطہ انہوں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور تعلیم دینے میں مشہور ہوئے۔ ورنہ قراء صحابہ کرامؓ میں خلفائے اَربعہ سمیت کثیر صحابہ کرامؓ کے اَسماء آتے ہیں۔ جبکہ خواتین میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت سیدہ فاطمہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت سیدہ اُمّ سلمہؓ کے ناموں کو بھی شہرت ملی ہے۔

ناقدین، مستشرقین اِس کو بہانہ بنا کر قرآن حکیم کے متواتر ہونے پر طعن وتشنیع کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ حالانکہ سب سُوجھ بُوجھ والے اِس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تواتر کی یہ شرط ہے ہی نہیں کہ جم غفیر کے ہر فرد کو پورا قرآن حفظ ہو۔ بلکہ کُل نے مل کر یاد رکھا ہوا ہو تو پھر بھی کافی ہے۔

علامہ قرطبیؒ معترضین کے جواب میں استدلال کرتے ہیں کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صرف چار صحابہ کرامؓ کو پورا قرآن یاد تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں:

أنه قتل منهم يوم أحد سبعون و يوم بئر معونة سبعون و يوم اليمامة سبعون. (قرطبی، التفسیر، ۴: ۲۱۹)

جنگ یمامہ میں ۷۰ حفّاظ قرآن صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی بئر معونہ میں ۷۰ قراء شہید ہو گئے تھے۔

تدبیر خداوندی ملاحظہ فرمائیں

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل ہیں۔ رازدارِ خلوت وجلوت ہیں۔ آپ کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ کے دوران بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو قدرت نے سب سے پہلے آپؓ ہی کے دل میں یہ بات القاء فرمائی کہ قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ:

جنگ یمامہ کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھے بلوایا، اُس وقت اُن کے پاس حضرت عمر بن الخطابؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: میرے پاس حضرت عمر فاروقؓ آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں بہت سارے حفاظ کرام شہید ہو گئے اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر یونہی مختلف جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو بہت سارا قرآن چلا جائے گا اور میرا مشورہ ہے کہ آپؓ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں۔

(بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ۴: ۱۹۰۷، رقم: ۴۷۰۱)

دیکھئے! کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کی حفاظت کے لیے کن برگزیدہ اور بارگاہِ نبوت کے چنیدہ اور پسندیدہ اصحابؓ کو منتخب کیا ہے اور کیسے اسباب پیدا فرمائے گئے ہیں۔

بہر حال بارگاہِ صدیقیؓ سے حضرت زید بن ثابتؓ کی ڈیوٹی لگتی ہے۔ چونکہ آپؓ کاتبینِ وحی میں بھی شمار ہوتے تھے، سو آپؓ نے قرآن مجید کی آیات جمع کرنے کا دشوار ترین اور عظیم الشان کام شروع کیا۔ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ:

میں نے پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی شاخوں سے، پتھروں سے اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کیا۔

مختلف صحابہ کرامؓ کے پاس وہ کاغذ، کپڑے اور پتھر محفوظ تھے جن پہ قرآن پاک کی آیات خود صاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام نے بوقت نزول ہی لکھوا دی تھیں۔ وہ آیات اور وہ سورتیں نہ صرف لکھی ہوئی تھیں بلکہ اُسی ترتیب کے ساتھ اُن غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے حفظ بھی کیا ہوا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُن صحابہ کرامؓ (جو کاتبین وحی تھے اور جن کو قرآن اَزبَر تھا) جمع فرمایا اور اُن کے مہتمم حضرت زید بن ثابتؓ کو قرار دیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ خود کاتب وحی، قرآن کے قاری اور حافظ قرآن تھے۔ وہ اپنی قوت حافظہ سے قرآن لکھ سکتے تھے مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تحریرات جمع کیں جو نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں اور پھر آپ ہر تحریر دو گواہوں کے ساتھ قبول کرتے تھے۔

الغرض وہ سارے پتھر، کپڑے، کاغذ اور کھجور کے پتے جمع کر کے ایک تھیلے میں ڈال دے گئے جن پر لکھا ہوا وہ قرآن جسے نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا اور اُس تھیلے پر مہر لگا دی گئی اور یہ تھیلا حضرت عمر فاروقؓ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ جب اُن کا وصال ہوا چونکہ اُن کی زندگی میں نئے خلیفہ کا تقرر نہیں ہوا تھا اس لیے وہ اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کو دے دیا گیا جو آپ کی بیٹی بھی تھیں۔

قرآن کتابی شکل میں

حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں حذیفہ بن یمانؓ اَرمینیا اور آزربائیجان کی مہم سے فارغ ہو کر جب واپس آئے تھے تو اُنہوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! لوگوں میں قرآن سے متعلق اختلافات شروع ہو چکے ہیں، اگر یہ اختلافات بڑھتے رہے تو مسلمانوں کا حال یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گا لہٰذا جلد انتظام کیا جائے۔ وجہ اختلاف یہ تھی کہ بعض صحابہ کرامؓ کے نسخوں میں حضور علیہ السلام کے وہ الفاظ بھی لکھے ہوئے تھے جو آپ ﷺ نے بطورِ تفسیر ارشاد فرمائے تھے۔ وہ حضرات اُس کو قرآن ہی کا جزو سمجھے ہوئے تھے حالانکہ وہ الفاظ قرآن کے نہیں تھے۔ حفاظ قرآن کو لقمہ بھی لگتا تھا۔ دشواری پیش آ رہی تھی۔ یہ قرآن ہے،

برھان ہے، زمین کے سینے پہ بھی ہے اور مسلم قوم کے سینے میں بھی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کو جامع قرآن ہونے کی سعادت ملنے جا رہی ہے۔ یہ قدرت خداوندی کا وہ عظیم انتخاب ہے بیعت رضوان کے موقع پہ حضرت عثمان غنیؓ جو مکہ میں سفیر کی حیثیت سے گئے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور خود اُن کی طرف سے بیعت فرمائی۔

(عسقلانی، فتح الباری، ۵۹/۷)

اب قدرت حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ سے قرآنی حفاظت کا کام لے رہی ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے پھر حضرت زید بن ثابتؓ کو اس ڈیوٹی پر مقرر فرمایا اور مدد کے لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن عاصؓ اور عبداللہ بن حارثؓ کو بھی اس عظیم الشان کام میں شامل کیا۔ اِن حضرات نے حضرت حفصہؓ کے پاس پہلے سے جمع کیا ہوا نسخہ قرآنی منگوایا پھر اُس کے مقابلے میں حفاظ کے حفظ قرآن سے نہایت تحقیق سے چھ یا سات نسخے نقل کیے۔ غرضیکہ مملکت اسلامیہ کے مختلف علاقوں وہ نسخے پھیلا دیئے گئے تاکہ مزید قرآنی نسخے تیار کیے جائیں۔ یہ نسخے عراق، شام، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں بھیج دیے گئے اور اصل نسخہ حضرت حفصہؓ کو واپس کر دیا گیا۔ جن صحابہ کرامؓ کے پاس تفسیر سے ملے ہوئے قرآن کے نسخے موجود تھے اور وہ اس کو قرآن ہی سمجھ بیٹھے تھے ان کو منگوا کر جلوا دیا گیا۔ کیونکہ اُن نسخوں کا باقی رہنا آئندہ بڑے فتنوں کا دروازہ کھول دیتا کہ آئندہ لوگ اُس کو قرآن سمجھ بیٹھتے۔

قارئین ذی وقار! آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کے لیے کیا خوب انتظام کئے۔ کن عظیم ہستیوں سے یہ عظیم الشان کام لیا گیا۔ قرآن پاک کی ترتیب وہی ہے جو لوح محفوظ میں ہے اور قرآنی آیات اور سورتوں کی ترتیب دینے والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں لیکن اس کو کتابی شکل دینے والے اَوّلاً افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں اور دوسرے جامع قرآن حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ ہیں۔

الحمد للہ! اب تک اسی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے قرآن مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور ان شاء اللہ موجود رہے گا۔ آج پوری دنیا میں جہاں لاکھوں کروڑوں قرآن کے نسخے موجود ہیں یہ سب انہی سات نسخوں سے نقل در نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں اور مسلمانوں کی صفیں جس کی تلاوت سے گونج رہی ہیں اور لاکھوں مسلمانوں کے سینے جس کے حفظ کے نور سے مدینے بنے ہوئے ہیں جن کے ذریعے قرآنی حفاظت کا ہمہ وقت اور ہر جگہ عملی مظاہر جاری رہتا ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محکم و متشابہ

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران آیت نمبر ۲ میں الحی القیوم ذات باری تعالیٰ اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ. (آل عمران، ۳:۷)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی تعلیم دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ایک محکم اور دوسری متشابہ۔

محکمات

محکمات: محکمۃ کی جمع ہے اور محکم حکم سے ہے جس کے معنیٰ منع کرنا۔ مضبوط و محکم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اکھیڑنے والے کا مقابلہ کرتا ہے۔ حکمت کو حکمت اس لیے کہتے ہیں کہ عقل اس کے خلاف کرنے سے منع کرتی ہے۔

المفردات کے مطابق محکمات وہ آیات ہیں جن کا مفہوم بالکل واضح ہو اور اُن میں لفظ اور معانی کی جہت سے کوئی شبہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ اس کے معنیٰ ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

محکمات وہ آیات ہیں جو نہ ناسخ ہیں۔ اِن میں حلال و حرام، حدود و فرائض کا بیان ہے۔ ان پہ ایمان لایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

(طبری، التفسیر، ۳: ۱۷۰)

آیات محکمات جنہیں ساری کتاب کی اصل اور بنیاد قرار دیا گیا ہے یہ اپنے مرادی معنیٰ پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں۔ عبارت کے لحاظ سے بالکل واضح ہیں اور بالکل مضبوط ہیں اور شکوک و شبہات کے اعتبار سے محفوظ ہیں۔ قرآن حکیم کی یہ اُصولی آیات ہیں، باقی آیات کی تاویل کر کے انہی کی طرف راجح کی جا سکتی ہیں۔ جیّد مفسرین مزید وضاحت یوں کرتے ہیں کہ:

محکم آیات کی عبارات کا مفہوم کسی بھی ایسے سننے والے اور پڑھنے والے پر مشتبہ نہیں ہوتا جو لغت کو جاننے والا ہے، بلکہ بعض آیات محکمات میں تو غور و فکر اور تامّل کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ. (الإسراء، ۱۷: ۲۳)

اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○ (الشوریٰ، ۴۲: ۱۱)

اُس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے○

اور بعض آیات میں طلب و تامل اور غور و فکر کے ساتھ مفہوم واضح ہوتا ہے، جبکہ شارع کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جس طرح رب العالمین کا فرمان عالی شان ہے:

وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ. (المائدۃ، ۵: ۶)

اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھولو)۔

تھوڑے سے تامل اور غور کے بعد بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا عطف دھونے والے اعضاء پر ہوتا ہے کیونکہ دونوں میں اِلیٰ غایت کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت محمد بن جعفر بن زبیرؒ کے نزدیک محکمات آیات کا ایک ہی مفہوم ہوتا ہے۔ یہی آیات ہمارے فرائض و محرمات میں اصل ہیں، دیگر آیات ان کی محتاج ہوتی ہیں۔ اُن کی مراد و مفہوم جاننے کے لیے اُنہیں محکمات کی طرف لوٹایا جاتا ہے کیونکہ ان آیات کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے۔ ان کے معانی اور الفاظ کے اعتبار سے کسی قسم کا شبہ وَارِد نہیں ہوتا۔ انسانی ذہن بڑی آسانی سے عقائد و احکام کو سمجھ سکتے ہیں۔

یہاں اتنا ضرور ہے کہ بعض آیات میں ایسے حقائق و معارف بیان کیے گئے جن کو انسانی ذہن ناقص العقل ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ چیزیں اور حقیقتیں خلاف عقل نہیں ہیں مگر ماورائے عقل ضرور ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، مرنے کے بعد زندگی، عالم آخرت کے احوال، عذاب و ثواب کی حقیقت، جنت و دوزخ، فرشتے، معجزات و کرامات وغیرہ۔ ایسی چیزوں اور حقیقتوں کا بیان ایسے پیرائے میں کیا جاتا ہے تاکہ انسانی فہم ممکن حد تک سمجھنے کے قریب ہو جائے ورنہ ان کی اصل حقیقت و معرفت کا علم صرف ذات باری تعالیٰ کو ہی ہے۔

بہر حال بندۂ مومن کے لیے ان سب حقیقتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایمان بالغیب صاحبان تقویٰ و طہارت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ دونوں جہاں میں فلاح پانے والوں کی خوبصورت نشانی ہے۔

متشابہات

تشابہ سے بنا ہے جس کا مادہ شبہ ہے۔ متشابہ وہ کہلاتا ہے جو کسی کے مشابہ اس طرح ہو جائے کہ اس میں فرق نہ ہو سکے۔

متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن کا معنیٰ وتفسیر کسی لفظی یا معنوی پیچیدگی کی وجہ سے مشکل ہو جائے۔ بہت سارے معانی کا احتمال ہو اور سارے معانی پوری طرح ظاہر بھی نہ ہوں اور ان میں مختلف تاویلات کی گنجائش ہوتی ہے جن کی مراد ومفہوم حقیقی طور پر مخلوق میں از خود کوئی نہیں جانتا۔ ذاتی لحاظ سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جانتی ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا. (آل عمران، ۳: ۷)

اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے۔

حضرات ذی وقار!

بعض جدید فلسفے سے متاثر اور ذہنی وفکری خلفشار کا شکار ہونے والے لوگوں نے اپنی عادت کے مطابق قرآنی علوم کے اس نازک، اہم ترین اور وسیع موضوع کو بھی انتشار اور اختلاف کی نظر کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ وہ ایسی اہلیت و قابلیت کے حامل نہ تھے اور محکم و متشابہ کا معاملہ اس قدر آسان بھی نہیں۔

اِس میں تو کوئی شک نہیں محکم تو وہ آیات قرار پاتی ہیں جن کے سمجھنے کے لیے محض عربی زبان کا جاننا کافی ہے۔ لیکن متشابہ آیات کے فہم کے لیے محض عربی لغت سے واقفیت کافی نہیں بلکہ رسوخ فی العلم یعنی علم میں پختگی کا ہونا ضروری ہے۔ رسوخ فی العلم محض عرب میں رہنے یا عربی جاننے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ مزید شرائط کی تکمیل ضروری ہوتی ہے۔ جیّد مفسرین نے درج ذیل شرائط بیان کی ہیں۔

علماء راسخین

علمائے راسخین سے مراد ایسے علماء کرام ہیں جنہوں نے دین کا پختہ علم حاصل کیا ہو۔

قرآن وسنت میں مہارت حاصل کی ہو۔ تمام اُصول وفروع پہ حاوی ہوں اور اُن سے عقائد اسلامیہ یا احکام شریعہ سے متعلق جو سوال کیا جائے اُس کا جواب دینے پر قادر ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو دلائل یقینیہ قطعیہ سے جانتے ہوں۔ پرہیزگاری، انکساری، زہد ومجاہدہ کی صفت سے متصف ہوں اور ان آیات کی تاویل نص قطعی کی طرف راجح کرتے ہوں۔ متشابہات کی غلط تاویلیں اور قرآن پاک کے غلط ترجمے کرنے والے نہ ہوں۔ بدعقیدہ و بدعمل وہ عالم جن کی زبان پر دین وقرآن ہولیکن دل میں دنیا و نفاق ہو اور محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہوں، کبھی ظاہری معنیٰ سے لوگوں بہکاتے ہوں اور کبھی قرآنی آیات میں تعارض و مقابلہ دکھاتے ہوں۔ کبھی تحریر اور تقریر کے ذریعے بے یقینی کی فضا پیدا کرتے ہوں۔ ان دنیا دار علماء کا راسخین فی العلم علماء ربانیین کے ساتھ دور تک واسطہ نہیں بلکہ ان کی نحوست سے بچنا ازحد ضروری ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت میں ظاہر ہونے والے جن تین فتنوں کے خوف کا ذکر فرمایا تھا اُن میں سے ایک یہی لوگ ہیں جو متشابہات کی تاویلات اور مفہوم محکمات کی طرف لوٹائے بغیر بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ لغت عرب سے واقف ہونے سے اور طلب و تامل اور غور وفکر سے ان کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے۔ صاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام نے اِن فتنہ پرور اور قرآن پڑھ کر گمراہ ہونے والے اشخاص سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل یہ آیت مبارکہ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝

(آل عمران، ۳:۷)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیراثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے○

تلاوت فرمائی اور فرمایا:

فاذا رأيت الذين يتبعون ما تشابه منه فأولئک الذين سمى الله فاحذروهم.

(بخاری، الصحيح، كتاب التفسير، باب، منه أيات محكمات، ۴: ۱۶۵۴، رقم: ۱۶۵۵)

جب ایسے لوگوں کو دیکھو کہ وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا، پس اُن سے بچو۔

دارمی نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت نقل کی:

تمہارے پاس ایسے لوگ بھی آئیں گے جو قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ جب ایسا ہو تو حدیث کو لازم پکڑو۔ کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں سے آگاہ کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔

(دارمی، السنن، ۱: ۶۷، رقم: ۱۴۸)

دارمی نے ہی سلمان بن یسارؒ سے نقل کیا ہے کہ:

عبداللہ بن صبیغ متشابہ آیات کی پیروی کرتا تھا۔

(دارمی، السنن، ۱: ۶۶، رقم: ۱۴۴)

حضرت عمر بن الخطابؓ نے بصرہ کے لوگوں کو خط لکھا ہے کہ صبیغ کے پاس نہ بیٹھا کرو اور فرمایا: اگر وہ آئے ہم ۱۰۰ ہوئے تو وہ ہمیں جدا جدا کر دے گا کیونکہ وہ کتاب اللہ اور سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ. (آل عمران، ۳: ۷)

سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔

صاحب تفسیر طبری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اِس سے مراد منافق لوگ ہیں۔

(طبری، التفسیر، ۳: ۱۷۶)

اور امام احمدؒ نے ابو امامہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد خارجی لوگ ہیں۔ بلکہ اِس سے سارے وہ بدمذہب و بدعقیدہ لوگ مراد ہیں جو قرآن کے غلط معانی بیان کرتے ہیں۔ متشابہات کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ آیات کا ظاہری معنیٰ کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ جن کی وجہ عوام الناس کو قرآن میں تعارض اور مقابلہ دکھائی دیتا ہے بلکہ انہی کی وجہ سے غیر مسلم ناقدین بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ **(طبری، التفسیر، ۳: ۱۷۷۔۱۷۸)**

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: متشابہ کی تین قسمیں ہیں

اوّل: جس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ جیسے وقوعِ قیامت اور دابۃ الارض کے نکلنے کا وقت۔

دوم: جن کی معرفت کا کوئی ذریعہ ہو۔ جیسے مشکل اور غیر مانوس الفاظ وغیرہ۔

سوم: جو ان دونوں کے درمیان ہو۔ علمائے راسخین کے لیے اِس کی معرفت و مفہوم

ممکن ہے اور عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے۔

(اصفہانی، المفردات في غریب القرآن، ۱: ۲۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق دعا کی تھی کہ:

اللهم فقهه فی الدین وعلمه التأویل.

(اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ۱: ۲۵۵)

اے اللہ! اِس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اِس کو تاویل کا علم عطا فرما۔

اِس دعا سے اِس قسم کی متشابہ آیات کا علم مراد ہے۔

آپ ﷺ نے یہی دعا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے بھی فرمائی تھی۔

(اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ۱: ۲۵۵)

بعض علماء نے وَالرّٰسِخُوْنَ کا عطف اللہ پر کیا ہے اور کرتے ہیں۔ پھر معنیٰ یوں ہو گا متشابہات کی حقیقی غرض و مراد اللہ تعالیٰ اور علمائے راسخین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

(مدارك)

لیکن جو علماء اِلَّا اللّٰہُ پر وقف کرتے ہیں اُن کے قول کے مطابق متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ علمائے راسخین نہ جاننے کے باوجود اِن آیات قرآنی پہ ایمان رکھتے ہیں۔

جیّد مفسرین وضاحت کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک بھی متشابہات سے مراد وہ خاص اُمور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے وقوع قیامت وغیرہ۔

لیکن ناقدین و معترضین کی طرف سے یہ شبہ وارد ہوسکتا ہے کہ کیا قرآن حکیم میں ایسی آیات بھی ہیں جن کا مفہوم و مراد کسی کو بھی معلوم نہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر نازل کرنے کا کیا فائدہ؟ جبکہ قرآن کا نزول ہی مخلوق کو نفع و فائدہ دینے کے لیے ہوا ہے۔ اس لیے راسخین فی العلم علمائے ربانیین کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ تمام متشابہات کا معنیٰ و مراد اللہ تعالیٰ کی عطا سے صاحب قرآن ﷺ جانتے ہیں اور پھر آپ کی توجہ و عنایت سے آپ ﷺ کے اہل بیت اطہارؓ،

صحابہ کبارؓ اور اولیائے کاملین بھی جانتے ہیں۔

البتہ علمائے متقدمین متشابہات میں غور وفکر نہیں کرتے تھے اور نہ ہی عوام الناس کے سامنے معنیٰ و مراد بیان کرتے تھے، لیکن متاخرین جیّد علماء ربانی نے دیکھا کہ بد مذہب و بدفکر لوگ اِن آیات کا ظاہری معنیٰ بتا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مثلاً وجہ اللہ سے اللہ کا چہرہ، ید اللہ سے ہاتھ اور

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ. (القلم، ۶۸: ۴۲)

جس دن ساق (یعنی اَحوالِ قیامت کی ہولناک شدت) سے پردہ اٹھایا جائے گا۔

سے باری تعالیٰ کی بے مثل ذات کی پنڈلی ثابت کرتے ہیں اور اسی طرح آیاتِ صفات سے جہت، مکان اور اعضاء پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی روح کا عین ثابت کرنے میں تحریر وتقریر میں مشغول ہیں اور ایسے معنیٰ وتاویل بیان کرتے وقت محکمات آیات کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ اُن کے بیان کردہ مفہوم ومعنیٰ قرآن و حدیث کی تصریحات کے بالکل خلاف ہیں، جس کی وجہ سے عوام الناس شریعت اور عقائد اسلامیہ کے بارے میں شکوک وشبہات اور ضعف کا شکار ہو رہے ہیں جو قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک امت مسلمہ اپنائے ہوئے ہے۔

تو پھر راسخین فی العلم علمائے ربانیین نے ان آیات متشابہات کی ایسی تاویل و معانی بیان کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جو قرآن و حدیث کی تصریحات اور آیات محکمات کے مفہوم و مراد کے مطابق ہوں اور عقائد اہل سنت والجماعت کے موافق ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُن صاحبانِ تقویٰ علمائے حق نے یہ تصریح و وضاحت بھی برملا کی ہے کہ ہماری یہ تاویلات ظنی ہیں ان آیات متشابہات کا صحیح محمل اور حقیقی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر اُس کے نبی مکرم ﷺ جانتے ہیں۔

اب مندرجہ بالا حقیقت کی تائید و توثیق علمائے ربانی حضرت علامہ سید محمود آلوسیؒ

بغدادی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں جسے ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے ضیاء القرآن شریف میں اسی آیت مبارک کے تحت درج فرمایا ہے جو سب سوالات کا جواب ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں:

ولعل القائل بكون المتشابه مما استأثر الله تعالىٰ بعلمه لا يمنع تعليمه للنبي ﷺ بواسطة الوحي مثلا ولا القائه في روع الولى الكامل مفصلا لكن لا يصل إلى درجة الاحاطة كعلم الله تعالىٰ وإن لم يكن مفصلا فلا أقل من أن يكون مجملا ومنع هذا و ذاک مما لا يكاد يقول به من يعرف رتبة النبي ﷺ ورتبة اولياء أمته الكاملتين وإنما المنع من الاحاطة ومن نعرفته علىٰ سبيل النظر والفكر.

(آلوسی، روح المعانی، ۳: ۸۷)

یعنی جن علماء کے نزدیک متشابہات سے مراد وہ اُمور ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مختص فرمایا ہے وہ علماء بھی اِس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اُمور کا علم بذریعہ وحی اپنے رسول ﷺ کو دیا ہے یا اولیائے کاملین کے قلوب میں القاء فرمایا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضور ﷺ کے مقام رفیع اور حضور ﷺ کی اُمت کے اولیائے کاملین کے مرتبے کو پہچانتا ہے وہ اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ نفی علم محیط کی ہے اور اُس علم کی ہے جو انسان اپنی عقل وفکر سے حاصل کرتا ہے۔ نہ کہ اُس علم کی ہے جو اللہ اپنے نبی کو بذریعہ وحی یا کسی ولی کو بذریعہ الہام عطا فرماتا ہے۔

متاخرین کی مثالیں

متاخرین کے بیان کردہ معانی کی چند مثالیں بیان کی جا رہی ہیں تاکہ اہل ایمان فتنہ اور بدعقیدگی سے محفوظ رہیں۔

۱. **وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ. (الحجر، ۱۵: ۲۹)**

ظاہری معنیٰ: اور میں اس میں اپنی روح سے پھونک دوں۔

جو تاویل کی گئی: اور میں اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح سے پھونک دوں۔

۲. اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. **(النور، ۲۴: ۳۵)**

ظاہری معنیٰ: اللہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی ہے۔

جو تاویل کی گئی: اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔

۳. یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ. **(الفتح، ۴۸: ۱۰)**

ظاہری معنیٰ: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جو تاویل کی گئی: اُن کی قدرتوں پر اللہ کی قدرت ہے۔

۴. فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ. **(البقرۃ، ۲: ۱۱۵)**

ظاہری معنیٰ: سو وہ پس اللہ کا چہرہ ہے۔

جو تاویل کی گئی: سو وہ پس اللہ کی ذات ہے۔

۵. وَّجَآءَ رَبُّکَ. (الفجر، ۸۹: ۲۲)

ظاہری معنیٰ: اور آپ کا رب آیا۔

جو تاویل کی گئی: اور آپ کے رب کا حکم آیا۔

۶. اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰیo **(طٰہٰ، ۲۰: ۵)**

ظاہری معنیٰ: رحمٰن عرش پر قائم ہے۔

جو تاویل کی گئی: عرش پر اللہ کی حکومت اور اُس کا تسلّط ہے۔

۷. یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ. **(الزمر، ۳۹: ۵۶)**

ظاہری معنیٰ: ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے پہلو میں کیں۔

جو تاویل کی گئی: اللہ کے جوارِ رحمت میں اللہ کے قرب۔ (تبیان القرآن)

حروف مقطعات

حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنفیہ کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم نبی کریم ﷺ کو ظاہری حیات میں ہی عطا فرما دیا تھا۔ حروف مقطعات جو لکھے اکٹھے جاتے ہیں لیکن انہیں پڑھا جدا جدا جاتا ہے۔

سرّ بين الله ورسوله.

یہ وہ راز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے درمیان ہے۔

صاحب روح المعانی کی عبارت بڑی خوبصورتی سے پردہ کشائی کر رہی ہے۔

فلا يعرفه بعد رسول الله ﷺ إلا الأولياء الورثة فهم يعرفونه من تلك الحضرة وقد تنطق لهم الحروف عما فيها كما كانت تنطق لمن سبح بكفه الحصى. (آلوسی، روح المعانی، ۱: ۱۰۰)

ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم ﷺ جانتے ہیں اور اولیاء کاملین، ان کو یہ علم بارگاہِ رسالت ﷺ سے عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف خود اپنے اَسرار کو اولیائے کرام سے بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ حروف اُس ذات پاک سے گویا ہوتے تھے جس کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

ہر کتاب کے اَسرار ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے اَسرار اوائل سور میں ہیں۔

(رازی، الکبیر، ۲: ۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں یوں رقمطراز ہیں:

یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے درمیان اَسرار ہیں۔ اِن حروف سے عام لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا ہے بلکہ صرف رسول اللہ ﷺ کو ان حروف سے افہام مقصود تھا۔

یا رسول اللہ ﷺ اپنے کامل متبعین میں سے جن کو چاہیں ان کا معنیٰ سمجھا دیں۔ اسی لیے بعض راسخین فی العلم علماء اپنی اس تصریح کے ساتھ کہ حقیقی معنیٰ و مفاہیم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر اسی کی عطا سے صاحب قرآن ﷺ جانتے ہیں۔لیکن ہماری تاویل ظنی ہے۔

حروف مقطعات کے بھی مرادی معنیٰ تاویلاً بیان کیے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

أَلِف آلاؤُهُ لَامٌ لُطفُهُ مِيمٌ مُلكُهُ. (فيروز آبادی، تنوير المقباس، ۱: ۳)

الف: اس سے مراد اللہ کی آلاء (نعمتیں) ہیں۔

لام: اس سے مراد اللہ کا لطف (مہربانی) ہے۔

میم: اس سے مراد اللہ کی ملک (بادشاہت/ سلطنت) ہے۔

اور آپ سے یہ مفہوم بھی روایت کیا گیا ہے کہ

ألف الله لام جبريل ميم محمد ﷺ.

(فيروز آبادی، تنوير المقباس من تفسير ابن عباس، ۱: ۳)

(الف) سے اللہ کی طرف (لام) سے جبرائیل کی طرف اور (م) سے سیدنا محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

جیّد مفسرین نے سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کے مختلف مرادی معانی بیان کیے ہیں۔حروف مقطعات درج ذیل ہیں:

۱. صٓ	۲. قٓ	۳. نٓ	۴. طٰهٰ
۵. یٰسٓ	۶. طٰسٓ	۷. حٰمٓ	۸. الٓمٓ
۹. الٓرٰ	۱۰. طٰسٓمٓ	۱۱. حٰمٓ عٓسٓقٓ	۱۲. الٓمٓصٓ
۱۳. الٓمٓرٰ	۱۴. کٓهٰیٰعٓصٓ		

المختصر قرآن میں جن آیات مقدسہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہ تین طرح کی ہیں۔

۱۔ محکمات

وہ آیات جن کا معنیٰ، مفہوم، مطلب و مراد وغیرہ بالکل واضح ہے۔ جیسے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ○

۲۔ مقطعات

قرآن حکیم کی بعض سورتوں کے شروع میں چند حروف سے مرکب ایک کلمہ لایا گیا ہے جیسے الم، حم، ن وغیرہ جو اوپر مذکور ہیں۔ یہ کل ۱۴ حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

۳۔ متشابہات

وہ آیات یا حروف جن کے الفاظ کے معانی تو ہم جانتے ہیں مگر اُن میں کیا حقیقت پوشیدہ ہے یہ ہم نہیں جانتے۔ جیسے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی○ (طٰہٰ، ۲۰: ۵)

(وہ) نہایت رحمت والا (ہے) جو عرش (یعنی جملہ نظام ہائے کائنات کے اقتدار) پر (اپنی شان کے مطابق) متمکن ہوگیا○

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ. (الفتح، ۴۸: ۱۰)

ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔

اب ظاہری معانی تو سمجھے جا سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور عرش پر جلوہ گری کی کیفیت کو سمجھنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں۔

صاحب تفسیر مظہری عقدہ کشائی کرتے ہیں کہ:

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ○ (القیامۃ، ۷۵: ۱۹)

پھر بے شک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذِمّہ ہے○

کے ارشاد کا تقاضا ہے کہ محکم، متشابہ اور حروف مقطعات کا بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو عطا ہونا اپنے ذمہ کرم سے واجب ہے۔ وہ علماء جو یہ کہتے ہیں کہ متشابہات و حروف مقطعات کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے نہ نبی پاک ﷺ اور نہ ہی اولیائے کاملین کو علم ہے۔ یہ عقلاً بعید ہے۔ کیونکہ خطاب ہمیشہ سمجھانے کے لیے ہوتا ایسے کسی بھی مجمل لفظ سے قرآن بالکل محفوظ و مامون ہے۔

(تفسیر مظہری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

میں راسخین فی العلم میں سے ہوں اور میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو متشابہات اور حروف مقطعات کی تاویل جانتے ہیں۔

محبوب ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اُن پر حروف مقطعات کی تاویل اور اَسرار ظاہر فرمائے ہیں، لیکن اُن کا بیان عوام الناس کے لیے ناممکن ہے کیونکہ یہ چیز اُن کے اَسرار الٰہی ہونے کی منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم

بعض علماء فرماتے ہیں یہ حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔ اس کی بعض صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے

المر: کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول ابن عطاء سے مروی ہے کہ:

أنَا اللهُ اَلمَلِکُ اَلرَّحمٰنُ. (جوزی، زاد المسیر، ۴: ۳۰۰)

حم: کے مفہوم کے بارے میں حضرت عکرمہؓ خود نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

حٰمٓ إسمٌ مِن أَسمَآءِ اللهِ تَعَالیٰ وَهِيَ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ رَبِّکَ.

(قرطبی، التفسیر، ۱۵: ۲۸۹)

اور حی قیوم کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اسی طرح

کٓهٰيٰعٓصٓ: هُوَ اِسمٌ مِن أَسمَآءِ اللهِ تَعَالیٰ.

یہ اسمائے الٰہیہ میں سے ایک اسم ہے۔

وَعَن عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ: هُوَ اِسمُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَکَانَ يَقُولُ: يَا کٓهٰيٰعٓصٓ اِغفِرلِي. (قرطبی، التفسیر، ۱۱: ۷۴)

حضرت علی المرتضیٰؓ: يَا کٓهٰيٰعٓصٓ اِغفِرلِي دعا مانگا کرتے تھے۔

اسی طرح بعض حروف مقطعات کے بارے میں اہل علم کہتے ہیں کہ وہ قرآن کے اسماء میں سے ہیں اور اُن میں قرآن کی کوئی نہ کوئی صفت بیان کی گئی ہے اور بعض سورت کے طور پہ ذکر کیے گئے ہیں۔

علماء ربانی کی ایک جماعت نے اپنی تفاسیر میں بعض حروف مقطعات کو صاحب قرآن ﷺ کے اسماء میں سے قرار دیا ہے جن میں شان و صفات کو بیان کیا گیا ہے۔

طٰهٰ: کے معنیٰ کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

يَا حَبِيبِي! (قرطبی، التفسیر، ۱۱: ۱۶۶)

اے میرے حبیب!

اور یہ بھی کہا جاتا ہے:

اَلطَّاءُ مِن الطَّهَارَة وَالهَاءُ مِنَ الهِدَايَة.

ط سے طہارت اور ھ سے ہدایت بطور رَمز مذکور ہے۔

(قرطبی، التفسیر، ۱۱: ۱۶۶)

علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

يَا بدر سماء عالم الامكان! (آلوسی، روح المعانی، ۱۶: ۲۰۸)

اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند!

يَا أَيُّهَا البَدر!

اسی طرح صاحبانِ محبت وعقیدت یس: کے بارے میں یوں راز افشانی کرتے ہیں کہ یس کا معنیٰ لغت کے اعتبار سے اے انسان! یعنی اے انسان کامل ﷺ! یہ بھی آپ ﷺ کے اسماء میں سے ہے۔

ابو ورّاق کے نزدیک:

يس: يا سيد البشر!. (بغوی، التفسیر، ۴: ۵)

کا مخفف ہے۔

علامہ آلوسی تو یوں رقمطراز ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

وَفِی الخَبَرِ اللهُ تَعَالیٰ اَلمُعطِي وَأَنَا قَاسِمٌ فَمَنزِلَتُهُ ﷺ بِأَسرِهِ بِمَنزِلَةِ القَلبِ مِنَ البَدَنِ فَمَا أَلطَفَ افتِتَاحَ قَلبِ القُرآنِ بِقَلبِ الأَكوَانِ.

(آلوسی، روح المعانی، ۲۳: ۶۳)

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے اور میں (قاسمِ نعمت) تقسیم کرنے والا ہوں۔ پس آپ ﷺ کی منزلت (مقام) پوری کائنات میں ایسی ہے جیسے بدن میں دل کی ہوتی ہے۔ تو کیا ہی لطیف بات ہے کہ قرآن کے دل (سورۂ یٰسین) کا آغاز کائنات کے دل (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے ذکر سے کیا جا رہا ہے۔

اس حدیث کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور ﷺ دل کی مانند ہیں اور سورۃ یس قرآن کا دل ہے۔

قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔

امام قرطبیؒ بھی لکھتے ہیں:

کہ جب بندگانِ خدا قرب و معرفت کی اعلیٰ ترین منزل پہ فائز ہوتے ہیں تو حروف مقطعات اور متشابہات کے اَسرار و معارف اُن پر آشکار ہو جاتے ہیں۔ آپ ''ق،، کے بارے میں ابن عطاء کا قول ذکر کرتے ہیں:

أَقسَمَ اللهُ بِقُوَّةِ قَلبِ حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّم حَيثُ حَمَلَ الخِطَابَ وَلَم يُؤَثِّر ذٰالِکَ فِيهِ لِعُلُوِّ حَالِهِ وَالقُرآنِ المَجِيدِ الشَّرِيفِ الكَرِيمِ عَلٰى اللهِ الكَبِيرِ الخَبِير. (القرطبی، التفسیر، ۱۷: ۳)

اللہ نے اپنے محبوب مکرم نورِ مجسم ﷺ کے قلب مبارک کی اس قوت کی قسم کھائی ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ نے وحی کے خطاب کو برداشت کر لیا اور آپ کے بلند مقام کی وجہ سے اس (وحی کے بوجھ) نے آپ پر اثر نہ ڈالا اور اللہ کبیر و خبیر کے نزدیک اس قرآن مجید، شریف اور کریم کی (بھی قسم کھائی)۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ یوں کمال محبت وحقیقت کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں:

ک گیسو ھا دھن یا اَبرو آنکھیں عین صاد

کھیعص اُن کا چہرہ نور کا

اِس کے علاوہ اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حروف اپنے اندر بے حساب برکات و اثرات رکھتے ہیں جن کے پڑھنے سے عاملین، کاملین بے شمار ظاہری و باطنی فائدوں سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ سے سلاسل طریقت میں اِن حروف مقطعات کی تلاوت و وظائف خاص میں شامل رہی اور ہے۔ صالحین اُمت اِن حروف کو مختلف طریقوں سے پڑھتے بھی ہیں اور تعویزات میں لکھتے بھی ہیں اور ہر قسم کے جادو، آسیب اور بدنظری سے حفاظت کے لیے مجرّب عمل ہے۔

میرے والد گرامی پیکر اخلاص و محبت، عالم ربانی عاشق رسول ﷺ قبلہ پیر عبدالغفور نقشبندی المعروف استاد جیؒ جن کی دعاؤں کے سہارے سعادتوں کا سفر جاری ہے۔ جنہیں حزب البحر شریف سے ماخوذ درج ذیل کلمات پڑھتے سنتا رہا ہوں اور ان کی برکت سے حفاظت اور روحانی طاقت کو ملاحظہ کرتا رہا ہوں۔ بے شمار روحانی اور جسمانی فوائد کے پیش نظر درج کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

بِسمِ اللهِ بَابُنَا، تَبَارَکَ حِیطَانُنَا، یٰسٓ سَقْفُنَا، کٓھٰیٰعٓصٓ کِفَایَتُنَا، حٰمٓ عٓسٓقٓ حِمَایَتُنَا، الٓمٓ سُیوفُنَا، نٓ وَالقَلَمِ جُیوشُنَا، فَسَیَکْفِیکَھُمُ اللهُ ۚ وَھُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ.

دیگر مشائخ کی طرح آپؒ نے بھی حروف مقطعات پر مشتمل ایک تعویز جو صرف اُس ستائیس رمضان المبارک کو لکھا جاتا ہے جو جمعرات کو آئے اور لکھنے والا بھی حالت اعتکاف میں ہو۔ ایسی بابرکت رات تین چار دہائیوں کے بعد آتی ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ قبلہ والد گرامیؒ کی طرف سے خدمات دینیہ کے علاوہ اس بابرکت تعویز سے ایک جہاں مستفیض ہو رہا ہے۔ اللہ کریم اُن کے مزار اقدس پہ رحمت و رضوان کے سلسلے

جاری رکھے۔ آمین بجاہ طہ ویس

طالبانِ حقیقت

جہاں قرآن کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے ہوئے صاحب قرآن ﷺ کی محبت و اطاعت کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں قرب و رضا پانے والے خوش نصیب لا تعداد اور بے شمار ہیں وہاں اسے پڑھ کر اور اس کی بیان کردہ حقیقتوں کا انکار کر کے اور قرآنی آیات کا غلط ترجمہ اور مفہوم بیان کر کے اپنے من پسند باطل عقیدے ثابت کرتے ہوئے شیطانی قافلے میں شامل ہونے والے بھی کم نہیں ہیں انہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں کجی ہے۔ بظاہر جسم پہ دین نظر آتا ہے اور زبان پہ قرآن ہوتا ہے لیکن ان کے دل ٹیڑھے ہیں۔ کجی زدہ شخص کی مثال خارش زدہ اونٹ جیسی ہوتی ہے۔

کرونا وائرس کی طرح اِن کا مرض بھی بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے۔ جہاں جائے، بیٹھے، بولے، لکھے کسی طرح اور جو بھی عوام الناس میں سے اس کے ساتھ منسلک ہو گا بے یقینی، کج رَوِی اور بے اَدبی کا شکار ہو کر نفاق کی بیماری کا شکار ہو جائے گا۔ قرب وحضور سے محروم محض نام کا مسلمان اور بے کار ہو جائے گا۔

العیاذ باللہ تعالیٰ! یا اللہ! ہمیں ایسے لوگوں کی صحبت، تحریر وتقریر سے بچانا بھی اور ہمیں دوسرے مسلمانوں کو بچانے کی بھی تدبیر کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ عوام الناس ان کے فتنے سے محفوظ رہیں۔

آیئے آپ جب اس تحریر کو پڑھیں میرے اس ارادہ و نیت میں شامل ہو جائیں کہ ہم بھی راسخین فی العلم علماء ربانیین کی اتباع کرتے ہوئے اور ان کی بیان کردہ تصریح کی پیروی کرتے ہیں کہ آیات متشابہات کی طرح حروف مقطعات کا بھی حقیقی معنیٰ و مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور پھر اُس کی عطا سے اُس کے محبوب مکرم نبی دوعالم ﷺ جانتے ہیں اور وہ بندگانِ خدا و غلامانِ مصطفیٰ ﷺ جو قرب و معرفت میں عظیم مقام حاصل کر لیتے ہیں یہ مقربین اللہ و رسول ہیں

جن پہ ان کے اَسرار و معارف آشکار ہو جاتے ہیں۔ حقیقی مفہوم اللہ ہی جانے۔ ماہر علماء اپنی بیان کردہ معانی و تاویل کو ظنی خیال کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

آمَنَّا بِه كُلّ مِن عِندِ رَبّنا.

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

بکثرت احادیث میں ہے نبی کریم ﷺ یہ دعا اکثر فرمایا کرتے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْب ثَبِّتْ قَلبِي عَلٰى دِيْنِک.

اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرماتے۔ ہمیں بھی اتباع میں یہ دعا ہمیشہ مانگتے رہنا چاہیے تاکہ دلوں کے ٹیڑھے پن کی بیماری سے بچتے رہیں اور روح و دل دین پر ثابت قدم رہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○ (آل عمران، ۳: ۸)

(اور عرض کرتے ہیں) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے○

کیا یہ معجزہ بھی آپ دیکھتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ کائنات کی وسعتوں میں وقتاً فوقتاً اپنی قدرت اور عظمت کا اظہار کرتا رہتا ہے جس سے اُس کی وحدانیت و کبریائی جھلک رہی ہوتی ہے۔ سلیم الفطرت لوگوں کے یقین و ایمان کے نور میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

چند دنوں کی بات ہے قرآن و حدیث کے بتائے حلال و حرام کی قید سے بے نیاز رہ کر زندگی گزارنے والوں کے دیس چین سے کرونا وائرس نامی وبائی مرض نمودار ہوئی۔ کہا جا رہا ہے کہ وہ جانوروں سے منتقل ہوئی۔ جس کا سبب وہ جانور بنے جن کا کھانا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ خنزیر، سانپ، کتے اور چوہے وغیرہ۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ○ (البقرۃ، ۲: ۱۷۲)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی بندگی بجا لاتے ہو○

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ. (المائدۃ، ۵: ۴)

آپ (ان سے) فرما دیں کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اب اس وقت اس کرونا وائرس کے ذریعے دین اسلام کی بتائی ہوئی ہدایت کی سچائی اور فوائد کا خوبصورت مظاہرہ کائنات کے سامنے آیا ہے کہ جن چیزوں سے اسلام منع کرتا ہے اُن سے بچنے میں بہتری ہے۔ نجات ہے ورنہ ہلاکت ہے۔ اس کے علاوہ جب بدعملی سے اسلام منع کرتا ہے۔ مثلاً حرام خوری، رشوت، سود، دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی اور مال جائیداد کے غصب وغیرہ سے رُک جانا چاہیے۔ ورنہ ان کے بھی نقصانات اور خطرات یقینی ہیں۔

کرونا وائرس پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ امیر سے امیر ممالک' طاقتور سے طاقتور قومیں جو بے تحاشہ وسائل رکھنے کے باوجود اس کے سامنے بے بس ہیں۔ جدید میڈیکل سائنسز' ڈاکٹرز' ہسپتال ہونے کے باوجود اس وبا کو روکنے میں اس وقت تک ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ ہزار ہا لوگ لقمہء اَجل بن چکے ہیں اور ہزاروں اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ہر طرف موت کے پہرے قائم ہو چکے ہیں۔ بڑے بڑے فرعون صفت لوگوں کی گردنیں جھک رہی ہیں۔

پوری دنیا میں اللہ وحدہ لا شریک کی عظمت بلند ہو رہی ہے۔ اپنے جسم پہ اپنی مرضی کے نعرے لگانے والے جسم بچانے کے لیے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ جسم پر اپنی مرضی نہیں چلے گی بلکہ جسم دینے والے مالک حقیقی کی مرضی چلے گی۔ بڑی بڑی سلطنت کے بادشاہ، باغی حکمران سوچنے پر مجبور ہیں کہ کوئی مالک الملک ہے۔

بقاء بقائے خدا است

مُلک مِلک خدا است

دنیا کے موجودہ منظر نامے میں خداوند عالم کی عظمت و کبریائی کا برملاء اعلان کرنے میں مصروف ہے اور مخلوق خدا کو قرآن کی سچائی کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ○ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ○ (ق، ۵۰: ۳۶۔۳۷)

اور ہم نے اُن (کفار و مشرکینِ مکّہ) سے پہلے کتنی ہی اُمتوں کو ہلاک کر دیا جو طاقت و قوّت میں ان سے کہیں بڑھ کر تھیں، چنانچہ انہوں نے (دنیا کے) شہروں کو چھان مارا تھا کہ کہیں (موت یا عذاب سے) بھاگ جانے کی کوئی جگہ ہو○ بے شک اس میں یقیناً انتباہ اور تذکّر ہے اس شخص کے لیے جو صاحبِ دل ہے (یعنی غفلت سے دوری اور قلبی بیداری رکھتا ہے) یا کان لگا کر سُنتا ہے (یعنی توجہ کو یکسو اور غیر

سے منقطع رکھتا ہے) اور وہ (باطنی) مشاہدہ میں ہے (یعنی حسن و جمالِ الوھیّت کی تجلّیات میں گم رہتا ہے)○

اور کلام الٰہی کو غور سے سننے (پڑھنے) کی قید کے ساتھ بتایا گیا کہ اس قرآن کی حقیقتوں سے وہی ہدایت حاصل کریں گے جو حقیقت دیکھنے اور سمجھنے والا دل رکھتے ہوں گے ورنہ وہ دیدہ دل جو اس نعمت سے محروم ہے اسے کب قرآن کی سچائی اور فرمانروائی سمجھ آ سکتی ہے۔ البتہ اس آنجہانی مصیبت سے بہت سارے لوگوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔ تعصب و غفلت کے پردے اٹھ رہے ہیں۔ دل و دماغ پہ لگے ہوئے تالے ٹوٹ رہے ہیں۔ اب تو امریکہ کے صدر صاحب یوم دُعا کا اعلان کر رہے ہیں۔

چائنہ سے ایک ویڈیو کلپ وائرل ہو رہا ہے جس میں وہاں کے لوگوں کے سامنے قرآن مجید کا ایک باکس کھولا جاتا ہے جو بڑی بے تابی سے دوڑ کے قرآن مجید کے نسخوں کو پکڑتے ہیں روتے اور چومتے ہیں۔ کرونا والے وائرسز اگر جان لے سکتے ہیں تو قرآنی انوار شفاء اور ایمان بھی دے سکتے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کے مسلمان ہونے کی خبریں گردش کر رہی ہیں۔ صرف چائنہ میں اس وقت تک دس ہزار لوگ قرآن کی حقانیت پہ یقین کرتے ہوئے صاحب قرآن علیہ السلام کی غلامی میں آ گئے ہیں اور ان شاء اللہ بے شمار لوگوں کی دائرہ اسلام میں آمد متوقع ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں کہ دین فطرت کی صداقت ہمہ گیری اور جہانگیری کائنات کے سامنے نکھر کے آئی ہے۔ عالم کفر کے ڈاکٹرز اور ماہرین جو اس بیماری کے لیے احتیاطی تدابیر میں مصروف ہیں وہ سب کے سب صدیوں پہلے داعی اسلام تاجدارِ ختم نبوت ﷺ ارشاد فرما چکے ہیں۔ وہ رحمۃ اللعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب اللعالمین بھی ہیں اور بشیر و ندیر ہیں۔ آنے والے خطرات سے آگاہ کرنے والے بھی ہیں۔

آپ ﷺ کے فرمودات میں مریض کو وہاں ہی ٹھہرنے اور صحت مند سے دور رہنے کا حکم ہے۔

لَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ.

(مسلم، الصحیح، باب لا عدوی ولا طیرة ولا هامة، ۴: ۱۷۴۳، رقم: ۲۲۲۱)

بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔

مزید وضاحت ملتی ہے کہ جہاں وبائی مرض پھیلے وہاں سے لوگ سفر نہ کریں۔ اللہ کی تقدیر کا انتظار کریں اور باہر سے لوگ اُس وبا زدہ علاقے میں نہ جائیں۔ صحابہ کرامؓ کا عمل بھی اس پر موجود ہے۔

ماہرین اب کہہ رہے ہیں دن رات میں چار یا پانچ بار ہاتھ دھونے اور جسمانی صفائی کرنے سے اس بیماری سے بچا سکتا ہے۔ امت مسلمہ کے ہاں طہارت کا پورا نظام موجود ہے۔ نماز کے لیے وضو فرض ہے جس میں ہاتھ پاؤں اور منہ کو تین تین بار دھویا جاتا ہے۔ جبکہ استنجاء (پرائیوٹ پارٹ) سے نجاست دور کرنے کے عمل سے وضو کا آغاز ہوتا ہے۔

جدید میڈیکل سائنس سے ثابت ہو چکا ہے کہ بدن کی پچاس فیصد بیماریاں صرف وضو سے دور ہو جاتی ہیں۔ ہاتھ کتنی دیر دھوئے جائیں؟ سمجھانے کے لیے سکولز میں بتایا جا رہا ہے کہ جتنی دیر تم Happy Birth day To You کہتے ہو اتنی دیر ہاتھوں کو واش کرتے رہو۔ ہمارے ہاں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جیسی برکت بھری آیت موجود ہے جس کا پڑھنا سنت ہے۔ طہارت خانے میں جاتے ہوئے اور باہر آ کے دعا پڑھنا اور ہاتھوں کو دھونا وہ بھی تین بار دین فطرت نے بتا رکھا ہے بلکہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھوں کا دھونا ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سمیت پہلے انبیاء اور رسل علیہم السلام کا طریقہ ہے۔

اب تو اس پہ بھی ریسرچ شروع ہو چکی ہے کہ کرونا وائرس سے امت مسلمہ کی ہلاکتیں کم کیوں ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے وہ قرآن و حدیث کا مطالعہ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے معمولات دیکھ رہے ہیں۔ چین کے وزیراعظم مساجد کے دورے کر رہے ہیں۔ انہیں بتایا گیا یہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اُس کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وضو کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اب قرآنی نسخوں پر پابندی لگانے والے قرآن تقسیم

کرتے ہیں۔ مساجد میں سجدے کرتے ہیں۔

اُدھر چاپان مختلف اداروں اور عوامی مراکز پر برطانیہ کی طرح PRAY ROOM بنانے میں مصروف ہیں۔ بلکہ انہوں نے موبائل مساجد کا بھی اہتمام کر دیا ہے۔ جس میں وضو سمیت نماز پڑھنے کی سہولت موجود ہے۔ آگے آگے دیکھئے قدرت خداوندی اس وائرس کے ذریعے کیسے کیسے کہاں کہاں جہاں میں دین اسلام کی سچائی کا سورج طلوع کرتی ہے۔

خوش نصیب اہل ایمان اپنے رب کریم کے شکر وتحمید میں سجدوں کی کثرت کریں اور برملا یہ صدائیں بلند کریں۔

رضينَا باللهِ ربًّا وَبالاسلامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نبيًّا وَرَسُولًا.

(ابن أبي شيبه، المصنف، ۷: ۱۴۵، رقم: ۳۴۸۴۴)

مزید اطاعت و بندگی کو اپنائیں۔ درود و استغفار اور دعا کی کثرت کریں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ یقین رکھیں کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اُس کے بعد اور اُس سے پہلے وہ نہیں آ سکتی۔ جس نے مرنا ہے وہ کرونا وائرس کے بغیر بھی مر جائے گا۔ احتیاطی تدابیر اَزحد ضروری ہیں وہ اختیار کرنی ہیں۔ اپنا اور دوسروں کا خیال رکھنا ہے۔ یہاں پر بھی کئی احتیاطی تدابیر نے خوف کی فضا قائم کر دی ہے۔ اجتماعات پہ پابندی لگائی جا رہی ہے جو بیمار ہے اسے بالکل الگ تھلگ رکھا جا رہا ہے اور اگر مر جائے تو بعض ملکوں میں مریضوں کو گولی اور مُردوں کو جلانے کی خبریں بھی آ رہی ہیں۔

اس صورتحال میں کلمہ پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بھروسہ کرتے ہوئے اسلامی اقدار اور خُلقِ محمدی ﷺ اپناتے ہوئے اپنے متاثرین بہن بھائیوں کی احتیاطی تدابیر اپناتے ہوئے عیادت بھی کرنی ہے اور نگہداشت بھی اور اگر اس وبائی مرض کی نظر ہو کر مر جاتے ہیں اُن کے لیے غسل، جنازہ اور تدفین کا بھی ایسا انتظام کرنا ہے جس سے شرف انسانیت پامال نہ ہوتا ہو۔ اگر کوئی مسلمان کرونا وائرس کا شکار ہو کر موت کی وادی کی طرف بڑھ رہا ہے وہ بھی آقائے دوعالم ﷺ کی اس خوشخبری کو جو احادیث میں موجود ہے پیش نظر رکھے کہ ایسے وبائی

امراض سے جو مسلمان مرتا ہے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھے گا۔

طاعون، پیٹ اور پھیپھڑوں کی تکلیف سے دنیا سے جانے والے اہل ایمان کو نعمت شہادت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! ایسے معاملات سے دو چار افراد کے لیے بر وقت مدد کے لیے جانی مالی ایثار قربانی کے لیے آگے بڑھنا ہے تاکہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کردار کا مظاہرہ ہو جائے۔ مسلمانوں کی اکثریت غریب ہے اور مسلم ممالک کے حالات بھی ایسے ہی ہیں۔ معیشت میں اتنی سکت ہی نہیں ہے کہ وہ اس بحران کا مقابلہ کر سکے۔

لہٰذا مخیّر حضرات کو آگے آ کر سخاوت و ہمت دکھانی چاہیے ورنہ اپنی زکوٰۃ تو ادا کرتے ہی ہیں ان مفلوک الحال اور دو وقت کی روٹی سے محروم ہونے والے مزدوروں کی بروقت مدد کریں تاکہ اُن کے گھروں کے چولہے ٹھنڈے نہ پڑ جائیں۔ اس ساری خدمت میں اپنے بہن بھائیوں کی عزت کو مجروح بھی نہ ہونے دیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مکمل طور پہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سامنے سرنڈر کریں۔ عجز و انکساری اور بے بسی کا اظہار اپنے رب کے حضور کریں۔ حرام کمائی، ذخیرہ اندوزی، بے پردگی اور بے حیائی سے بچیں۔ شرعی احکام بجا لائیں، اُن کا مذاق نہ اڑائیں۔

کون سا جرم ہے جو ہمارے دامن میں نہیں ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مصیبتیں، وبائیں برے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں۔ اس لیے مصیبت و مرض آنے پر اپنے آپ کو خوف زدہ ہو کر بے حواس نہ کریں بلکہ صبر و حوصلہ کریں۔ جلد از جلد بوسیلہ رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ راضی ہو جائیں۔ بس ہمیں انفرادی اور اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

(النور، ۲۴: ۳۱)

اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ○

کیونکہ کوئی بیماری زمین پہ نہیں آتی جس کی دوا نہ ہو، وہ دوا ویکسین کب تیار ہوتی ہے کہ جس کی تاثیر سے یہ مرض ختم ہو گی۔ اس کی قدرت دینے والا اور اس میں تاثیر شفا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آقائے دوعالم ﷺ نے ایسے مواقع کے لیے دعائیں ارشاد فرما رکھی ہیں۔ مثلاً

اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

(أبوداؤد، السنن، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، ۴: ۳۲۴، رقم: ۵۰۹۰)

اے اللہ! میرے جسم کو سلامت رکھ۔ اے اللہ! میرے کانوں کو سلامت رکھ! اے اللہ! میری آنکھوں کو سلامت رکھ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو۔

اس کے علاوہ بھی بہت ساری ہیں۔ ذکر اذکار اور ورد و وظائف کا وقت ہے۔ جہاں بڑی خوبصورتی کے ساتھ علمائے کرام سوشل میڈیا کے ذریعے رہنمائی کرنے میں مصروف ہیں۔ بڑوں کی طرح بچوں میں بھی کرونا وائرس کا خوف موجود ہے۔ ایسے وقت میں گھر کے ماحول میں انہیں ساتھ ملا کر تلاوت قرآن پاک درود شریف، توبہ استغفار، بلکہ محفل ذکر و نعت منعقد کریں۔ ان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ الحمد للہ ان کی تربیت بھی ہو جائے گی کہ مصائب و آلام میں گھبراتے نہیں۔ بیماری اور مصیبت سے نہیں ڈرتے صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اُس سے دعا مانگتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے اُن کی سنتوں کو اپناتے ہیں۔

نمرود کی پوری بادشاہت کا ایک مچھر کے سامنے بے بس ہونا اور دنیا کی ساری ایٹمی طاقتوں کا ایک کرونا وائرس کے سامنے بے بس ہونا میرے رب کی قہاریت کی نشانی ہے۔ آج کے دور کی نمرودیت اگر اُس دور کے نمرود کے انجام سے سبق سیکھ لے تو آج دنیا کا یہ حشر نہ ہو۔ آج کرونا جیسا جرثومہ اللہ نے اس دنیا پہ مسلط کر دیا ہے۔ بے بسی کے اس عالم میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے۔

آؤ! اجتماعی توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ وہ بڑا مہربان اور بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے۔

یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے جب زمین کے رہنے والے فرعونی کردار اپناتے ہیں بغاوت وشرارت عروج پر ہوتی ہے پھر کوئی نا کوئی حادثہ، سانحہ اور وبائی مرض نمودار ہوتی ہے۔ جس سے بڑے بڑے ظالموں، سرکشوں، بے دینوں، وقت کے فرعونوں اور یزیدوں کی اکڑ ختم ہوتی ہے۔ کہاں گئے اُن کے لاؤ لشکر' کدھر ہے اُن کی جدید میڈیکل سائنس؟ اور کہاں بیٹھے ہیں اُن کے ماہرین، ڈاکٹرز؟ ایک پھپھولے سے وائرس کے سامنے بے بس ہو گئے ہیں۔ اب سب کی توجہ کسی نجات دہندہ کی طرف ہو رہی ہے کہ انہیں بچائے۔

ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے بادشاہوں اور حکمرانوں سے لے کر سارے انسان بلاتخصیص مذہب و ملک رجوع کر رہے ہیں۔ جس ذات کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور قرآنی صدا ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ. (الکہف' ۱۸: ۴۴)

یہاں (پتہ چلتا ہے) کہ سب اختیار اللہ ہی کا ہے (جو) حق ہے۔

یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارے اختیارات اللہ سچے کے لیے ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۝ (الکہف' ۱۸: ۴۵)

اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت والا ہے۝

اس کرونا وائرس نے پوری دنیا کو دین فطرت کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ بھولا ہوا حقیقی مالک سب کو یاد آ رہا ہے۔ دعائیں ہو رہی ہیں۔ قرآن سینے سے لگایا جا رہا ہے۔ اجتماعی لحاظ سے غیر مسلم نبی کریم ﷺ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو رہے ہیں۔ خود مسلم قوم سے غفلت اور سستی دور ہو رہی ہے۔ اگر ایسے حالات میں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی طرف نہیں آتا وہ بدنصیب انتہا درجے کا نادان مسلمان ہے۔

ما شاء اللہ کلمہ گو بھی ادب و احترام اور صالحین امت کے بتائے ہوئے افکار و نظریات کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ملک پاکستان کے ایک مشہور مفتی صاحب اپنے ساتھی کا خواب سنا رہے تھے کہ انہیں خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کرونا وائرس سے نجات کے لیے تمام مسلمان تین بار الحمد شریف اور تین بار قل شریف اور ۳۱۳ مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ کر پانے پہ دم کر کے پیئیں محفوظ رہیں گے۔

سبحان اللہ امت کی بھلائی چاہنے والے حالات سے باخبر اور زندہ نبی ﷺ کس شان سے امت کی مشکل کشائی فرما رہے ہیں۔ یہی عقیدہ صحابہ و اہل بیت سے لے کر امت کی کثرت اپنائے ہوئے ہے۔ جس طرح دوائی میں شفا کی تاثیر ماننے سے شرک نہیں ہوتا اسی طرح کلام الٰہی پڑھ کر دم کرنے اور لکھ کر دینے سے بھی شرک نہیں ہوتا کیونکہ ہر دو حالت میں مؤثر حقیقی اللہ کی ذات ہے۔

یہ عرض کرتا ہوں کہ سوشل میڈیا کے ذریعے جہاں بہت سے ہدایت، رہنمائی اور معلومات کے سلسلے جاری ہیں وہاں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں توہین آمیز جملے، تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی عظمت و شان کا انکار اور بے ادبی، اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے، طعن و تشنیع اور من گھڑت منسوب واقعات منسوب کرنے اور صدیوں سے جو عقائد اسلامیہ اور معمولات امت مسلمہ اپنائے ہوئے ہے اُن کے خلاف جو زہر اگلنے کا وائرس نشر ہو رہا ہے وہ کرونا وائرس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس سازش اور اس بدعقیدگی سے اپنا دین و ایمان بچانا از حد ضروری ہے۔

کرونا وائرس سے تو جان جا سکتی ہے اگر اس سے بچ بھی گئے تو ایک دن تو اس دنیا سے جانا ہے۔ لیکن بدعقیدگی و بے ادبی کے وائرس سے ایمان خطرے میں ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جان سے زیادہ اپنے ایمان کی فکر کریں۔ اللہ کی بارگاہ سے بوسیلہ رسول کریم ﷺ اس شدید خطرناک وائرس بھی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّت عَلىٰ دِينِکَ. اَللّٰهُمَّ أَمِتنِي عَلَى السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ

أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسلِمَا وَاَلحِقنِي بِالصَّالِحِينَ. بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ بِرَحمَتِکَ يَا أَرحَمَ الرَّاحِمِين.

اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اے اللہ! مجھے اہل السنۃ والجماعت پر موت عطا فرما۔ تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے اسلام کی حالت میں موت دے اور (اپنے) نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔ طٰہٰ اور یٰسین (ﷺ) کے جاہ و مرتبہ کے صدقے اپنی رحمت سے (یہ دعا قبول فرما) اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!۔

قادرِ مطلق اللہ رب العزت جل مجدہ اس کے برعکس بھی کائنات کی وسعتوں میں کبھی کبھار کوئی نہ کوئی اپنی قدرت کا معجزانہ کرشمہ ظاہر کرتا رہتا ہے جس سے اُس کی قدرت وعظمت اور کبریائی کا خصوصی اظہار ہوتا ہے۔ سلیم الفطرت قلب خشوع و رجوع رکھنے والے دیکھ کے جھومتے بھی ہیں اور سبحان اللہ، اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اطاعت و بندگی میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ محبت و حلاوت ایمان و اتقان کے نور میں اضافے کی نعمت سے مشرف ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر مسلمان صرف عظمت خداوندی دیکھتے ہی سبحان اللہ واللہ اکبر پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

غفلت و سستی کی چادر ہی اوڑھے رکھتے ہیں۔ بے نمازی ہیں۔ تلاوت قرآن سے دور، شعائرِ اسلام چھوڑے ہوئے، شراب نوشی، سُود و حرام خوری، بدکاری و بدعملی، بدعقیدگی اور بے یقینی کی جو رَوِش اپنائے ہوئے ہیں اُس کو بدلنے کی اور چھوڑنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ نہ اس طرف دھیان دیتے ہیں کہ یہ معجزانہ واقعہ ہمیں اپنے رب کی عظمت تسلیم کر کے اطاعت و بندگی اور اسلامی افکار و نظریات معمولات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ بدعملی اور غفلت والی زندگی سے توبہ کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

احساس عظمت و کبریائی سے سبحان اللہ کہنے سے ثواب تو ملے گا لیکن مکمل کامیابی دنیا و آخرت کی نجات عمل سے میسر آئے گی۔ اسلام عملی دین ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

مزہ تو تب ہے کہ عظمت و قدرت دیکھ کر جذبہ احساس میں اضافے کے ساتھ نورِ ایمان میں بڑھے۔ اگر قلب و روح میں عظمت و شان میں اضافہ ہوا ہے تو اطاعت اور نبی پاک علیہ السلام کی تابعداری و فرمانبرداری میں اضافہ ہونا چاہیے۔ جیسے ہی کعبہ شریف کے متولیوں نے طواف کعبہ موقوف کیا تو پوری دنیا میں ہیجان و افسوس کی لہر دوڑ گئی۔ اُن کے اس اقدام کی وجہ سے دوسرے ممالک میں بھی مساجد مکمل طور پہ بند ہونا شروع ہوگئیں۔ حالانکہ اسلامی تاریخ میں سخت حالات میں بھی مکمل طور پر مساجد کے معمولات کو موقوف نہیں کیا گیا۔ حالانکہ حرمین شریفین دعاؤں کی قبولیت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ قدرت خداوندی نے بیت اللہ شریف کی شان و شوکت دیکھنے کے لیے پرندوں کا باجماعت طواف کرنے کا منظر کائنات کو دکھا دیا۔ سبحان اللہ اہل ایمان رب کعبہ کی عظمت و قدرت دیکھ کر جھوم گئے۔

کعبے کی رونق کعبے کا منظر اللہ اکبر اللہ اکبر

الحمد للہ اہل عزم و حوصلہ مسلمانوں نے بڑے اجتماعات تو عوامی تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے ملتوی کیے ہیں لیکن پانچ وقت جماعت اور جمعۃ المبارک کی ادائیگی محدود تعداد رکھتے ہوئے جاری رکھی ہوئی ہے۔ بحیثیت مسلمان اس ساری افراتفری، خوف و مایوسی کے ماحول میں اپنی اقدار کا بھی خیال رکھنا ہے۔ بیمار کی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے عیادت بھی کرنی ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس وبائی مرض کا شکار ہو کر شرف شہادت سے ہمکنار ہو جائے تو اُس کی نماز جنازہ بھی ادا کرنا ہے اور کچھ اسلامی ضرورت و اہمیت اور توکل و استقامت دکھانا بھی ضروری ہے جو کہ ہمیشہ سے امت مسلمہ کا شعار رہا ہے۔ اس طرح جو وقتاً فوقتاً اسم جلالت ''اللہ، پتھروں، درخت کے پتوں، آسمان کے بادلوں میں دکھائی دیتا ہے اور سبحان اللہ اسی طرح نام 'محمد ﷺ، مختلف اشیاء میں آسمان کی بلندیوں پر نمودار ہوتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (الانشراح' ۹۴: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا○

کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اب صرف سبحان اللہ و اللہ اکبر کہنے سے محبت و عظمت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ حقیقی فائدہ تب ہو گا اگر ایسا معجزہ دیکھ کر اللہ کی اطاعت اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں آئیں گے۔ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے اللہ اور اُس کے رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کریں گے۔ حق تو یہ بنتا ہے کہ یہ دونوں اسماء مبارک اللہ جل جلالہ، محمد ﷺ ہمارے قلب و روح میں نقش ہوں کیونکہ جس دل میں یہ مقدس نام نقش ہو جاتے ہیں وہاں سے نفس کی ساری شرارتیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ بندے کو دائمی ذکر نصیب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

عظیم روحانی پیشوا قائد تحریک تحفظ ناموس رسالت حضور شیخ العالم سیدنا پیر علاؤ الدین صدیقیؒ ایک تربیتی نشست میں یوں رہنمائی فرماتے ہیں:

باوضو ہو کر تنہائی میں اسم جلالت ﴿اللہ﴾ اور اسم ﴿محمد ﷺ﴾، ایک فریم جس میں سنہری رنگ میں لکھا ہوا ہو سامنے رکھیں اور پوری توجہ سے عظمت اسم الٰہی قلب و روح میں رکھتے ہوئے مسلسل زیارت کریں۔ جب آنکھیں بند ہونے لگیں تو اس خیال سے آنکھیں بند کریں کہ یہ مقدس نقش آپ کی آنکھوں میں آ رہا ہے۔ بار بار ایسا کریں۔ تھوڑی سی محنت اور توجہ سے وہ نقش آپ کی آنکھوں میں اور خیال میں محسوس ہونے لگے گا۔

دوبارہ زیارت کرتے ہوئے یہ بھی تصور کریں آنکھوں سے اب یہ نقش دل پہ نقش ہو رہا ہے۔ دو تین بار کرنے سے اب جب بھی خیال و تصور کو دل کی طرف لے جاؤ گے دل کی تختی پہ اسم جلالت ﴿اللہ﴾ لکھا محسوس ہو گا۔ پھر وسوسوں سے بچتے ہوئے پوری توجہ سے منہ اور آنکھیں بند رکھیں۔ بائیں طرف سر جھکاتے ہوئے پورا دھیاں دل کی طرف دیں۔ سانس کے ذریعے ذکرِ خفی شروع کریں۔ اس خیال کے ساتھ سانس لیں ﴿اللہ﴾ اور سانس چھوڑیں ﴿ھو﴾ کی ضرب اپنے دل پہ لگائیں۔ اس طرح سانسوں کی مالا کچھ دیر ٹوٹنے نہ پائے۔

اس طرح نام نامی اسم گرامی ﴿محمد ﷺ﴾ کی زیارت کرتے ہوئے مندرجہ بالا عمل بار بار دوہرائیں۔ تھوڑی سی مشقت کے بعد یہ مقدس نام دل کی تختی پر نقش نظر آئے گا۔ اس نوری و روحانی عمل کے لیے روزانہ کچھ وقت نکالیں۔ جب بھی کوئی عبادت کریں تھوڑی دیر اسم ذات ﴿اللہ﴾ اور اسم ﴿محمد ﷺ﴾ کا تصور کرنا نہ بھولیں۔ دل روشن ہونا شروع ہو جائے گا۔ عبادت میں سرور و نور نصیب ہو گا۔ اسی تصور کے ساتھ جب درود شریف پڑھنے لگیں ایک مرتبہ ان کلمات سے درود پڑھ لیا کریں۔

اللّٰھم صَلِّ وَسَلِّم وَبَارِک عَلٰی مَنِ اسمُہُ سَیِّدُنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ.

قارئین محترم! صوفیانہ افکار و معمولات کے مطابق ان رونما ہونے والے معجزات کو دیکھ کے اگر ہم قلب و روح، زبان و فکر سے ذکر و درود کے ذریعے اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور قلب منیب (رجوع الی اللہ والا دل) کی لا زوال نعمت نصیب ہو گی تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ زندہ خدا کا زندہ کلام جو شانِ حیات رکھنے والے تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے سینہ اطہر پہ نازل ہوا اُس کی طرف پورے اخلاص و یقین کے ساتھ راغب نہ ہوں کیونکہ یہی تو ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی کے مطابق عمل کرنا ذریعہ نجات ہے اور دائمی ضابطہ حیات ہے اور یہی سب سے بڑا معجزہ ہے اور اصل معجزہ ہے۔

قرآن مجید کے معجزہ ہونے کے متعدد دلائل ہیں جن میں سے بعض کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ فصاحت و بلاغت کے سامنے ہر دور کے فصحاء و بلغاء دن بدن دنیا میں علوم وفنون کی ترقی کے باوجود

فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ. (البقرۃ، ۲: ۲۳)

تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

کے سامنے عاجز اور اپنے آپ کو ناتواں ہی پاتے تھے اور صبح قیامت تک پاتے ہی رہیں گے۔ کیونکہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر گواہ کے طور پر موجود ہے دیگر سب کلاموں پر فوقیت کا حامل ہے۔ اس جیسا کلام نہ کوئی لا سکتا ہے اور نہ ہی لا سکتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید اپنے بیان کردہ مضامین کے لحاظ سے بھی شانِ اعجاز رکھتا ہے۔ توحید و رسالت، ہدایت، ترغیب و ترہیب، وعد و وعید، اوامر و نواہی، قصص، دلائل و براہین، مثال و تمثیلات، کائنات میں پوشیدہ حقائق، ماضی حال اور مستقبل کے واقعات، غیب کی خبریں اور بکثرت پیش گوئیاں جو حرف باحرف سچی ثابت ہوئی ہیں اور مسلسل سچی ہو رہی ہیں۔

۳۔ ابدی حفاظت کے لحاظ سے بھی معجز کلام ہے۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (الحجر، ۱۵: ۹)

اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○

اعلانِ خداوندی کی وجہ سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدائی پہرے میں ہے۔ اس میں کوئی لفظ کم اور نہ ہی زیادہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی سورت و آیت میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ اس چیلنج کو تقریباً پندرہ صدیاں ہونے کو ہیں۔ اسلام اور داعی اسلام ﷺ کے کٹر اور بڑے سے بڑے مخالف پر ثابت نہیں کر سکے کہ قرآن مجید میں فلاں سورت یا فلاں آیت یا فلاں لفظ کم ہو گیا ہے۔

۴۔ کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے وہ حقائق جن کا تذکرہ قرآنی آیات میں موجود ہے۔ جب یہ نازل ہو رہا تھا اُس وقت سائنسی علوم و فنون اور ۔۔۔دریافت کے سلسلے موجود نہیں تھے اور نہ ہی سائنسی اور علمی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ جو انکشافات زمین اور آسمان، حقائق اور طب کے لحاظ سے قرآن نے بتائے ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کے فرمودات میں موجود ہیں آج چودہ سو سال بعد سائنس اور سائنسدان اُس کی تصدیق کر رہے ہیں۔

۵۔ اسی طرح قرآن حکیم میں آنے والے وقت کے بارے میں ایسی خبریں دی ہیں جو سچ ثابت ہوئی ہیں۔ مثلاً

نبی کریم ﷺ کا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا۔ اب اسلام اپنے دلائل و براہین کے لحاظ سے سارے ادیان پر غالب ہے۔ مشرق و مغرب اور بحر و بر میں پھیلا ہوا ہے۔ ۵۶ سے زائد ممالک میں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ سب سے بڑھ کر دین اسلام، قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی بتائی ہوئی سچائیوں کے پیش نظر مسلسل انسانی دلوں کو فتح کرنے میں مصروف ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ لوگ اسی دین فطرت کو تسلیم کر رہے ہیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

اس کے علاوہ روم فتح ہوا اور وعدے کے مطابق زمین میں صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ کو نبی کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد روئے زمین پر عرصہ دراز تک خلافت بھی عطا ہوئی۔ انہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ کی اعلیٰ روایات قائم کیں۔ انسانی فلاح و بہبود اعلیٰ اصلاحات نافذ کیں اور جب تک مسلمان پوری طرح اسلام پر کاربند رہے اور تبلیغ اسلام میں بھی سرگرم رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت بھی عطا رکھی اور زمانے میں عزت و سرفرازی بھی دی۔ لیکن اب

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قرآن مجید کی بعض پیشگوئیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں جس سے ان کی حقانیت اور صداقت ثابت ہو چکی ہے۔ اور دیگر بیان کردہ حقائق سے پردہ اٹھانے کا سفر جاری ہے۔ جس سے اس کلام کے معجزہ ہونے کا اعتراف آنے والی نسلوں میں جاری رہے گا۔

☆ یہ بھی یاد رکھیں اس کی آیات برکت، رحمت اور شفا کے لحاظ سے بھی معجزانہ اثرات رکھیں ہیں۔ آیئے قرآن عظیم کے ساتھ دوستی کریں۔ ہر روز اس کی تلاوت کریں۔ جو یہ کہتا ہے اُس کو سمجھنے کے لیے اس کی چند آیات کا مفہوم و مطلب کسی صحیح العقیدہ عالم کے ترجمہ و

تفسیر سے سمجھنے کی کوشش کرے۔

☆ یا دروس قرآن و حدیث میں شرکت کریں۔ پھر اُس کے مطابق عقیدہ و عمل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ صرف زبانی محبت اور عظمت کے دعوے کام نہیں آئیں گے۔ اسلام دین فطرت ہے اور قرآن دائمی ضابطہ حیات ہے۔ قرآن و صاحب قرآن ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے۔

ارشادِ گرامی ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. (النساء، ۴: ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔

اور مژدۂ جانفزاء قرآن یوں سناتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○

(النور، ۲۴: ۵۲)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں○

آیئے! قرآن عظیم جو نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کا سب سے عظیم معجزہ ہے اُس کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوں۔ اُس کی ہدایات و احکام اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنا شروع کریں۔ بدعملی اور بے عقیدگی سے بچیں۔ مصائب و آلام میں صبر اور ہر حال میں ذکر و شکر کے خوبصورت سلسلے جاری رکھیں مجبور ہو کر نہیں۔ مسرور اور اللہ تعالیٰ اور اُس کی محبت سے پرنور ہو کر عبادت و ریاضت شروع کریں۔

☆ تسبیحات سجدہ میں اضافہ کریں۔ سحری کے وقت استغفار کرنے کی قرآنی صدا پر عمل کریں۔

☆ صالحین کے طریقے اور سلیقے کو اپناتے ہوئے فانی زندگی کو لافانی بنانے کا سفر

جاری رکھیں۔

☆ دعا جو مع العبادۃ ہے سہارا اور ہمارے لیے کنارہ ہے۔ اپنے لیے اور خاندان کے لیے بلکہ سارے جہاں کے لیے مانگیں۔

اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِحُرمَۃِ سَیِّدِ الأبرَارِ یَا عَزیزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ العَالَمین۔

قرآن مجید کے آداب و احتیاط

انسان کی لکھی ہوئی اور بنی ہوئی بے شمار کتب مارکیٹ میں موجود ہیں جن میں بڑی بڑی فصاحت کو بلاغت دکھانے کی کوشش کی گئی لیکن اِن انسانی کلاموں میں عادتاً یکسانیت ہوتی ہے اور نہ ہی رہتی ہے۔ بعض جملے اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں اور بعض سرسری ہوتے ہیں۔ بعض میں شروع شروع میں تو بہت تحقیق ہوتی ہے اور بعض میں محض بھرتی ہوتے ہے۔ اس میں اگر شروحات دیکھیں ابتداء میں تو بہت تفصیل دی جاتی ہے اور بعد میں برائے نام شرح ہوتی ہے۔ کئی ایسی کتب بھی دیکھنے کو ملیں کہ مصنف ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور چند صفحات آگے کچھ اور لکھتا ہے۔ اپنی ہی عبارتوں کی تردید کر رہا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ انسان ہے۔ نسیان و خطاء کہ پتلا ہے۔ پوری کتاب میں ایک ہی معیار کو قائم رکھنا اس کے بس کی بات ہی نہیں ہے یہ صرف اور صرف قادر قیوم ذات اللہ رب العزت کے کلام ہی کو زیبا ہے کہ وہ ہر تناقص و اختلاف سے بھی پاک ہے اور قرآن پاک کی تمام کی تمام آیات فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی معجزہ ہیں۔ کوئی ایک آیت بھی درجہ اعجاز سے کم نہیں۔ صرف یہی کلام الٰہی ہی تو ہے جسے قدرت خداوندی نے اپنی عظمت و حفاظت کے حصار میں رکھا ہے۔

قرآن و حدیث میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب کا تذکرہ موجود ہے۔ جب تک قاری قرآن پوری احتیاط و ادب بروئے کار رکھتے ہوئے تلاوت و مطالعہ نہیں کرے گا وہ تلاوت و مطالعہ کی برکات و ہدایات سے پوری طرح فیض یاب نہیں ہو سکے گا۔ جید علمائے حق کی کتب سے اخذ کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

طہارت کا بیان

قرآن پاک ہے اسے چھونے اور پڑھنے کے لیے طہارت ضروری ہے۔ با وضو و با

ادب ہو کر حرکات وسکنات سے ایسا نہ لگے کہ یہ اس کے ہاتھ میں کوئی عام سی کتاب ہے۔ پاک صاف جگہ بیٹھے، ہو سکے تو قبلہ رُو ہو کر تلاوت کرے۔ کیونکہ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھنے کو حدیث شریف میں بہترین نشست قرار دیا گیا۔

اسی لیے ہر نا مناسب جگہ پہ تلاوت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی وضو کرتے وقت Attach washroom میں بسم اللہ شریف اور دوسری دعائیں پڑھی جائیں گی۔ ہر حال میں قرآنی ادب ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا بلکہ بغیر محترم جگہ پر قرآن مجید پڑھنے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء لینے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ کرے اپنے منہ کو ہر طرح کی بدبو سے پاک کرنے کے لیے مسواک دوران وضو ہی استعمال کرے۔ خاص طور پر تمباکو نوشی کرنے والے، نسوار ڈالنے والے، پان، کچا لہسن اور پیاز کھانے والوں کو تو منہ سے بدبو دور کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ ضروری ہے۔ اگر الائچی وغیرہ ہو تو منہ میں رکھ لینا زیادہ بہتر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بدن اور کپڑوں سے پسینہ وغیرہ سے جو ہمک پیدا ہو جاتی ہے اسے بھی دور کرنے کے لیے عطریات سے خوشبو لگائیں۔ کیونکہ جیسے ہی تلاوت شروع کریں گے تو فرشتوں کی آمد ہو گی۔ انہیں پاس بیٹھنے سے تکلیف نہ ہو بلکہ راحت ہو۔ طہارت سے متعلق چند ضروری احکام اور مسائل جو آئے روز پیش آتے ہیں درج کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت ہر حال میں باوضو کرنا افضل و مستحب ہے۔ البتہ قرآن مجید کو چھوئے بغیر زبانی پڑھا جائے تو جائز ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اِجماع ہے اور بکثرت احادیث میں تائید بھی موجود ہے۔ اسی طرح انٹرنیٹ اور کمپیوٹر و موبائل سے پڑھنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے تلاوت کریں۔ جس عورت کو حیض نہ ہو صرف استحاضہ کا خون جاری ہو تو وہ بے وضو کے حکم میں ہے۔ وہ نماز کے کسی ایک وقت کے شروع میں وضو کرے تو دوسرے وقت کے شروع ہونے تک اُس کا یہی وضو رہے گا۔ بشرطیکہ کسی اور وجہ سے اُس کا وضو نہ ٹوٹے۔ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن مجید پڑھنا حرام ہے۔ خواہ ایک آیت ہو یا اس سے بھی کم ہو۔ البتہ جنبی اور حائضہ بغیر تلفظ کے دل میں قرآن پڑھ سکتے ہیں۔

اس پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تسبیح وتہلیل، تحمید، درود شریف اور دیگر تمام اذکار و وظائف یہ لوگ اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور اگر تلاوت کا قصد نہ ہو تو بطور دعا آیات بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مثلاً بطور شکر:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

اور سواری پر بیٹھتے وقت:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ○

اور مصیبت کے وقت:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○

پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی خلاف مستحب اور خلاف افضل ہے۔

ٹھہر ٹھہر کے صحیح عربی تلفظ سے پڑھنا

یاد رہے! قرآن کریم اِس قدر تلفظ سے پڑھنا کہ معانی میں خرابی نہ آئے فرض عین ہے اور اس طرح تلفظ سے پڑھنا کہ معانی ہی بدل جائیں حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اَن پڑھ ہو جو صحیح پڑھنا نہ جانتا ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ صحیح پڑھنا سیکھے۔ اگر کوشش کے باوجود وہ صحیح نہیں پڑھ سکتا تو وہ عند اللہ معذور سمجھا جائے گا، تاہم وہ درست پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا، کیونکہ دوسروں کے حق میں اُس کی قرات جائز نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً○ (المزمل، ۷۳: ۴)

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں○

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کی تفسیر کے مطابق ترتیل کے دو اجزاء ہیں:

اَلتَّرتِیلُ هُوَ تَجوِیدُ الحُروفِ وَ مَعرِفَةُ الوُقُوفِ. (جذری)

ترتیل سے پڑھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ حروف قرآن کو عمدہ طریقے پر ادا کرنا اور جائے وقوف کا پہچاننا ہے۔ (کہاں وقف کیا جائے اور کہاں نہیں)۔

دوسرے مقام پہ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ. (البقرة، ۲: ۱۲۱)

(ایسے لوگ بھی ہیں) جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

جلدی جلدی پورا قرآن پڑھنے کی بہ نسبت میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ ترتیل کے ساتھ صرف ایک سورت پڑھ لی جائے۔

اسی طرح یہ بھی تلاوت کے حقوق میں سے ہے کہ اسے یوں بگاڑ کے نہ پڑھا جائے کہ معانی ہی بدل جائیں۔ جیسے: قلب کی جگہ کلب پڑھنا۔ قلب کا معنیٰ ہے دل اور کلب کا معنیٰ ہے کتّا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرة، ۲: ۹۷)

اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے۔

اگر قلبک کی جگہ کوئی شخص کلبک پڑھے گا تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ معنیٰ کیا بنے گا؟ زیر، زبر اور پیش کی غلطی سے معانی اس قدر بدل جاتے ہیں کہ نوک قلم پہ نہیں لائے جا سکتے۔ بعض حفاظ تیز سنانے کے چکر میں کئی حروف چھوڑ دیتے ہیں۔ مد وغیر کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ یہ حرام ہے۔ رمضان المبارک میں تو کئی لوگ ایسے ہی حافظ کو تلاش کرتے ہیں جو جلدی جلدی

تراویح ختم کرے، اُنہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ وہ صحیح پڑھتا ہے یا غلط پڑھتا ہے۔ دونوں ہی خسارے میں ہیں۔

حضرت قتادہؓ (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے قرآن پڑھتے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا:

كَانَ يَمُدُّ صَوتَهُ مَدًّا. (نسائی، السنن، كتاب الصلاة)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔

خشوع وخضوع سے پڑھا جائے

أعوذُ باللهِ من الشيطانِ الرجيم/ بسم الله الرحمن الرحيم

اور دردو شریف پڑھنے سے تلاوت کا آغاز کریں۔ کلام پاک کی عظمت و مقام دل میں رکھے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی علو شان اور رفعت کو کبریائی کے سامنے اپنے روح و دل کو حاضر رکھے اور ذات گرامی صاحب قرآن علیہ السلام کے مقام عالی پہ سلام بھیجے جن کے سینہ اطہر پہ یہ پر جلال و جمال کلام نازل ہوا۔ وساوس وخطرات سے بچتے ہوئے معانی میں غور و تدبر کرے اور خوب لذت سے پڑھے۔ جن آیات مقدسہ کی تلاوت کرتا جائے دل و دماغ کو اُن کا تابع بناتا جائے۔ مثلاً فضل و رحمت لب پر آئیں تو روح و دل سرور ونور ذوق شوق سے وجد میں آ جائیں۔ انہیں بار بار دوہرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت وخوف میں رونے کی کوشش کی جائے۔ اُس کے فضل وبخشش کی طلب میں آنسو بہائے جائیں۔

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُتلُوا القُرآنَ وَابكُوا، فَإِن لَّم تَبكُوا فَتَبَاكَوا.

(أبوعوانة، المسند، فضائل القرآن، ۲:۴۷۳، ۳۸۸۱)

قرآن کریم کی تلاوت کرو اور روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت ہی بنا لو۔

بلکہ فرمایا کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شب تمام رات ایک ہی آیت پڑھ کر گزار دی۔ قیام اللیل میں قرآن پڑھتے ہوئے خشوع وخضوع کا یہ عالم ہوتا کہ سینے سے ہنڈیا کے اُبلنے کی سی آواز نکلتی۔ کبھی خود پڑھ پڑھ کر روتے اور کبھی دوسروں سے سن سن کر روتے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ مشرکین عورتیں بھی اُن کی آہ و بکا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتیں۔

(بخاری، الصحیح، ۱:۳۰۷)

یہی معمول دیگر صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ، تابعینؒ اور فقہائے کرام کا تھا کہ بعض آیات کو بار بار پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب، عذاب وعتاب کی آیات پہ اللہ کے خوف سے روتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان خشیت اختیار کرنے والوں کی تحسین سورۃ زمر کی آیت نمبر ۲۴ میں فرمائی:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ق تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ○

(الزمر، ۳۹: ۲۳)

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایک کتاب ہے جس کی باتیں (نظم اور معانی میں) ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں (جس کی آیتیں) بار بار دہرائی گئی ہیں، جس سے اُن لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی جلدیں اور دل نرم ہوجاتے ہیں (اور رِقّت کے ساتھ) اللہ کے ذکر کی طرف (محو ہو جاتے ہیں)۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کردیتا (یعنی گمراہ چھوڑ دیتا) ہے تو

اُس کے لیے کوئی ھادی نہیں ہوتاo

قارئین محترم!

تلاوت کرتے ہوئے جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی رحمت، جنت اور بخشش وغیرہ کے ذکر سے وہ نعمتیں اللہ سے مانگتے ہیں اور عذاب دوزخ اور غضب وغیرہ کے تذکرے سے خدا تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اللہ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے بیان پر سبحان اللہ، اللہ اکبر کہتے ہیں یہی وہ با نصیب لوگ ہیں جن کے ایمان و ایقان قرآن کی آیات سن کر اور پڑھ کر اضافہ ہوتا ہے۔ دوران تلاوت ادب و احترام کے ظاہری و باطنی جملہ تقاضے اتنی خوبصورتی کے ساتھ پورے کرتے ہیں کہ تلاوت کرتے کرتے اُن کی ساری دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی با ادب قرآن کے قاریوں کو اپنی بارگاہ میں اعزازِ قبولیّت عطا فرماتا ہے۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًاo (الصافات، ۳۷: ۳)

(قسم ہے) ذکر الٰہی (یا قرآن مجید) کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کیo

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہی کیفیات نصیب فرمائے۔ ورنہ دنیا کی مارکیٹ میں بہت سے ایسے قرآن پڑھنے والوں کی بھی کمی نہیں جو قرآن بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں بس پڑھتے ہی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے:

کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں تو قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

(أحمد بن حنبل، المسند، ۳۶/۵، ۴۴
حاكم، المستدرك، ۱۵۹/۲، رقم: ۲۶۴۵)

اَللّٰهُمَّ لَا تَجعَلنَا مِنهُم يَا رَبَّ القُرآنِ الحَكِيم.

لہٰذا جب بھی کلام الٰہی کی تلاوت کریں ذوق و شوق، خوشی و مسرت، ادب و احترام

اور خشیت الٰہی کے ساتھ تلاوت کریں تا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں جھوم جھوم کے برسنے لگیں۔

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا علی المرتضیٰؓ، حضرت تمیم داریؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت ثابت بن اسلم نبہانیؒ، اویس قرنیؒ، سعید بن جبیرؒ قرآن مقدس سنتے ہی بے خود ہو جایا کرتے۔ رونا شروع کر دیتے۔ کئی دنوں تک رقت طاری رہتی۔

قرآن اچھی آواز سے پڑھا جائے

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اُس کا کلام اچھی آواز کے ساتھ خوبصورت لہجے میں پڑھا جائے، جسے ترنم اور طرز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سادہ اور تحت اللفظ پڑھنا بھی درست ہے۔ مگر ترنم سے پڑھنے سے ثواب اور سرور زیادہ ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ. (أبوداؤد، السنن، كتاب: الصلاة، باب: استحباب الترتيل في القراءة، ۲:۷۴، رقم: ۱۴۶۸)

قرآن حکیم کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

اور دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ.

(بخاری، الصحیح، کتاب: التوحید، باب: قول اللہ تعالی: وأسرّوا قولکم أو اجهروا به، ۶/۲۷۳۷، رقم: ۷۰۸۹؛ أبوداود، السنن، کتاب: الصلاۃ، باب: استحاب الترتیل فی القرأۃ، ۲/۷۳، رقم: ۱۴۶۹)

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو ترنم سے نہ پڑھے۔

اس لیے تکلف و تصنع سے بچتے ہوئے جتنا ممکن ہو سکے خوش آوازی سے پڑھیں تا کہ خود بھی اور سننے والے بھی اس قرات سے لطف اندوز بھی ہوں اور فیض یاب بھی ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ وہ صحابی ہیں جن کی تلاوت سن کر صاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام کی آنکھیں بھی پُرنم ہو جایا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں داد دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَقَد اُوتِیتَ مِزمَارًا مِّن مَّزَامِیرِ آلِ دَاؤدَ. (بخاری و مسلم)

تجھے آل داؤد کے لہجوں میں سے ایک لہجہ دیا گیا ہے۔

اور سیدنا ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کسی امر پر اتنا ثواب نہیں دیا جتنا اپنے نبی کو ترنم کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے پر دیا ہے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب: من لم یتغن بالقرآن، ۱۹۱۸/۴، رقم: ۴۷۳۵۔ ۴۷۳۶؛ مسلم، الصحیح، کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب: استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ۵۴۵/۱، رقم: ۷۹۲۔۷۹۳)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُس وقت نور و سرور کا کیا سماں قائم ہوتا ہو گا جب خود صاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام قرآن کی تلاوت فرماتے ہوں گے۔ خوش نصیبی کے تاجدار وہ صحابہ کرامؓ جن کی سماعتوں اور نظروں نے اُن مناظر کو جذب کر کے اپنے سینوں میں اتارا اور پھر اُسی نور و سرور میں زندگیاں گزار دیں۔

سلف صالحین کے آداب تلاوت کو مدنظر رکھتے ہوئے پڑھنے والے کم از کم اپنے دل و دماغ میں یہ جذبہ موجود رکھیں کہ وہ اپنے معبود، مطلوب اور محبوب رب کریم کا کلام لا ریب پڑھ رہے ہیں۔ اُس وقت اُن کا محبوب حقیقی اُن سے ہمکلام ہے اور نہایت تواضع و خشوع کے ساتھ اس لطف سے فیض یاب ہوں کہ وہ گویا خود حق سبحانہ وتعالیٰ کو کلام سنا رہے ہیں۔ وہی کارساز حقیقی اپنے کرم سے ہر حرف و ہر آیت پر اجر و رحمت اور بخشش عطا فرما رہا ہے۔ ہر حال میں خلوص و ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ریاکاری و دکھلاوے اور حرص و لالچ کی لعنت

سے خود کو دور رکھیں۔ جو نصیب و مقدر میں ہوا وہ ضرور مل جائے گا۔

آقائے دو عالم ﷺ نے قرب قیامت کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ لوگ قرآن پاک کو ذریعہ معاش بنائیں گے۔ قرآن کثرت سے پڑھا جائے گا لیکن وہ حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور موسیقی کی طرز سے پڑھا جائے گا۔

بعض احادیث میں قرآن کو تطریب کے ساتھ ممنوع فرمایا گیا۔ (اس سے مراد اسے گانوں کی طرز سے پڑھنا)۔

(تبیان القرآن، سعیدی)

قولِ حق قرآن ہے۔۔۔قولِ پیمبر حدیث

قرآن عظیم تمام نسل انسانیّت کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ اتّباع محمدی ﷺ کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں۔ اب کسی مخلوق کا اس سے اونچا مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اُسے شرف محبوبیت عطا کرے۔ اتّباع و اطاعت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُسوۂ حسنہ، تعلیمات اور احادیث وسنن سے آگاہی بھی ضروری ہے، پھر اس کے مطابق حتیٰ الامکان عمل بھی ضروری ہے۔ قرآن صاحب قرآن ﷺ جو تلمیذ رحمٰن ہیں، معلّم قرآن ہیں اُن کے بغیر نہ سمجھ آ سکتا ہے نہ ہی اس کے احکام پر پوری طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف عربی جاننے یا عرب میں رہنے سے قرآن سمجھ آ جاتا ہے۔ وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ابو جہل، ابولہب اور عبداللہ بن ابی سے بڑھ کر کون عربی کا ماہر ہوگا۔ لیکن وہ سمجھ سے اور اس کی ہدایت سے اس لیے محروم رہ گئے کیونکہ وہ صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ بغض و حسد رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی بے ادبی کرتے تھے۔ اِس کے برعکس بلالؓ حبش سے، صہیبؓ روم سے اور سلیمانؓ فارس سے آئے اور قرآن سمجھ گئے۔ کیونکہ اُنہوں نے دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان وعظمت کو دل و جان سے تسلیم کر لیا تھا۔

دیکھئے! قرآن کے بارے میں فرمایا گیا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(الاسراء، ۱۷: ۹)

بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے○

اور تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کا تو نام ہی بشیر (خوشخبریاں سنانے والا) ہے اور آپ ﷺ بھی باذن عالی اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے والے، تذکیہ نفس فرمانے والے ہیں۔

وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo (الشعراء، ۴۲: ۵۲)

اور بے شک آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیںo

آپ ﷺ داعی الیٰ اللہ، چمکانے والے آفتاب ہیں۔ جس طرح قرآن سے ہدایت و ایمان ملتا ہے اسی طرح صاحب قرآن ﷺ سے بھی بلکہ جو شخص سیّد الانام ﷺ کی غلامی اور محبت عشق میں جتنی پختگی حاصل کرتا ہے قرآن اُس کی راہنمائی کرتے ہوئے قرب خداوندی کی عظیم منزل پہ پہنچا دیتا ہے۔ یہ سوچ تو بالکل ہی غلط ہے کہ نعوذ باللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہادی نہیں ہیں۔ یہ بالکل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ ہاں یہ حقیقت ہے قرآن سے قرآنی روح کے مطابق معانی سمجھنے کے لیے عقلِ کامل چاہیے۔ اُسی طرح اِس کے اسرار و رُموز اور انوار معرفت پانے کے لیے دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ چاہیے اور عمل و عقیدہ میں ادبِ مصطفیٰ ﷺ چاہیے۔

حضرت اقبالؒ فرماتے ہیں:

مغزِ قرآں روحِ ایماں جانِ دیں
هست حبّ رحمة اللعالمیں

ظاہر الفاظ کے لیے ظاہری روشنی، باطنی علوم و عرفاں کے لیے نورِ مصطفیٰ ﷺ ضروری ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌo (المائدۃ، ۵: ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)o

یہاں کتاب کا ذکر بعد میں ہے اور نورِ نبی ﷺ کا ذکر پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چالیس سال پہلے اپنے کلام کے معلّم کائنات میں مبعوث فرمائے اور پھر غارِ حرا کی خلوتوں میں معلّم کائنات کے سینہ اطہر پہ قرآن کا نزول شروع کیا۔ خود باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو قرآن اور اُس کا بیان پڑھایا اور سکھایا بھی۔ رسالت مآب ﷺ کے بغیر اگر کوئی قرآن سمجھنے یا اُس کے احکام پر پوری طرح عمل کرنے کا رجحان رکھتا ہے فوراً توبہ کی طرف آئے، ورنہ گمراہی میں موت کے خطرات موجود ہیں۔ کیونکہ یہ ہے ہی ناممکن۔ جن کے ذریعے قرآن کا متن ملا ہے اُن ہی کے ذریعے قرآن کی سمجھ اور ہدایت ملے گی۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

حضور ضیاء الامتؒ لکھتے ہیں: حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس کے سمجھنے سے ایک بہت بڑے فتنے کا رَد ہوتا جائے گا۔ حکمت کسے کہتے ہیں؟

وَضعُ الاَشیَاءِ عَلیٰ مَوَاضِعِهَا.

(پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ۱: ۹۵)

چیز کو اپنے محل اور موقع پر رکھنا۔

یہاں الحکمۃ کا لفظ جو مذکور ہے، اِس سے مراد احکامِ قرآن کی ایسی تفصیل اور اِن کا ایسا بیان ہے جسے جاننے کے بعد انسان اُن احکام کی ایسی تفصیل کر سکے جیسے قرآن نازل کرنے والے خدا کی منشاء ہے اور نبی رحمت ﷺ کے فرائضِ نبوت میں صرف یہی نہیں کہ قرآن سکھا دیں بلکہ اُس کا صحیح بیان اور تفصیل بھی سکھاتے تاکہ قرآن پر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل ہو سکے۔ اِس حکمت یعنی بیانِ قرآن کو سنّت نبوی ﷺ کہا جاتا ہے۔ دوسری متعدد آیات بھی اِس اَمر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمتِ قرآن یعنی اس کا بیان نبی ﷺ کا ذاتی اجتہاد ہوتا بلکہ وہ

بھی اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ مثلاً

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ. (النساء، ۴: ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔

یاد رکھیں! زبان تو ایک ہے جو نبوت کی ترجمان ہے۔ کبھی اس زبان پہ قرآن ہوتا ہے اور کبھی حدیث۔ حدیث کا مرتبہ جو قرآن سے کم ہے اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس کو ہم تک پہنچنے میں کمزوری آ جاتی ہے۔ بعض دفعہ سند کے لحاظ سے اور حدیث کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا، ورنہ حدیث نے ہی تو بتایا ہے کہ یہ قرآن ہے۔ اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں ہی حضور ﷺ کی زبان سے سنے گئے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کلام الٰہی ہونے کے اعتبار سے تورات، انجیل، زبور اور صحائف سماوی وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ ہے کے کلام ہیں۔ قرآن کو سارے کلاموں پہ فضیلت ملی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ سب سے افضل نبی پہ نازل ہوا۔ آپ ﷺ کی صورت و سیرت کا تذکرہ قرآنی آیات میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات ﷺ کو پیروی کے لیے نمونہ قرار دیا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. (الاحزاب، ۳۳: ۲۱)

فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔

اور آپ ﷺ کا کردار قرآن مجید کا عملی تصویر ہے۔

کَانَ خُلُقُہُ القُرآن. (مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل، رقم: ۷۴۶)

رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔

کسی نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا کہ نمازِ سفر کا ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں

ہے۔ جبکہ پُر امن حالات میں سفر کریں تو کیا کریں؟ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے جواب دیا: ہم تو کچھ نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضور نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، پس ہم تو وہ ہی کرتے ہیں جو ہم نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔(ابن ماجة، السنن، ۲: ۲۶۳)

آپؓ بتا رہے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں مطلق نمازِ سفر کا ذکر تو نہیں ہے لیکن صاحب قرآن ﷺ کا سفر میں نماز پڑھنا اور ہمیں پڑھنے کا حکم دینا ہمارے لیے کافی ہے۔ کیسا بھیانک نظریہ ہے کہ صرف قرآن کافی ہے۔ کوئی شک نہیں قرآن اپنی ہدایت و جامعیت و کاملیت میں کافی و وافی ہے، کتاب مقدس ہے لیکن اس کی روح کے مطابق احکام سمجھنا اور عمل کرنے کی مکمل تصویر تو صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات، آپ ﷺ کی حدیث و سنّت سے ملے گی۔ اگر حضور ﷺ کی حدیث و سنّت کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو قرآن حمید کو سمجھنا اور اُس پہ عمل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر قرآن عظیم میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح وغیرہ کے احکام تو موجود ہیں مگر ان پہ عمل کرنے کی صحیح اور قابل عمل صورت سنّت نبوی ﷺ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

قارئین ذی وقار! دراصل قرآن و حدیث دونوں وحی الٰہی ہیں۔ دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔ قرآن اتنا ہے کہ قرآن کریم کی عبارت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مضمون بھی۔ گویا جس طرح حضرت جبریل امین نے آ کر سنایا اُسی طرح بلا کسی فرق کے آپ ﷺ نے بیان کر دیا اور لکھوا دیا۔ حدیث میں یہ ہے کہ مضمون رب کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور علیہ السلام کے اپنے ہوتے ہیں۔ اب اس مضمون کا رب کی طرف سے آنا بطور الہام ہوتا ہے یا فرشتہ ہی عرض کرتا ہے، لیکن اس مفہوم کی ادائیگی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے الفاظ میں کرتے ہیں۔ اسے حدیث قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ نماز میں اس کی تلاوت نہیں کی جا سکتی۔ وہاں صرف اور صرف قرآنی آیات ہی کی تلاوت کی جاتی ہے اور کی جا سکتی ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس مضمون و مفہوم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ شارع علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات و کمالات عطا کر رکھے ہیں، جیسے ایک صحابیؓ عرض کرتے ہیں حج کے بارے میں

أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ (مسلم، الصحيح، كتاب: الحج، باب: فرض الحج مرة فی العمر، ۲: ۹۷۵ رقم: ۱۳۳۷)

یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟

آپ ﷺ فرماتے ہیں: اگر میں نَعَمْ کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔

اسی طرح غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے، مگر حدیث نے اِس کو منسوخ کر دیا ہے۔ یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ مضمون منزّل من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا) ہوتا ہے اس لیے قرآن پاک بتاتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

کہ نبی علیہ السلام مسلمانوں کو قرآن شریف اور حکمت سکھاتے ہیں۔ اگر حدیث شریف ماننے کی ضرورت نہ ہوتی تو حکمت کا ذکر نہ فرمایا جاتا، فقط کتاب کا ذکر ہی کافی تھا۔ ہاں یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حدیث ماننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ قرآن ناقص ہے، مکمل کتاب نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ (الرحمٰن، ۵۵: ۱-۲)

(وہ) رحمٰن ہی ہے○ جس نے (خود رسولِ عربی ﷺ کو) قرآن سکھایا○

قرآنِ عظیم کے مکمل مضامین اور مفہوم حاصل کرنے کے لیے کامل، اَکمل اور مکمل انسان کی ضرورت ہے، وہ صرف وصرف تلمیذ الرحمٰن سیّدنا محمد عربی ﷺ ہیں۔ وہ صرف نبی ﷺ کی ذات ہی ہے جو قرآن کے اَسرار و رُموز اور علم وعرفان کے سمندر سے موتی نکال نکال کر اُمت کے حوالے کرتی ہے۔ کہاں کلامِ خدا کا وہ جلال جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے، یہ صاحب قرآن ﷺ کا سینۂ اطہر ہے جسے قدرت نے پہاڑوں سے کہیں مضبوط وتوانا بنایا ہے کہ آپ ﷺ نے بڑی آسانی سے وہ جلال برداشت کر کے جمال نوال میں تبدیل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ و اہل بیت اطہارؓ کے سینوں میں اُتارا ہے۔ اس لی پڑھا بھی جا رہا ہے اور سمجھا بھی جا رہا ہے۔

لیکن اس کے اصل مضمون و مفہوم تک اُنہی پاکانِ امت کی رسائی ہوتی ہے جو ہر دَم اپنے آپ کو محبت و اُلفت، اَدب و مروّت اور اتّباعِ سنّت کے لحاظ سے دامن نبوت سے وابستہ رکھتے ہیں۔ عشق و اَدب کے اَنوار کے سائے میں رابطے میں بھی رہتے ہیں اور ضابطے میں بھی رہتے ہیں۔

یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو غلامی رسول میں اتنی پختگی اور وارفتگی میں چلے جاتے ہیں کہ بارگاہِ ایزدی سے محبوبیّت کی سندِ ولایت کے تاج کی صورت میں اُنہیں دے دی جاتی ہے۔ یہی وہ بامراد، انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ عظیم قافلہ ہے جن کے نقوشِ قدم پہ چلنے کے لیے ہر نمازی نماز میں دُعا مانگتا رہتا ہے۔

تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ نجات
وہ کیا بہک سکے جو یہ چراغ لے کے چلے

ہر مسلمان جو قرآن کا سادہ سا ترجمہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی جانتا ہے کہ کلمہ پڑھنے والے سے بار بار حضور ﷺ کی اتّباع و اطاعت کا مطلق حکم دیا جا رہا ہے۔ ہر معاملے میں اور ہر وقت خواہ دینی ہو یا دنیاوی سب کے لیے آپ ﷺ ہی مطاع مطلق ہیں۔ اس لیے قدرت خداوندی نے ہر گناہ، ہر عیب دیگر مخلوق کو لاحق ہونے والی کمی اور کوتاہیوں سے آپ ﷺ کو پاک و مبرّا پیدا کیا اور پاک و منزّہ رکھا ہے۔ آپ ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں۔ دراصل حدیث و سنّت کا انکار کرنے والے وہ بدبخت لوگ ہیں جو آئے روز حضور ﷺ کے دامنِ طیّب و طاہر سے گناہ اور توہین آمیز باتیں منسوب کرنے کی شیطانی حرکت میں مصروف رہتے ہیں اور اُمت کی صفوں میں شوشے اور وسوسے پھیلاتے رہتے ہیں کہ بغیر نبی دو عالم ﷺ کے وہ قرآن سمجھ سکتے ہیں۔

این خیال است و محال است و جنوں

ہاں یقیناً گمراہ ہو سکتے ہیں بلکہ ہو چکے ہیں، اگرچہ اُمت مسلمہ میں یہ افراد نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○

(آل عمران، ۳: ۳۲)

آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتاo

اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور حُبّ کا دعویٰ اُس وقت تک سچّا نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے محبوب تاجدارِ عرب وعجم ﷺ کی غیر مشروط اور ہمہ وقت اتّباع و اطاعت نہ کی جائے۔ چونکہ اس کے سوا نہ کنارا ہے اور نہ چارا ہے اور نہ ہی کسی کو یارا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ . (النساء، ۴: ۸۰)

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

فرما کر رسول اکرم ﷺ کی اطاعت، بیعت، حکم اور دعوت کو اپنی اطاعت، بیعت، حکم اور دعوت قرار دے رہا ہے۔ مذکورہ بالا آیات اللہ رب العزت اور اُس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت و اتّباع سے رُوگردانی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ حدیث و سنّت کا انکار کر کے امت مسلمہ کے افراد کو گمراہ کرتے ہیں، انکار حدیث و سنّت کے فتنہ میں مشغول رہتے ہیں اُن سے گزارش کرتا ہوں کہ تعوّذ، تسمیہ اور دُرود و سلام پڑھتے ہوئے اس آیت کو بار بار تلاوت کیا کریں اور غور بھی کریں، کیونکہ وہ قرآن کیے حکم کا انکار کر رہے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کیا خوب ترجمانی کرتے ہیں:

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بو لہبی است

اے انسان! اپنے آپ کو درِ مصطفےٰ ﷺ پہ جھکا دے، کیونکہ آپ ﷺ دین اسلام کا عملی سرچشمہ ہیں اور اگر کوئی نادان حضور نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر اسلام کو سمجھنا چاہے تو وہ ابولہب تو بن سکتا ہے لیکن ایمان کی لذّت سے آشنا نہیں ہوسکتا۔

قرآنی اصطلاحات

وحدانیّت

کائناتِ اَرضی و سماوی کا حقیقی خالق و مالک ایک ہی ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ ہر کوئی اُس کا محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ الحی القیّوم ہے۔ وہ یکتا و لائق عبادت ہے اور وہ ہی عبادت کا حقیقی مستحق ہے۔ ہمیشہ سے زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ

خالق حقیقی کا ذاتی نام ہے۔ جو کبھی بھی اُس ذات کے علاوہ کسی کا ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ لفظ اللہ کی اصل الٰہ ہے۔ اس کا اطلاق دو معنوں پہ ہوتا ہے کہ وہ معبودِ جس کی بالفعل بندگی و عبادت کی جا رہی ہو اور دوسرا معنیٰ بھی یہ ہے کہ وہ معبود جو فی الحقیقت اس کا مستحق ہو کہ اُس کی بندگی عبادت کی جائے۔ اللہ ہی معبودِ حقیقی ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: معبودِ حقیقی ہی محبوبِ حقیقی بھی ہے۔ اُس کی رضا و خوشنودی کے لیے اُس کی اطاعت و بندگی کرو اور اپنے خیال و تصور، زبان و حال سے اُس مقدّس اسم پاک کا ذکر کرتے رہو۔ اطاعت اُس کی قرب و رضا کو زندگی کا مقصد بنا۔ اس کی مخلوق میں اس کی صفات کے جلوے تلاش کرو۔

رسالت و نبوّت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت سے نسلِ انسانی کی ہدایت اور اپنی معرفت کے لیے سلسلہ نبوت و رسالت جاری فرماتے ہوئے پہلے بشر سیّدنا آدم علیہ السلام کو ہی پہلا نبی بنایا اور صاحبِ قرآن سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدنا محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں، آخری نبی ہیں۔

محمد ﷺ

تاجدارِ ختم نبوت ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ رسول تھے، ہیں اور رہیں گے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی دعویدار ہو یا اُسے کوئی ماننے والا ہو، وہ کافر و مرتد ہے۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء و رُسل دنیا میں تشریف لائے ہیں، جن میں سے ۳۱۳ رسول ہیں۔ سب مرد و بشر تھے۔ لیکن معصوم عن الخطاء تھے۔ عیب و گناہ سے پاک تھے اور سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کسی ایک کی بھی توہین و بے ادبی ایمان سے محروم کر دیتی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے احکام، رضا و ناراضگی کا علم نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ وہ براہِ راست معلوم کر سکے کہ وہ کن باتوں پر راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے نبی کی اطاعت و اتّباع کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے اور نبی کی شانوں کا انکار کرنا منافقت کی علامت ہے۔

ایمان

افعال کے وزن پر امن سے ماخوذ ہے، مصدر ہے۔ **اصطلاحی معنیٰ** ہیں خبر دینے والی بات پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے مخبر صادق ﷺ کو سچا مانتے ہوئے اُس پر اِس طرح پختہ یقین رکھے کہ اُس کے ہر حکم کی تعمیل پر بغیر شک و شبہ میں پڑتے ہوئے عمل کرے اور کسی وقت اُس کے قول و فعل کی تکذیب نہ کرے۔ نبی پر ایمان لانے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور خود نبی کی ذات اور وہ صفات و اختیارات جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں بلا چون و چراں دل و جان سے تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام کی بھی کسی صفت کا انکار نہ کرے۔ نبی بھی اللہ تعالیٰ اور اپنی رسالت اور نازل ہونے والی کتاب پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن نبی کا ایمان اُمتی کی نسبت بہت بلند ہوتا ہے کیونکہ اُمتی صرف اپنے نبی سے یا نبی علیہ السلام کے فرمان پڑھ کر یا سن کر ایمان

لاتا ہے، لیکن نبی صرف سن کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اسے مشاہدہ بھی کراتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے:

خبر اور مشاہدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ **(احمد بن حنبل، المسند، جلد اوّل)**

المختصر تمام ضروریات دینیہ (جس پر ایمان لانا از بس ضرورت) پر یقین و اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے انسان کو مومن کہا جاتا ہے۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت و رضا کو ہر دوسرے کی محبت و رضا سے مقدّم رکھتا ہے اور اُس کے زبان و ہاتھ سے دوسرے لوگ امن و عافیّت سے رہتے ہیں۔ وہ ایمانی حلاوت و چاشنی میں اس قدر پختہ ہوتا ہے کہ ہر لحظہ وہ بدعقیدگی اور بے ادبی کی لعنت سے دُور رہتا ہے۔ قرآنی آیات میں مومن کی صفات و معمولات کا خوب تذکرہ موجود ہے۔ بار بار جنت اور قرب و رضا کی نویدیں سنائی گئی ہیں۔

اسلام

افعال کے وزن پر مصدر ہے۔ **اصطلاحی معنیٰ** ہے: سرِتسلیم خَم کرنا، تابعداری کرنا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ. (آل عمران، ۳: ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اللہ جلّ شانہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظام زندگی، ضابطہ حیات ہے اور وہ اسلام ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور زندگی گزارنے کا واحد صحیح طریقہ جسے اللہ تعالیٰ خالقِ فطرت نے اپنی مخلوق کے لیے پسند فرمایا ہے اور اسلام سِلم سے ہے جس کے معنیٰ سپرد کرنے کے ہیں کہ انسان دل سے تصدیق اور زبان سے اللہ تعالیٰ کو مالک و معبود تسلیم کر لے اور اُس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو سپرد کرتے ہوئے اُس کی بندگی بجا لانے میں وہ ہی طریقہ اختیار کرے جو نبی علیہ السلام کی بارگاہ سے ملا ہے۔

ہر کمی و بیشی کے بغیر اُس کی پیروی کرے۔ اسی طرزِ فکر و عمل کا نام اسلام ہے۔ یہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی ذہنی، رُوحانی اور مادّی ترقی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کی برکتیں، عزتیں اور دنیا میں بھی شرف و وقار کے سلسلے تب ہی رونما ہو سکتے ہیں جب اس کے ماننے والا ہر فرد اس کے ہر حکم پر عمل کرے اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلے۔ صرف نام سے نہیں بلکہ کام سے بھی مسلمان دکھائی دے۔ اُس کے ہاتھ اور زبان کسی کو تنگ نہ کریں۔ علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

بہر حال قرآن نے اسلام کے لیے دین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ نظام زندگی، طریق زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے ہر وہ انسان جو اسلام کے بنیادی عقائد تسلیم کرتے ہوئے دین اسلام کے بتائے ہوئے معمولات و معاملات (خواہ دینی ہوں یا دنیوی) کے مطابق زندگی گزار رہا ہو اُسے عرف عام میں بھی اور شریعت اسلامیہ کے مطابق بھی مسلمان ہی کہا جائے گا اور سمجھا جائے گا۔ لہٰذا کسی حال میں اپنی مسلمانی کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنا اور ان شاء اللہ مسلمان مرنا ہے۔ دُعا کرتے رہنا:

اَللّٰھُمَّ مَن اَحیَیتَهُ مِنَّا فَاَحیِهِ عَلٰی الاِسلَامِ وَمَن تَوَفَّیتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلٰی الاِیمَانِ. آمین

اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر موت عطا فرما۔

کفر و شرک

لغت میں کفر کا معنیٰ کسی شئے کو چھپانا۔ قرآن مجید میں کفر کا لفظ کفرانِ نعمت اور کفر باللہ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور سب سے بڑا کفر وحدانیت، نبوت اور شریعت کا انکار

کرنا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ. (البقرة، ۲: ۴۱)

اورتم ہی سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو۔

یہ آیت کفر بالقرآن کے معنیٰ میں بھی ہے۔ قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ تین طرح کے شرک رائج تھے اور ہیں اور تینوں ہر حرام ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان، جن، پتھر، درخت، بُت کو معبود یقین کرنا۔ یہ شرک اعظم ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مشرکین یہی شرک کیا کرتے تھے۔

۲۔ شرک کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ مستقل طور پر، ذاتی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کرسکتا ہے، اگرچہ اُس شخص کو معبود نہ بھی مانتا ہو۔

۳۔ کسی کو عبادت میں شریک کرنا۔

اَلشَّرکُ فِی العِبَادَۃِ وَھُوَ اَلرِّیَاء.

وہ ریا ہے، دکھاوا ہے۔ یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی ایک صفت میں بھی کسی اور میں یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح یہ صفت (ازلی، ابدی، ذاتی، لامحدود، دائمی) اللہ تعالیٰ کی ہے بالکل اسی طرح اس میں بھی ہے تو یہ شرک ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ شرک کرنے والے کو مشرک اور کفر اختیار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ شرکیہ اعتقاد رکھنے والا شخص حاکم اعلیٰ، واجب الوجود ذات اللہ جلّ جلالہ کا باغی ہے۔ دنیا کے بادشاہ بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کر دیتے ہیں لیکن بغاوت کرنے والے کو معاف نہیں کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے شرک کرنا اتنا سنگین جرم ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں کیا جاتا۔

قرآن مجید نے ان تین گمراہ گروہوں مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین کے عقائد پر بحث کی ہے۔ ان کے باطل عقائد کے رد میں کائنات میں پھیلے ہوئے دلائل کے ساتھ ساتھ دیگر

براہین سے بھی ان کے غلط نظریات کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے۔

پہلا کافر اللہ تعالیٰ کی توحید کے انکار کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود تکبر و حسد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی عزت و تعظیم کا منکر ہو گیا۔ یوں کفر کا آغاز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نبی کی بے ادبی سے ہوا۔ قرآنی آیات میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے کفریات کے ذکر کے ساتھ ساتھ اُن کے تفصیل جوابات ارشاد فرما رکھے ہیں۔ یہود کی گمراہی یہ ہے کہ وہ تورات کی غلطی اور معنوی تحریف کرتے ہیں۔ بعض آیات کو چھپاتے بھی ہیں اور جو احکام اس میں نہیں تھے ملاتے بھی ہیں۔ مذہبی تعصّب میں شدّت کی وجہ سے نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار، بے ادبی، طعنہ زنی، بخل، حسد میں مبتلا ہیں۔ قرآن حکیم نے نہ صرف سابقہ کتب کی تائید کی بلکہ ایک محافظ کا کردار ادا کرتے ہوئے یہود کی ساری کارستانیوں کا ذکر کر کے حق کا بول بالا کیا۔

اب منکر ہو گئے۔ حالانکہ یہ تو مخالفین کے ساتھ جنگ کے دوران نبی علیہ السلام کے وسیلے سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ نصاریٰ (عیسائی) کی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے خدائی کو تین ایسے حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ایک اقنوم باپ، دوسرا بیٹا اور تیسرا روح القدس۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی، ابن اللہ بھی اور بشر بھی ہیں۔ اس کا جواب دیا گیا کہ قدیم زمانہ لفظ ابن: مقرّب، محبوب کے معنیٰ میں بھی بولا جاتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعض کمالات اور افعال کو جو اپنی طرف منسوب کیا ہے یہ اُن کے مازون من اللہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ نسبت مجازی ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار آپ کے ذریعے سے ہوا۔ عیسائیت میں یہ بھی گمراہی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول سمجھتے ہیں۔ اُن کے اِس شبہ کا بھی ازالہ کئی آیات قرآنی میں کیا گیا ہے۔

قارئین ذی احترام!

یہودیوں نے غُلو کرتے ہوئے حضرت عزیر علیہ السلام، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے ہوئے خدا کہنا شروع کر دیا۔ قرآن نے ان کے باطل نظریات کو

خوب رد کیا۔ لیکن حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات و شان کو چھپایا نہیں اور نہ ہی شان نبوت کا انکار کیا۔ چونکہ لوگ ان کے بارے میں باطل نظریہ رکھتے ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردے زندہ کرنا۔ کوڑھی کو شفاء اور پیدائشی بابینا کو روشنی دینا اور غیب کو خبریں دینا۔ حضرت سلمان علیہ السلام کا چیونٹی سے گفتگو کرنا اور آپ کے وزیر خاص کا آناً فاناً بھاری بھر کم تخت بلقیس سینکڑوں میل دور سے لانے کا تذکرہ کر کے قرآن اپنا مزاج بتا رہا ہے کہ بندگانِ خدا انبیاء و اولیاء کے معجزات، کمالات اور کرامات بیان کرنے سے عقیدہ توحید کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس سے خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور اپنے خاص بندوں پر عنایتوں اور اُن کے ساتھ خاص محبتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔ اُس کی قدرت کے مظہر ہیں۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام چاند دوٹکڑے کر رہے ہیں۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جار کر رہے ہیں۔ دور و نزدیک کی خبریں دے رہے ہیں۔ قیامت تک کے حالات بتا رہے ہیں۔ گنبد خضریٰ میں جلوہ فرما ہو کر شان شاہدیت کے ساتھ کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ دُرود و سلام سن کر جواب عنایت فرما رہے ہیں۔ امت مسلمہ اس عقیدہ پہ یقین رکھتی ہے۔ انہیں مصطفیٰ، مجتبیٰ اور خاص بندۂ خدا مانتی ہے۔ قدمین شریفین میں حاضر ہو کر بھی سجدہ اللہ وحدہ لا شریک کو ہی کرتی ہے۔ سلام اُس کے عبد محبوب کی بارگاہ میں پیش کرتی ہے۔

اب خود انصاف کیجئے کہ خوارج نے جو کفر و شرک کے فتوؤں کی مشینیں چلا رکھی ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی سے ثابت شدہ عقائد و معمولات صحابہ کرامؓ و اہل بیت اطہارؓ اور صالحینِ اُمت صدیوں سے اپنائے ہوئے ہیں یہ اُنہیں اپنی عادت و مشن کے مطابق شرک، حرام اور بدعت کہنے اور لکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ تمام آیات جو مشرکین مکہ اور عرب کے کافروں کے حق میں اور بتوں کی بے بسی بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہیں وہ ان مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کے فتوؤں کی زد میں کون کون ہستیاں آ رہی ہیں اور آیات جن میں تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُلوہیت کی نفی کی گئی ہے اُن کو عقیدہ بنا کر شان نبوت میں تنقیص کر رہے ہیں اور قرآن کا ترجمہ وتفسیر بالرائے کرتے ہوئے

سلف صالحین، علمائے ربانیین اور سبیل المومنین سے انحراف کر رہے ہیں۔

اہل ایمان حضرات! آپ اِن لوگوں کے فتوؤں سے متاثر نہ ہوں۔ یہ فتنہ پرور لوگ جو بظاہر دین دار بدباطن دین سے بہت دور ہیں۔ کثرت سے قرآن ان کی زبان پر جاری رہتا ہے لیکن حلق سے نیچے نہیں اُترتا اور نبی علیہ السلام کی شان سن کر غصہ میں آ جانے والے یہ شریر لوگ تاجدار ختم نبوت کے ظاہری حیات مبارکہ میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ صرف ایک روایت پیش کر دیتے ہیں۔

أخرج البخاري في صحيحه في ترجمة الباب: قَولُ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِلَّ قَومًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾ [التوبة، ٩: ١١٥] وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

(بخاری، الصحیح، کتاب: استتابة المرتدین و المعاندین و قتالهم، باب: (۵) قتل الخوارج و الملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیزیں واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔'' اور حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (یعنی خوارج کو) اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا۔''

سیدنا ابن عمرؓ خارجیوں کو ساری مخلوق سے بدتر جانتے تھے کیونکہ وہ کافروں کے بارے نازل ہونے والی آیات کو مومنین پر چسپاں کرتے تھے اور اب بھی چسپاں کرتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ اُن سے صرف گزارش یہی ہے کہ خدا کا خوف کریں۔ قیامت کے دن سے ڈریں کہ

کہیں اُن کا نام

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ.

کے زمرے میں نہ ہو جائے۔ خدارا! جیّد مفسرین، متقدمین علمائے ربانیین نے شرک کی جو وضاحت بیان کی ہے اسے غور سے پڑھیں۔ یہاں وہ شرک خفی (ریاء) جس کا خطرہ بتایا گیا وہ امت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بھی امت مسلمہ کو محفوظ و مامون رکھے۔ رہی بات شرک جلی وہ تو اس اُمت کے نبی تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود محفوظ رہنے کی نوید سنا کر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي.

(بخاری، الصحیح، کتاب: المناقب، باب: علامات النُّبُوَّةِ فِي الإِسلام، ۳: ۱۳۱۷، رقم: ۳۴۰۱: مسلم، الصحیح، کتاب: الفضائل، باب: إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶)

اور خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔

سروے کر لیں۔ امت گنہگار، دنیا دار ضرور ہے لیکن شہادتین وہ بھی پڑھ رہی ہے جو صحابہ کرامؓ پڑھتے رہے ہیں۔

اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مَحَمَّدًا عَبدُهُ وَ رَسُولُه.

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

کیونکہ سرورِ دو عالم تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کو ہمیشہ کے لیے شکست دے دی۔ توحید کا علَم ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ شرک کی نجاست سے یہ امت محفوظ رہے گی۔ اللہ کی کبریائی کی صدائیں ہمیشہ بلند رہیں گی اور جدھر بھی جائیں گی قرآن، اذان، مسجد، نماز و دیگر شعائرِ اسلامی اس کی پہچان رہے گی۔

منافقت

منافقت نفاق سے ہے۔ منافق اُس کافر کو کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے منکر ہو۔ یہ ظاہری کافر سے زیادہ خطرناک ہے۔ منافقین کی جماعت نزول قرآن کے زمانہ میں بھی موجود تھی۔ ان کا سردار رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اُس وقت کچھ یہودی بھی ان میں شامل ہو گئے تھے۔ یہ دعویٰ کرتے کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ظاہری عبادات بھی کرتے، لیکن یہ صاحب قرآن ﷺ سے بغض و حسد رکھنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی شان وعظمت کے انکاری ہوتے بھی آئے۔ روز بے ادبی و گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

آپ ﷺ کی عظمت و شان میں کوئی آیت نازل ہو تو غم و غصہ میں جل اُٹھتے ہیں۔ اللہ رب العزت کے بارگاہ میں دوڑے دوڑے جاتے ہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام کے ہاں حاضر بھی نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ موجودہ دور کے منافقین اُن آیات کے مفہوم بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن اُن کے احوال تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ سورۃ المنافقون نازل کر کے اُن کے خُبث باطن کو واضح کر دیا گیا۔ وعدہ خلافی، گالم گلوچ، امانت میں خیانت، حرص و طمع، شر و فساد تو گویا اُنہیں گھُٹی میں ملے ہیں۔ لیکن ریشم سے زیادہ میٹھی گفتگو کرتے ہیں۔ زبان پہ قرآں اور تن پہ اسلام خوب دکھائی دیتا ہے لیکن اندر کی دنیا اسلام و قرآن سے بہت دور ہے بلکہ فتنہ و فساد کی ساری کڑیاں اور ڈوریاں اُن نفاق زدہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں جنہوں نے بے ادبی اور بدعقیدگی کی تحریک چلائی ہوئی ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر کمالات کی طرح عطا کردہ علم غیب (جو بتدریج آپ ﷺ کو عطا ہوا) کا بھی شدّت سے انکار کرتے ہیں اور مذاق اُڑاتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک ایک کا نام لیکر مسجد نبوی سے نکالا تھا۔

آل وعترت

قرآن مجید میں آل و اہل کے ساتھ جہاں انبیاء وصلحاء کی اولاد، بیوی و خاندان مراد لے کر اُن کے احوال و واقعات بیان کئے ہیں وہاں کافر و نافرمان اور سرکش لوگوں کی اولاد اور ماننے والوں کو بھی آل کے ساتھ ذکر کر کے اُن کی ہٹ دھرمیوں اور نافرمانیوں کو بھی بیان کیا ہے۔ البتہ قرآن و حدیث میں جہاں آل، اہل بیت کے الفاظ ذکر ہوتے ہیں وہاں ازواج اور اولاد دونوں مراد ہیں۔ مثال کے طور پر

وَ نَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ. (هود، ۴۵)

اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میرا لڑکا (بھی) تو میرے گھر والوں میں داخل تھا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے گھر والوں کو لاہلہ کہہ کر ٹھہرنے کا حکم دیتے ہیں۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام تمام مخلوق میں افضل ترین اور محبوب ترین بھی ہیں اور یہ بھی آپ ﷺ کے فضائل وخصوصیات میں ہے کہ جس نسل، قبیلے اور آباؤ اجداد میں جن مرد وعورت میں آپ ﷺ کو نور منتقل ہوتا رہا ہے وہ سب عقیدۂ توحید اور دین فطرت پر تھے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جیّد علمائے ربانیین، مفسرین اور مستند محدثین علیہم الرحمہ اپنی کتب میں لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیّدنا عبد اللہ اور حضرت آمنہ تک صاحب ایمان اور عم عصروں میں افضل و اعلیٰ تھے۔

دُرودِ ابراہیمی میں ہر نمازی نماز میں جب تک حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد، آپ ﷺ کی آل اولاد پر دُرود نہ پڑھے تو نماز ہی مکمل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جن خوش نصیب خواتین کو حرم میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوگئی اور وہ نفوس قدسیہ جن کے نبی علیہ السلام سے خونی

رشتے قائم ہو گئے وہ بے مثل و بے مثال ہو گئے۔ قرآن اُن کے بارے میں یوں اعلان کرتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ. (الاحزاب، ۳۲)

اے ازواجِ پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مِثل نہیں ہو۔

ازواج مطہرات کو مومنین کو مائیں قرار دیا ہے۔ مزید اللہ تعالیٰ اہل بیت کے ٹائیٹل کے ساتھ اُن کی پاکیزگی اور طہارت کو بیان کرتا ہے اور ایت کریمہ کے سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی بالکل عیاں ہے کہ ازواج مطہرات کو اہل بیت فرما کر مخاطب کیا ہے اور تاجدارِ کائنات اے ازواجِ پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مِثل نہیں ہو نے اہل بیت کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اپنی چادر تطہیر حضرت مولا علیؓ، سیّدہ فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ کو اوڑھا کر دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ، هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا.

(ترمذی ، السنن، كتاب: تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب: ومن سورة الأحزاب، ۵/ ۳۵۱، رقم: ۳۲۰۵)

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کر دے۔

عام طور پر نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ یہ ہمارے آقا علیہ السلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ کی لاڈلی بیٹی سیّدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد آپ ﷺ کی نسل شمار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیّدہ فاطمہؓ کے بیٹوں کو اپنے بیٹے قرار دیتے ہیں۔

هٰذَانِ ابنَایَ وَ ابنَا ابنَتِی. (ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۳۷۸، ۳۲۱۸۲)

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰؓ، سیّدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، سیّدنا امام حسنؓ اور سیّدنا

امام حسینؓ کی محبت کو اپنی محبت اور ان ذوات مقدّسہ سے دشمنی وبغض اپنی دشمنی اور بغض قرار دیا۔ یہ بھی یاد رکھیں اہل بیت سے بغض منافقت کی علامت ہے۔ جب بھی اہل بیت کے الفاظ لکھے یا پڑھے جائیں اہل ایمان کے دل و دماغ میں اپنے نبی علیہ السلام کا مقدّس گھرانہ ہی آتا ہے۔ جب بھی دُرود شریف پڑھیں تو ایسا جامع دُرود شریف پڑھیں جس میں سلام بھی ہو۔ اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات بھی شامل ہوں۔

اللّٰھمَّ صَلِّ عَلٰی سیِّدنا محمَّد وَّ علٰی آلہ و صحبہ و اَزواجہ وَ بَنَاتِہ وَ بَارِکَ وَ سَلِّم.

صحابیّت

قرآن مجید میں اصحاب کے الفاظ بہت سے مقامات پر استعمال کئے گئے ہیں اور مختلف لوگوں کے لیے کہے گئے ہیں۔ اس میں اچھے برے کا امتیاز نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اصحاب کی اچھائی یا برائی مضاف الیہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اصحاب الجنّۃ، اصحاب النّار، اصحاب کہف، اصحاب الرّس وغیرہ۔

اصطلاحی لحاظ سے کسی بھی نبی علیہ السلام کے خاص دوست، حواری جو پہلے پہل اُس پہ ایمان لاتے ہیں، پھر اخلاص و محبت کے ساتھ اُس نبی، رسول کی فرمانبرداری میں زندگی گزارتے ہیں، قرآن مجید میں جہاں ۲۵ انبیاء و رسل کا نام اور معجزات و کمالات کا تذکرہ موجود ہے وہاں اُن کے اصحاب کے احوال کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ لیکن جب کسی اہل ایمان کے سامنے صحابی، اصحاب کے الفاظ بولے جائیں یا وہ پڑھے یا لکھے تو اُس کا دھیان تاجدارِ کائنات ﷺ کے اصحاب کی اُس مقدّس جماعت کی طرف چلا جاتا ہے جنہیں قدرت نے آخری نبی کے حیات ظاہری کا زمانہ، صحبت اور ایمان عطا فرمایا۔ صحابی یعنی صحابی رسول ﷺ ، اصحاب یعنی اصحاب النبی ﷺ ۔

اصطلاح شریعت میں صحابی کی تعریف یوں کی گئی ہے

مَن لَقِیَ النَّبیَّ مُؤمِنًا بِہٖ وَ مَاتَ عَلٰی الاسلَام فَھُوَ صِحَابیّ.

(عسقلانی، نزھۃ النظر بشرح نخبۃ الفکر)

وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی مجلس پائی اور اسلام و ایمان پر اُس کی وفات ہوئی ہو وہ صحابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرنے والے رسول ﷺ کی زیارت کرنے والے وہ صحابی جس کو حالت ایمان میں ایک لمحہ بھی صحبت و زیارت نصیب ہوئی ہو، بعد میں بڑے سے بڑا ولی اللہ اُس صحابی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ صحابیت کا درجہ عمل سے نہیں بلکہ نبی پاک ﷺ کی حیات ظاہری میں صحبت و زیارت سے ملتا ہے۔

جس طرح تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے وصال ظاہری سے نبوّت کا دروازہ بند ہو گیا اُسی طرح اب صبح قیامت تک صحابیّت کا دروازہ بھی بند ہو گیا ہے۔ یہ قدرت خداوندی کا ازلی انتخاب اصحاب ذی وقار ہیں جنہیں اپنے محبوب ﷺ و آخری نبی ﷺ کی سنگت وصحبت، دوستی و جانثاری کے لیے پسند فرمایا۔ اس لیے صحابیت وہ لازوال و بے مثال اور عظیم مقام ہے جو عبادت و ریاضت اور علم وحکمت کے حصول سے حاصل نہیں کیا جا سکتا

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ. (الحدید، ۵۷: ۲۱)

یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے۔

ولایت

الولایۃ واؤ کی زیر اور واؤ کی زبر کے ساتھ مستعمل ہے، جس کے معنیٰ ہیں مدد کرنا اور کسی کام کا ذمہ دار بننا۔ وَلی کی جمع اولیاء ہے۔ جو مددگار، دوست کا مفہوم اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ اچھے اور برے لوگوں کے لیے بھی یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اولیاء الشیطان اور طاغوت۔ جو اپنی ساری قوتیں دین اسلام کی سچائی کے خلاف استعمال کرتے اور حق والوں کی راہ روکتے ہیں ایسے کوڑھے دوست کو بھی ولی کہا جاتا ہے۔ جس سے بندہ اپنی کوئی بات نہیں چھپاتا۔

اسی لیے کفار سے ایسی دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ اسلامی پالیسی تیار کر دی گئی

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(آل عمران، ۳: ۲۸)

مسلمانوں کو چاہیے کہ اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

یعنی تم اپنی دوستی نبھاتے ہوئے ایسی بات اُن سے نہ کر دینا جس سے کسی مسلمان، دین اسلام یا کسی اسلامی مملکت کو نقصان ہو۔ البتہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ تجارت کرنا، فلاح و بہبود کے کاموں میں اُن کے ساتھ تعاون کرنا۔ مشترکہ دشمن کا مل کر مقابلہ کرنا اور اُن کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن سلوک سے پیش آنا ممنوع نہیں ہے بلکہ قرآنی آیات اور اُسوۂ حسنہ اور آثارِ سلف صالحین سے بہت سے واقعات ثبوت میں موجود ہیں۔

قرآن مجید دوسری طرف حزب اللہ اور اولیاء اللہ کے ٹائٹل کے ساتھ ایک مقدس جماعت کا ذکر بھی کرتا ہے جو انبیاء و مرسلین کے بعد عظیم الشان مقام رکھتی ہے۔ چونکہ نبوت و رسالت کے پاکیزہ سلسلہ کی آخری کڑی رحمۃ اللعالمین سیّدنا محمد ﷺ ہیں۔ جنہیں تاجدارِ ختم نبوت بنا کر ہمیشہ کے لیے کسی نئے نبی کی آمد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ آپ ﷺ ہی کی نبوت و شریعت کا سکّہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بارگاہِ ایزدی سے وہ لازوال و بے مثال کمالات اور عقل انسانی سے ماوریٰ اختیارات عطا کئے گئے تاکہ آپ ﷺ ہی کے نور و رحمت اور فیضان نبوت سے سارا جہان مستفیض ہوتا رہے اور وہ نفوس قدسیہ جنہیں غلامی رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ میں اس قدر پختگی حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی بارگاہ کا قرب عطا کر کے اولیاء الرحمان میں شامل کر لیتا ہے۔ یہی مردانِ خدا حزب اللہ اور جند اللہ کے اعزاز کے ساتھ خدائی لشکر میں شامل ہو کر نبی کریم ﷺ کے ظاہری اور باطنی علوم و عرفان کے امین بن کر مخلوقِ خدا کی ہدایت، دین اسلام کی اشاعت اور تزکیہ نفس کی عظیم ذمہ داری نبھاتے ہیں۔

حدیث و سنّت

قرآن مجید میں احادیث و سنّت کے الفاظ دو طرح کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ سنّت جس کا معنیٰ طریقہ ہے۔ اچھے یا برے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اہل ایمان یہ الفاظ پڑھیں یا سنیں تو اُن کا دل و دماغ اپنے نبی ﷺ کی احادیث اور سنّت کی طرف چلا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (النساء، ۴: ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔

حکمت سے مراد حدیث میں

درحقیقت قرآن و حدیث دنوں ہی وحی الٰہی ہیں اور دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد موجود ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

یعنی ہمارے نبی ﷺ مسلمانوں کو قرآن، شریعت اور حکمت سکھاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں عبارت اور مضمون دونوں اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث میں مضمون رب کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور علیہ السلام کی طرف سے ہیں۔ یہ بھی خیال میں رہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کا ہر قول و فعل جو منقول ہو جائے وہ حدیث ہے، خواہ ہمارے لائق عمل ہو یا نہ ہو۔ مگر سنت صرف اُن اقوال و اعمال کو کہا جاتا ہے جو ہمارے لیے لائق عمل ہوں۔ اسی لیے رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع فرض کر دی گئی ہے اور رسول گرامی کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ قرار دی گئی ہے۔ خود آپ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ

عَلَيكُم بِسُنَّتِي.

تم پر میری سنت لازم ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ

عَلَیکُم بِحَدیثِی.

کیونکہ تمام احادیث پہ عمل کرنا ناممکن ہے۔ البتہ آپ ﷺ کی سنتوں پہ عمل کیا جا سکتا ہے۔ جمہور محدثین کی اصطلاح میں قول رسول ﷺ، فعل رسول ﷺ، تقریر رسول ﷺ، قول صحابیؓ، فعل صحابیؓ، تقریر صحابیؓ، قول تابعیؒ اور فعل تابعیؒ کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔ تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے سامنے کام کیا ہو تو اُس کو اُس کام سے منع نہ فرمایا گیا ہو۔ جس طرح آپ ﷺ نے اپنی سنت پہ عمل کرنا لازم کیا ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی سنت پہ عمل کو لازم کیا ہے۔

ذکر

ذکر ایک وسیع مفہوم رکھنے والا جامع لفظ ہے۔ ہر قسم کی یاد دل و دماغ ہو یا زبان سے اس میں شامل ہے۔ اس کی جمع اَزکار ہے۔ مگر صاحبانِ ایمان کے ہاں ذکر لکھا یا پڑھا جائے فقط ذکر الٰہی ہی مراد لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور صاحب قرآن ﷺ دونوں کے ناموں میں سے ایک نام ذکر بھی ہے۔ جس طرح تلاوت قرآن کرنا ذکر ہے اُسی طرح آقا علیہ السلام کی یاد، آپ ﷺ کا نام اور آپ ﷺ پر دُرود و سلام پڑھنا بھی ذکر خدا میں شامل ہے۔ قرآن ذکر مع الفکر کی ترغیب دیتا ہے اور کثرتِ ذکر کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ یہ دلوں کی شفاء اور اطمینان کا باعث بنتا ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں اور عذاب ٹلتے ہیں۔ قرب ملتے ہیں۔

اسی لیے اسلام نے مسلمانوں کی زندگی کو ذکرِ الٰہی میں اِس طرح گھیرا ہے کہ کوئی وقت اس سے خالی نہیں۔ بچے کی پیدائش سے اذان سے آغاز اور زندگی بھر اطاعت و بندگی کے سلسلے، یہاں تک کہ مرتے وقت خدا کا نام، غسل، کفن اور دفن کے وقت ذکرِ الٰہی غرضیکہ ہر عضو کا اپنی کیفیت کے لحاظ سے علیحدہ اندازِ ذکر ہے۔ زبان کا ذکر شکر حق، تلاوت کلام پاک، سچ بولنا۔ دل کا ذکر اچھے ارادے اور دھڑکنوں سے اللہ اللہ کرنا۔ آنکھ کا ذکر خوفِ الٰہی سے رونا، آیات الٰہی

کا دیکھنا، شرم و حیاء کی وجہ سے آنکھیں جھکا لینا۔ ہاتھ کا ذکر دوسروں کی مدد کرنا، گناہوں سے روکے رکھنا۔ پاؤں کا ذکر مسجد اور مقدس مقامات کی طرف نیک کام کے لیے جانا۔ یہاں تک کہ چل کر بندگانِ خدا کی زیارت کرنا۔ المختصر ذکر تین طرح کا ہے: ذکرِ عام، ذکرِ خاص، ذکر خاص الخاص۔

ذکرِ عام: ذکر زبان

ذکرِ خاص: دل جاری

ذکرِ خاص الخاص: ذکرِ خیالی

یاد رکھیں! ذکر کا معنیٰ یاد کرنا اور یاد کرانا ہے۔

ذِکرٰی لِلمُؤمِنِینَ وَالذِّکرٰی کَثرَۃُ الذِّکرِ وَھُوَ اَبلَغُ مِنَ الذِّکرِ.

ایمان والوں کے لیے نصیحت (یاد دہانی) ہے اور ذکرٰی سے مراد کثرت ذکر ہے اور یہ ذکر کے مقابلے میں زیادہ بلیغ اور جامع ہے۔

یعنی ذکریٰ کا معنیٰ: بہت زیادہ اور بار بار یاد کرانا ہے۔ اس لیے ہم خود بھی ذاکر بنیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ذکرِ خدا اور ذکرِ رسول ﷺ کی دعوت دیں تاکہ کائنات میں ذکرِ خدا اور مصطفیٰ ﷺ کی گونج بلند ہوتی رہے اور ہمیں دنیا و آخرت کے فائدے حاصل ہوتے رہیں۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ محافل ذکر کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ کریم سب اہل ایمان کو دائمی ذکر نصیب فرمائے۔ آمین

صلوٰۃ وسلام

صلوٰۃ، صلوات، اور سلام، السلام، الاسلام کے الفاظ قرآنی آیات میں موجود ہیں۔ جو برکت، برکات، سلام، تسلیمات کے معانی کے ساتھ علم و عرفان اور نور و رضوان کے موتی بکھیرنے میں مصروف ہیں۔

اَقِیمُوا الصَّلاۃ.

نماز قائم کرو۔

کے اہم ترین فریضہ کی ادائیگی کے احکامات کثیر آیات میں دکھائی دیتے ہیں جو فریضہ کی اہمیت کو مسلسل واضح کر رہے ہیں۔ نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اُس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔ السلام جلّ جلالہ کی بارگاہ سے سلامتی تقسیم ہوتی ہے۔ اوّل المسلمین، اوّل المؤمنین، سیّد المرسلین ﷺ کے ذریعے امن و آشتی، محبت و سلامتی کا لا زوال و بے مثال پیغام دین اسلام کی صورت میں کائنات کو عطا ہوا اور جو بھی کلمہ توحید پڑھ کر آپ ﷺ کو آخری رسول ﷺ و نبی ﷺ یقین کرتے ہوئے لباس تقویٰ اختیار کرے گا اُس کا ٹھکانہ دار السلام ہوگا۔ ان شاء اللہ

سابقہ انبیاء و رُسل علیہم السلام کی ذوات مقدسہ پہ سلام علی المرسلین کہہ کے سلامتی اُتاری گئی اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام دونوں پر ولادت و وصال کے دن ذکر کے ساتھ سلام پیش کیا گیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام، حضرت نوح و سیّدنا ابراہیم علیہما السلام پر بھی سلامتی بھیجنے کے الفاظ موجود ہیں۔ اس کے باوجود جیسے ہی ایمان دار صلوٰۃ و سلام کے الفاظ سنتے ہیں اُن کے دل و دماغ میں اپنے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ پہ درود و سلام بھیجنے کا مفہوم ہی وارِد ہوتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○

قرآن نے بہت سے احکام دیئے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ ہم اور ہمارے فرشتے بھی ایسا کرتے ہیں، لہٰذا تم بھی ایسا کرو۔ صرف دُرود و سلام ہی ایک ایسا حکم ہے جس سے پہلے خالق ارض و سماء ارشاد نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ.

بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

واہ! کیا شان ہے ہمارے نبی ﷺ کی۔ بے شمار انداز میں آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں دُرود و سلام صالحین امت نے پیش کئے ہیں جو بڑے مقبول ہوئے ہیں۔ اوراد و وظائف کے طور پر بھی پڑھے جاتے ہیں۔ امت مسلمہ کی صفیں ہمیشہ اپنے آقا و مولیٰ پہ دُرود و سلام پڑھنے سے گونجتی رہتی ہیں۔ کیونکہ دُرود و سلام وہ عبادت ہے جس کی قبولیت یقینی ہے۔ اس سے گناہ ہٹتے ہیں، نیکیاں بڑھتی ہیں، درجے بلند ہوتے ہیں، مالک و مولیٰ جلّ مجدہ کی رضا نصیب ہوتے ہے اور نبی کریم ﷺ کی توجہ اور شفاعت نصیب ہوتی ہے۔

تذکیرِ نعمت

قرآن کریم کا نزول تمام نسل انسانیت کی رُشد و ہدایت کے لیے ہوا ہے۔ بے شمار و لا تعداد نعمتیں عطا کی گئیں۔ فانی بھی اور لافانی بھی، دیکھی جانے والی بھی اور نہ نظر آنے والی بھی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے نعمتوں کا تذکرہ بن آدم کے عام افراد کی اکثریت کی معلومات سے زیادہ نہیں بیان کیا اور نہ ہی اس بارے زیادہ بحث سے کام لیا گیا۔ بلکہ اسماء و صفاتِ اعلیٰ کو ایسے آسان طریقے سے بیان کیا گیا کہ تمام نسل انسانی حکمت الٰہی کو مہارت علم کے بغیر فطرت اور عقل سلیم کے ذریعے سمجھ سکے۔ اس لیے کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے نعمتوں کے دسترخوان جس سے ہر ایک اپنی بساط کے مطابق لطف اندوز ہونے میں مصروف ہے اس لیے بار بار متوجہ کیا گیا۔

اَفَلَا يَتَفَكَّرُوْنَ.

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ.

کیونکہ ہر مخلوق میں ذات الٰہی کی کوئی نہ کوئی صفت کی جھلک موجود ہوتی ہے۔ صفات الٰہی کا پوری طرح احاطہ کرنا تو عقل انسانی سے ماوریٰ ہے۔ البتہ بشری صفات کے مطابق سمجھایا

گیا۔ جس طرح اُن نعمتوں کا ذکر مناسب تھا کیا گیا ہے۔ یہ نعمتیں عام ہیں اور نظر آنے والی ہیں۔ مثلاً زمین و آسمان کی پیدائش، بادلوں سے پانی برسنا، زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا اور اسی طرح بنجر زمین کا پھل پھول اور غلّہ اُگانا وغیرہ اور خاص اور لافانی جن کے ذریعے خدا تعالیٰ نے اپنے عرفان و معرفت کا اہتمام فرمایا وہ انبیاء و رُسل کا سلسلہ رُشد و ہدایت قائم کرنا اور پھر نعمت مصطفیٰ ﷺ کے طور پہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کو مبعوث کر کے ہمیشہ کے لیے دروازۂ نبوت کو بند کر دینا اور قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کے فیضان ہدانت و نبوت کو صبح قیامت تک جاری رکھنے کا اہتمام کرنا بھی نعمت ہی نعمت ہے اور رحمت ہی رحمت ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ○ (الرحمٰن، ۵۵: ۱۳)

پس (اے گروہِ جنّ و انسان) تم دونوں اپنے رب کی کِن کِن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○

کے جواب آمنَّا وَ صَدَّقنا کا نعرہ ہی زیب دیتا ہے۔

تذکیر بایام اللہ

یوم ہو یا ایّام سب کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔ یہ جو قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے دنوں کو یاد کرنے اور رکھنے کا حکم ارشاد کر رہا ہے جن کے ساتھ خاص واقعات منسوب ہو گئے ہیں جو ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کی کشمکش کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ترغیب یا ترہیب کا کام انجام دیتے ہیں، مثلاً فرمانبرداروں کے لیے انعام اور نافرمانوں اور باغیوں کے لیے عذاب۔ ایسے قصّے بیان کئے گئے جن کی کچھ جزئیات وہ پہلے سن چکے تھے مثلاً قوم عاد و ثمود اور انبیائے بنی اسرائیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستانیں، اس کے علاوہ چند غیر مانوس واقعات بھی بیان کئے گئے تاکہ ان کی صفیں ان سچی داستانوں کی طرف مائل ہو جائیں اور پڑھنے سننے والے ان واقعات کے بیان کرنے کے مقصد سے آگاہ ہو کر شرک اور گناہوں کی برائی سے نفرت کریں۔ کافروں کے لیے عذاب اور مخلص ایمانداروں پر خدا تعالیٰ کی عنایت و کرم اطمینان حاصل کریں۔ اُمت مسلمہ بھی قرآنی مزاج سمجھتے ہوئے حدیث و سنّت کی روشنی

اور صحابہ کرامؓ و اہل بیت اطہارؓ کے معمولات کے مطابق خاص دنوں کو بڑے دن کہہ کر مناتے ہیں۔ خصوص محافل و جلوس منعقد کر کے روزے رکھ کر صدقات و دیگر حسنات کر کے اُن دن رات کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ جمعہ، جمعرات، سوموار، شب معراج، یوم میلاد، شب برات اور اولیاء کاملین کے اعراس وغیرہ۔

تذکرۂ موت

موت ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا کبھی بھی اور کسی وقت بھی کسی نے انکار نہیں کیا۔ چونکہ اس سے عالم آخرت کا آغاز ہو جاتا ہے اور مرنے والے کی قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ قیامت کے انکار کرنے والے بھی موت کا انکار نہیں کرتے۔ اس لیے مومت اور قیامت کے متعلقہ اُمور بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ انسانی موت کی کیفیّت، بے چارگی کا عالم، عذاب کے فرشتوں کا آنا، موت کے بعد جنت و دوزخ کا سامنے آنا، علامات قیامت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجّال اور یاجوج ماجوج کا ظہور، سُوَرِ فنا، سُوَرِ حشر ونشر، سوال و جواب، اعمال کا تولنا، میزان، نامہ اعمال، مومنین کا دیدارِ الٰہی، عذاب کی نوعیتیں اور جنت میں ملنے والی نعمتوں کی تفصیلات مختلف سورتوں میں حسب حال بیان کرنے کا مقصد بھی تذکیر و ترغیب ہی ہے۔

اخلاص وللّٰہیت

اخلاص کسی بھی عمل و ارادہ کی قبولیّت کے لیے بنیادی حیثیّت رکھتا ہے۔ اخلاص میں کاملیّت ہو عمل و اظہار میں اگرچہ کمی بھی ہو قبولیّت یقینی ہوتی ہے۔ لیکن اگر نیّت میں فُتور ہو، محض دنیاوی مقاصد ہوں، دکھاوا و ریاکاری، حرص، طمع کے بت دل و دماغ میں بیٹھے ہوئے ہوں ان کی پرستش میں سب کچھ ہو رہا ہو تو پھر بڑے سے بڑا کام اور بڑے سے بڑا نام بھی بے وقعت و بے نور ہو جاتا ہے۔ اخلاص ایک لازوال و بے مثال دولت ہے جو مخلص اگرچہ علم و عمل کے لحاظ سے مفلس بھی ہو اُسے بھی مخلَص اور مُحسن کا شرف دے کر احسان کرنے والوں

میں شامل کرتے ہوئے درجہ محبوبیّت عطا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا جذبہ دنیا دار کو دیندار بنا دیتا ہے اور اگر نیّت میں خلوص نہ ہو تو بظاہر دیندار انسان جس نے مذہبی حلیہ اور پیشہ بھی اپنایا ہو وہ دنیادار ہے۔ یہ اخلاص ہی تو ہے جو اخلاق و اعمال میں روحانیّت کا نور پیدا کرتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(الانعام، ۶: ۱۶۲)

فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے○

کے مصداق زندگی گزارنے سے زندگی کے متعلقہ تمام معمولات اور معاملات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی وہ بندگی اور عبادت بن جاتے ہیں۔

جنّت وجہنم

دنیا میں بھی حکمران اپنی بساط کے مطابق اپنے فرمانبرداروں کو آسائش، انعامات سے نوازتے ہیں اور اُنہیں ہر ممکن سہولت فراہم کرتے ہیں، جبکہ جو اُن کے نافرمان اور باغی ہوتے ہیں اُن کو سزائیں اور جیل میں ڈالتے ہیں۔ بعض تو قتل کروا دیئے جاتے ہیں کیونکہ نہ ماننے والے اور بغاوت کرنے والے کو یہ اپنی مملکت میں ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ بلاشبہ وتمثیل کائنات کا حقیقی خالق و مالک احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ رحمان و رحیم ہونے کے باوجود جو کسی صورت بھی باز نہیں آتے، کفر وشرک کا ارتکاب کرتے ہیں، صراط مستقیم پر آنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتے، خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی توہین کرتے ہیں اور اُن کے لائے ہوئے دین و ہدایت کی تکذیب کرتے ہیں اُن سرکش باغی انسانوں کے لیے جو عذاب کی جگہ رکھی ہے اُسے جہنم کا نام دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی دیئے جانے والے عذاب وعتاب کا بھی ذکر کیا گیا تاکہ وہ مخلوق

کفر و شرک اور نافرمانی سے واپس آ جائے۔ دوزخ کے مختلف نام اور اُس میں دیئے جانے والی سزاؤں کے ساتھ ساتھ اس کے مختلف درجوں کا ذکر بھی کئی آیات میں کر دیا گیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عذاب نار سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دعائے ماثورہ مانگتے رہنا چاہیے۔

اللّٰھم اَجِرنا مِنَ النَّار.

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِن سَخَطِکَ وَ عَذَابِکَ وَ مِن سَکَرَاتِ المَوتِ وَ اَعُوذُبِکَ مِن عَذَابِکَ مِن عَذَابِ القَبرِ وَ عَذَابِ النَّارِ.

البتہ حدیث شریف کے مطابق جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا۔ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے کافر و مشرک اور منافق داخل ہوں گے۔

خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے وہ لوگ جو ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کرتے ہیں اُنہیں اپنی رضا و خوشنودی عطا کرتا ہے۔ پھر جو جتنا تقویٰ و طہارت میں کمال حاصل کرتا ہے اُسے ولایت و قرب کے درجات میں بلندی عطا کرتا ہے۔ قرب محبت کے سب سے عظیم مقام پر انبیاء و رُسل ہیں، پھر انبیاء و رُسل میں سب سے عظیم درجہ ہمارے آقا و مولیٰ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ ہیں۔ اللہ رب العالمین نے کرم کرتے ہوئے اپنے انبیاء و رُسل اور اُن کے امتیّوں کو جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنت میں لے جانے والے اعمال کا خوب تذکرہ مختلف آیات بابرکات میں کیا گیا ہے اور پھر جنت میں ملنے والی نعمتوں کے بیان کے ساتھ یہ خوشخبری سنائی گئی کہ وہاں نبیوں، رسولوں، صدیقین، شہداء اور اولیاء کی سنگت و صحبت نصیب ہو گی اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ جلّ جلالہ کے دیدار سے بھی فیضیاب ہوں گے۔ جنت کا سب سے بڑا درجہ جنت الفردوس ہے۔ قاسم جنت و کوثر ﷺ نے فرما رکھا ہے کہ جنت الفردوس کے لیے دُعا مانگا کرو۔

قرآن مجید سے رُوحانی و جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے

جس طرح کلام الٰہی کی ہر آیت خیر خواہی اور خیر اندیشی کا بے لوث جذبہ لیے ہوئے صدیوں سے نسل انسانیت کو دعوت ہدایت دینے پہ مامور ہے بالکل اسی طرح رحمت و شفا کے خزینے تقسیم کرنے میں مصروف ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا○ (الاسراء، ۱۷: ۸۲)

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرما رہے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے تو صرف نقصان ہی میں اضافہ کر رہا ہے○

قرآن حکیم رہتی دُنیا کے لیے ہمہ جہت ہدایات و اِفادات رکھنے والی وہ واحد کتاب ہے جس کی آیات ، برکات و اثرات کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ جن میں روحانی و جسمانی امراض کے لیے شفایابی کا معجزہ موجود ہے۔ روحانی امراض سے شفا تو ہے ہی لیکن جسمانی امراض کو دُور کرنے کی جو دُود اثر انگیزی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات طیبہ سے شروع ہوئی وہ آج بھی جاری ہے۔ کیونکہ جس طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لیے ہیں اُسی طرح یہ قرآن بھی سب کے لیے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ○ (یونس، ۱۰: ۵۷)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور ان (بیماریوں) کی شفاء آ گئی ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں اور ہدایت اور اہلِ ایمان کے لیے رحمت (بھی)○

وہ ذات جو زندگی اور موت دیتی ہے وہ قرآن کے ذریعے رُوح و دل کی بیماریاں، بغض و عناد، نفاق، حسد، کینہ وغیرہ سے نجات دیتا ہے۔ بلکہ پرانے جسمانی روگ و بیماری سے شفایابی دیتا ہے۔لیکن ایمان و یقین شرط ہے۔

علامہ جلال الدّین سیوطیؒ نے اس آیت میں وَشِفَآءٌ لِّمَا فِیْ الصُّدُوْرِ (اور ان (بیماریوں) کی شفاء آ گئی ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں) کو عام قرار دیا ہے کہ یہ قرآن نہ صرف روحانی امراض بلکہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو شفائیں ہیں۔ ان میں سے ایک قرآن (خود) اور دوسری شفاء شہد ہے قرآن مجید سینوں کی تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور شہد دیگر تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

(بیہقي، السنن الکبری، ۹/۳۴۵)

اِس سلسلے میں وہ دیگر ائمہ دین ، جیّد مفسرین کی طرح احادیث و آثار کو کتاب میں بیان کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابوالاخوصؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس آیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ اُنہوں نے اُس کو خُمر (شراب) پینے کا مشورہ دیا۔ پھر کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفا نہیں رکھی، شفا صرف دو چیزوں میں (قرآن اور شہد) میں ہے۔ ان دونوں میں دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور لوگوں کے لیے شفا ہے۔ **(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۸۹۱۰)**

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا، اُس نے کہا: میرے سینے میں دَرد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِیْ الصُّدُوْرِ.

اور ان (بیماریوں) کی شفاء آ گئی ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں۔

☆ امام الحسین بن مسعود البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ اِس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعوّذ کے کلمات پڑھ کر پانی پہ دَم کیا جائے، پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔

مجاہدؒ نے کہا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر اُن کو دھو لیا جائے اور اس کا غسالہ (دھون) مریض کو پلا دیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو وضع حمل میں تکلیف پیش آ رہی تھی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: قرآن مجید کی کچھ آیات اور کچھ کلمات طیبات لکھ کر انہیں دھو کر اس کا غسالہ (دھون) اس عورت کو پلا دیا جائے۔

ایّوبؒ نے کہا: میں نے ابو قلابہؒ کو دیکھا اُنہوں نے قرآن مجید کی کچھ آیات لکھیں پھر اُن کو پانی سے دھویا اور اس شخص کو پلایا جس کو جنون تھا۔

(شرح السنن، ص ۱۶۶، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ (المتوفی ۲۷۵ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دوا قرآن ہے۔

(ابن ماجہ، السنن، رقم: ۳۵۰۱)

حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا تو آپ ﷺ کو بچھو نے ڈس لیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے نعلین مبارک سے مار ڈالا، پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچھو پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ وہ نمازی، غیر نمازی اور نبی اور غیر نبی کسی کو بھی بلاامتیاز ڈسنے سے باز نہیں آتا پھر آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوایا، ان کو ایک برتن میں حل کیا اور پھر اس کو اپنی اس انگلی پر ڈالنا شروع کر دیا جہاں سے بچھو نے ڈسا تھا اور اس پر دست اقدس پھیرنے لگے اور اس انگلی پر آپ ﷺ معوذتین پڑھ کر دم فرمانے لگے۔ **(ابن ابی شیبہ، المصنف، رقم: ۳۳۵۴۲)**

غرضیکہ جیّد محدّثین ومفسّرین نے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ علمائے امت نے کچھ روایات وآثار اور کچھ اپنے تجربات سے آیات قرآنی کے خواص وفوائد کتابوں میں جمع کر دیئے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ کی کتاب ,,**خواصِ قرآنی**،، اس کے بیان میں مشہور ومعروف ہے۔ اِس کے علاوہ بھی تلخیصات اور اعمالِ قرآنی کے نام سے کُتب موجود ہیں۔ تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ کے ظاہری حیات سے آیاتِ قرآنی سے شفا کا یہ معجزاتی سلسلہ بڑی زور وشور سے جاری ہے۔ مشاہدات وتجربات اتنے ہیں جن کا اِنکار صاحبِ ایمان نہیں کرسکتا، کیونکہ قرآن کریم کی مختلف آیات مختلف جسمانی اَمراض کے لیے شفائے کُلّی ثابت ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، ہم میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا دستِ اقدس مریض پر پھیرتے اور دُعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اَذھِبِ البَاسَ، وَاشفِ اَنتَ الشَّافِی لَا شَافِی اِلَّا اَنتَ، شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری، الصحیح)

اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دُور کر دینے والے! شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں۔ ایسی شفاء عطا فرما کہ بیماری بالکل بھی باقی نہ رہے۔

اسی طرح حضرت عثمان بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی دَرد کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا ہاتھ دَرد کی جگہ پہ رکھ کر تین بار بسم اللہ شریف پڑھو، پھر یہ دُعا سات مرتبہ پڑھو:

اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدرَتِهِ مِن شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ. (مسلم، الصحیح)

میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں ان (بیماریوں اور دَردوں) سے جو میں محسوس کرتا ہوں۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ پڑھنے کی دیر تھی کہ دَرد جاتا رہا۔

اسی طرح حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پہ کلمات پڑھ کر دَم کرتے تھے:

اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِن كُلِّ شَيطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِن كُلِّ عَينٍ لَّامَّة.

(بخاری، الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، ۲: ۴۲۹، رقم: ۳۳۷۱)

میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے ہر شیطان سے اور ہر زہریلی چیز سے جو مار دے او ہر حسد و تکلیف دینے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے یہ پڑھ کر دَم کیا:

بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ. اللهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ.

(مسلم، الصحیح، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ۴: ۱۷۱۸، رقم: ۲۱۸۶-۲۱۸۵)

اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دَم کرتا ہوں، ہر ایذاء اور تکلیف دینے والی چیز کے شر سے اور ہر نفس اور ہر حسد والی آنکھ کے ضرر سے ، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے گا، میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کو دَم کرتا ہوں۔

تعویز لٹکانے کے متعلق حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں (خواب یا کسی اور وجہ سے) ڈر جائے تو یہ کلمات پڑھے: ﴿أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ﴾ (میں اللہ تعالیٰ کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے غضب و عذاب، بندوں کے شر، شیطانی وسوسوں اور ان کے آ

موجود ہونے سے پناہ چاہتا ہوں۔) تو وہ خواب (کوئی اور شے) اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی

(ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب: (۹۴)، ۵/۵۴۱، رقم: ۳۵۲۸: أبو داؤد، السنن، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ۴/۱۲، رقم: ۳۸۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں کے لئے کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے بالغ بچوں کو اِس دُعا ﴿أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ﴾ کی تلقین کرتے تھے اور جو نابالغ بچے تھے اُن کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ دُعا لکھ کر اُن کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔ **(ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب: (۹۴)، ۵/۵۴۱، رقم: ۳۵۲۸)**

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ملّت اسلامیہ کی جیّد شخصیات، اَکابرین اُمّت نے مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تعویز لٹکانے کے جواز کے بارے میں ارشادات بھی فرمائے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ اور کلماتِ طیبہ پہ مشتمل تعویذات لکھنے کے عمل کو جاری بھی رکھا ہے۔

ابو عِصمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مصیّبؒ سے تعویذ کے متعلق پوچھا، اُنہوں نے کہا: جب اِس کو گردن میں لٹکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ **(ابن ابی شیبہ، المصنّف)**

مزید جویر بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ سے لکھ کر تعویذ لٹکائے اور غسل کے وقت اور بیت الخلاء کے وقت اس کو اُتار دے تو تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تعویذ چمڑے میں منڈھا ہوا ہو یا چاندی کی ڈبیا میں ہو تو پھر اُتارنے کی ضرورت نہیں۔

(ابن ابی شیبہ، المصنّف، ۵: ۲۳۔۲۲)

محقّق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی لمعات میں رقمطراز ہیں:

مذکورہ بالا حدیث بچوں کے گلوں میں تعویذات بنا کر لٹکانے کی دلیل ہے۔

(محدّث دہلوی، لمعات)

اور مُلّا علی قاریؒ اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں اُن کو لٹکانے میں یہ حدیث اصل ہے۔ **(ملا علی قاری)**

اِن کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں مستند مفسّرین ومحدّثین نے اِس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ دَم، تعویذات جو اللہ تعالیٰ کے کلام سے یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے ہوں، اِس کے علاوہ وہ کلماتِ مقدّسہ جو بزرگوں کے معمولات میں شامل رہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے نفع دیتے ہیں۔

مروَزِی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یونس بن حبان نے حضرت سیّدنا ابو جعفر محمد بن علیؓ سے پوچھا کہ آیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ تو آپؓ نے فرمایا: اگر وہ تعویذ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اللہ کے رسول ﷺ کے کلام سے ہو تو اُس کو لٹکا لو اور میں نے عرض کیا کہ میں بخار کا تعویذ اِس طرح لکھتا ہوں

بِاسمِ اللهِ وَ بِاللهِ وَ مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللهِ...الخ

تو آپ نے فرمایا: دُرست ہے۔

متقدّمین کی کثرت نے قرآن مجید کی آیات لکھنے اور اُن کے غسالہ (دھوون) کو پینے اور لکھ کر تعویذ کی شکل میں گلے میں ڈالنے کی اجازت دی ہے اور اپنے معمولات میں رکھا ہے۔ وہ اِس کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شفاء میں شمار کرتے تھے۔

بحمد اللہ تعالیٰ سلف صالحین اور اولیائے کاملین کے ہاں صدیوں سے دَم وتعویذ کے جو بابرکت معمولات جاری رہے آج بھی اُمّت کی کثرت اُن اعمال کو اپنائے ہوئے ہے۔ اِس عقیدۂ صحیحہ کے ساتھ یہ اسبابِ شفاء ہیں اور تعویذ بھی تاثیر و شفاء میں اللہ مؤثرِ حقیقی کے محتاج ہیں اور خود اِن میں ذرّہ برابر بھی تاثیر شفاء موجود نہیں ہے جب تک کہ اِذنِ الٰہی نہ ہو۔ مشیّت

الٰہی نہ ہو۔ جس طرح ڈاکٹر اور طبیب کی میڈیسن استعمال کرتے وقت اہل ایمان کی نظر مؤثرِ حقیقی، شافی الامراض ذات اللہ رب العالمین کی طرف ہوتی ہے بالکل اسی طرح دُعاء، دَم، تعویذات کے وقت بھی دھیان اللہ وحدہ لا شریک ہی کی بارگاہ میں ہوتا ہے۔

یہی تو وہ فرق ہے جو مسلمانوں کو مشرکوں سے جدا کرتا ہے۔ دنیاداری اور دنیا پرستی کے اِس دور میں بھی خدا پرستی اور عقیدۂ توحید کا نور غالب ہے۔ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے قسم اُٹھائی ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم مشرک ہو جاؤ گے

وَإِنِّي وَاللهِ، مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا. (بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهید، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹)

اور خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

آج بھی سروے کر لیں جاہل سے جاہل مسلمان بھی واجب الوجود، قادرِ مطلق، عبادت کے لائق، حقیقی مشکل کشا، ذات و صفات میں وحدہ لا شریک صرف اللہ تعالیٰ کو ہی مانتا ہے۔ لیکن اسباب و وسائل سے قطع نظر کرنا بھی نادانی و گمراہی ہے۔ کیونکہ دنیا دارالاسباب ہے۔ سبب، وسیلہ اور حیلہ میں قدرت نے نتیجہ رکھا ہے۔ اِن میں اُس کی ہی قدرت و شفاء کا مظاہر ہوتا ہے۔ قرآن مجید کتاب ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب الشفاء ہونے کا عملی مظاہرہ بھی دکھانے میں مصروف عمل ہے۔ دَم اور تعویذات سے ایک جہاں فیضیاب ہو رہا ہے۔ میڈیکل سائنس جہاں جواب دے جاتی ہے وہاں قرآن کی سورت و آیات کی تلاوت سننے، پڑھنے اور آیات وکلمات مقدسہ کے تعویذات اور دَم سے مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔

آج بھی دنیا بھر میں صوفیائے کاملین کے آستانے دُکھی انسانیّت کے لیے مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں، جہاں سے دَم وتعویذات سے لا علاج بیماریوں کا علاج ہو رہا ہے۔ صاحبِ تقویٰ وطہارت شخصیات کے ہاں تو مفلوج، اندھے، کوڑھ زدہ اور کینسر جیسے امراض دُور ہو رہے

ہیں۔ ایسا بھی دیکھنے میں مل جاتا ہے کہ بعض دَم وتعویذ سے منسلک لوگ شریعت اسلامیہ کے خاص پابند بھی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے دَم وتعویذ میں بھی اپنے قرآن اور کلمات مقدسہ کا اعجاز برقرار رکھتا ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار ایک باشعور انسان نہیں کرسکتا۔ یہ زمینی حقائق میں سے ہے، عرب وعجم میں امت مسلمہ کے درمیان قرآنی عملیات کے ذریعے روحانی علاج معالجہ جاری ہے اور لا علاج مریض، سحر و آسیب زدہ اور مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں۔ بلا تفریق مسلک ومشرب ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس روحانی عمل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ضروری وضاحت

زمانہ جاہلیّت میں عرب لوگوں کے ہاں معبودانِ باطلہ کے نام کے مَنتر پڑھ کر دَم کرنے اور تمیسہ (سیپیوں اور کوڑیوں میں ڈوری وغیرہ ڈال لیتے تھے) کو گلے میں لٹکانے کا عمل جاری تھا اور اُن کا اِن کے بارے میں عقیدہ تھا کہ ان میں اَز خود یہ تاثیر ہے کہ مصائب دُور ہو جاتے ہیں۔ ان سے مکمل عافیّت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اُن کے دَم، مَنتر شرکیہ جملوں پر مشتمل ہوتے۔ وہ سوچتے تھے تمیسہ کو گلے میں لٹکانے کی وجہ سے تقدیر بھی رَد ہو جاتی ہے۔ دیگر اُن کے باطل عقائد ومعمولات کی طرح اسلام نے ان کے اس فکر وعمل کو بھی باطل قرار دیا کہ سبب، وسیلہ وحیلہ میں اَز خود کوئی تاثیر نہیں ہوتی جب تک مؤثر حقیقی اللہ رب العالمین نہ چاہے۔ لیکن تمیسہ، تولَہ اور نشرہ وغیرہ شیطانی اور شرکیہ معمولات جنہیں نبی کریم ﷺ نے یکسر ختم کرنے کی تدبیر فرمائی تاکہ مسلم معاشرہ اس شرکیہ عمل سے بھی جلدی محفوظ ہو جائے۔

اس لیے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فضل بن عباسؓ کے گلے سے تمیسہ کاٹ دیا۔

(حاکم، المستدرك، ۴: ۴۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

سنا ہے کہ دَم کرنا تمائم اور تَوَلہ (بیوی سے خاوند کی محبت کا جادُو) شرک ہے۔

اِسی طرح امام ترمذی یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے تمیمہ کو لٹکایا اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے اور جس شخص نے کوڑی (سیپی) کو لٹکایا اللہ اُس کی حفاظت نہ کرے۔

صاف ظاہر ہے کلمہ توحید پڑھنے والوں کے ہاں ایک لمحہ کے لیے بھی اِن جنتر منتر، شرکیہ جملوں پہ مشتمل تمیمہ، دَم پر کس طرح یقین ہوسکتا ہے جبکہ ان کے ایمان میں یہ بات شامل ہے

هُنالک الولایة، لله الحق

یہ ثابت ہوگیا کہ سارے اختیارات سچے اللہ کے پاس ہیں۔

دنیا و آخرت کے ہر معاملہ میں اپنا رُجوع کارسازِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رکھنا بنیادی ایمان میں سے ہے اور یہ بات بھی پیش نظر ہونی چاہیے کہ ہمیشہ کی طرح ہمارے دور کے جادوگر بھی دھاگے، سیپی، تمیمہ (کفریہ جملوں پر مشتمل تعویذ کی شکل) منتر وغیرہ پڑھنے کا مکروہ عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ان شیطانی عملیات سے دوسروں کو تکلیف دینے اور پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہر حال میں دُور رہیں اور اُن کے شر سے بچنے کے لیے قرآن آیات کی طرف رُجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں۔ جادو کرانے والے بھی جادوگر کی طرح ہی ملعون ہیں۔ دونوں کے ایمان خطرے میں ہیں۔ بعض جادوگر کافر ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

حضرت عون بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا:

ہم زمانہ جاہلیّت میں دَم کرتے تھے، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اِس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے کلمات مجھے پڑھ کر سناؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُس وقت دَم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک ان میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔

(مسلم، الصحیح، رقم: ۲۲۰۰)

قارئین محترم! مذکورہ بالا قرآن و احادیث اور آثار و معمولات کے پیش کئے جانے والے دلائل سے بالکل عیاں ہو گیا کہ ایسے جھاڑ پھونک، دَم، تمیمہ کی ممانعت ہے جس میں کلماتِ شرکیہ ہوں یا اس میں سرکش شیاطین و جن سے مدد طلب کی گئی ہو یا جادو کے کفریہ کلمات موجود ہوں۔ لیکن جس تعویذ و دَم میں قرآن مجید کی آیات یا رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے کلمات مقدسہ اور صالحین امت کے بتائے ہوئے خواص قرآنی سے عملیات موجود ہوں جائز ہے۔ مستحب عمل ہے۔

هُوَ الشَّافِي، وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ○

جب میں بیمار ہوتا ہوں وہ شفاء دیتا ہے۔

کا یقین و ایمان رکھنے والوں کے لیے ذریعہ شفاء ہے۔ بارگاہِ خدا سے اک عطا ہے۔ تعویذ کا تو نام ہی کلام کے ذریعے اللہ کی پناہ کا مفہوم واضح کرتا ہے۔ لیکن شومئی قسمت کچھ انتہا پسند لوگ جن کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ امت مسلمہ کثرت سے جن عقائد و معمولات کو اپنائے ہوئے ہے انہیں شرک، حرام اور بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اور بڑی بے رحمی و بے خوفی سے فتویٰ بازی سے تیر بازی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کی اس تیراندازی سے کون کون خدا تعالیٰ کے مقربین زد میں آ رہے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا شیوہ ہے، یہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ حالانکہ اب ان ہی کی جماعت کے افراد دَم و تعویذ کے سنٹر بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور سوشل میڈیا کا دور ہے تحقیق کر لیں۔ شرک و بدعت کہنے والے سب دَم کرنے اور تعویذ دینے میں مصروف ہیں۔ نہایت چالاکی سے بدعقیدگی پھیلانے اور دنیا کمانے میں مصروف ہیں۔

اہل ایمان آپ سے گزارش ہے کہ قطع نظر اس کے کہ کون کیا سوچتا ہے اور کہتا ہے۔ یہ قدرتی اَمر ہے کہ زندگی ایک جیسی نہیں رہتی۔ جب بھی مصائب و آلام، دُکھ، بیماری سے سامنا ہو جائے تو سب سے پہلے اپنی حاجت و پریشانی لے کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں دو نفل صلاۃ

الحاجات کر کے حاضری دیں، پھر سبب اور وسیلہ کی دنیا میں قرآنی آیات اور مقدّس کلمات کی طرف دھیان دیں اور اَوراد و وظائف اور دُعا کے لیے بھی خدا رسیدہ صاحبانِ تقویٰ، صالحینِ امت سے رُجوع کریں۔ اُن کے بتائے ہوئے طریقہ و تعداد کے مطابق پابندی سے اِن روحانی و نوری عملیات کو جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت و وسیلہ سے حاجات پوری فرما لے گا۔ مصیبتوں سے رہائی نصیب ہو جائے گی۔ جب نماز کی پابندی کے ساتھ وظائف پڑھیں گے تو دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو جائے گی۔ بفضل اللہ تعالیٰ۔ یاد رکھیں! ایسے وقت میں شعبدہ باز جادوگر بدعقیدہ نام نہاد عاملین کے دُور رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی اسباب بھی بروئے کار لائیں۔ ہر حال میں کامیابی و سرخروی کے لیے توکل و بھروسہ اپنے اللہ تعالیٰ پر ہی رکھیں۔

اِرادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اب چند قرآنی وظائف عوام و خواص کے فائدے کے لیے لکھے جاتے ہیں، جو مختلف جیّد بزرگانِ دین کے مجرّب بھی ہیں اور اُن کے عطا کردہ ہیں۔ جن کے پڑھنے کے لیے چند شرائط بھی درج کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والے ان کے ظاہری و باطنی دنیا و آخرت کے فائدوں سے مستفیض ہوں۔ ایسا تب ہی ہوتا ہے جب ورد وظیفہ شرائط و ہدایات کے مطابق پڑھا جاتا ہے۔

☆ ایمان کی پختگی اور اعمال کی درستگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کرتے رہنا۔

☆ معاملات میں امانت و دیانت، عدل و انصاف، حلال و حرام کی تمیز، صلہ رحمی اور کمزور بچوں پر شفقت غرضیکہ اُسوۂ حسنہ کے مطابق پوری طرح کاربند رہنا۔

☆ مذہب کی پاسداری، مسلک اہل سنت کی تائید کرتے ہوئے بدعقیدگی سے اجتناب بھی ازحد ضروری ہے۔

☆ ذکر و فکر میں شب و روز بسر کرتے ہوئے نماز تہجد و دیگر نوافل اور درود شریف کی

کثرت بھی معمولات میں شامل رکھنا۔ الغرض تمام کبائر سے بچتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھے۔

☆ اپنے مرشدِ کامل کی نسبت وعقیدت میں رہتے ہوئے اُن کے بتائے ہوئے خصوصی اوراد و وظائف بھی پابندی سے پڑھتے رہیں۔ پھر دیکھنا قرآنی عملیات اور ان مقصدس معمولات سے کس طرح ظاہری و باطنی طہارت نصیب ہوتی ہے۔

☆ دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مصیبتیں دُور ہوتی ہیں۔ پھر خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بڑی تیزی نتائج ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ بلائیں اور وبائیں ٹلنا شروع ہو جائیں گی اور عطائیں آنا شروع ہو جائیں گی۔ وللہ الحمد

ہر مقصد کے لیے حضور شیخ العالم سیّدنا پیر علاؤ الدین صدیقی رحمہ اللہ فرمایا کرتے، عصر کی نماز کے بعد

حسبی اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعمَ المَولیٰ وَ نِعمَ النَّصِیر.

۴۵۰ بار اوّل آخر دُرود شریف پڑھنے سے جو حاجت وآرزو ہو وہ پوری ہو جائے گی۔ بے شمار لوگوں کا آزمایا ہوا عمل ہے۔

اِسی طرح پچھلی رات دس تسبیحات سورۃ الاخلاص جس بھی جائز مقصد کے لیے پڑھی جائے پورا ہو جائے گا۔ مشکل آسان ہو جائے گی۔ بشرطیکہ پورا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔ ان شاء اللہ خدا تعالیٰ کی محبت کا نور بھی نصیب ہو گا۔

عذاب قبر سے نجات

سورۃ الملک ہر رات پڑھنے سے موت کی سختی سے رہائی کے ساتھ ساتھ قبر کے عذاب سے حفاظت نصیب ہو گی، بلکہ اِس کی برکت سے توکّل علی اللہ کی نعمت میسّر آئے گی۔

خفقان اور ڈپریشن دور کرنے کے لیے

سیّدی حضور شیخ العالمؒ فرمایا کرتے کہ اوّل آخر دُرود شریف کے ساتھ سورۃ الفاتحہ، آیات شفاء اور آخری دو سورتیں (العلق اور الناس) لکھ کر کاغذ پر پینے سے اور دَم کرنے سے نجات مل جائے گی۔ نیز لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک تسبیح بھی اس مرض کے لیے وافی شافی ہے۔

جلد کی جملہ اَمراض کی شفایابی کے لیے

قاسم فیضان نبوت حضور سیّدی شیخ العالمؒ کے عطا کردہ وظیفہ

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ○ (المؤمنون، ۲۳: ۱۴)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ○(ابراہیم، ۱۴: ۲۶)

اوّل آخر دُرود شریف پڑھ کر تازہ ہلدی پر دَم کر کے جلد پر لگائیں، جلد پر دَم بھی کریں۔ انہی آیات کے تعویذات بھی لکھ کر پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

ہر قسم کے دَرد اور پرانی اَمراض کے لیے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ○ (ابراہیم، ۱۴: ۱۲)

تین بار

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○ (الانعام، ۶: ۱۳)

پڑھ کر پانی پہ دَم کر کے استعمال کریں۔

اِزالہ سحر (جادو) کے لیے

حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ غزنویؒ کا عطا کردہ وظیفہ حضور شیخ العالمؒ سیّدی بتایا کرتے تھے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ج وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ.

(البقرة، ۲: ۱۰۲)

تین بار

قَالَ مُوسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ط اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ○ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ○

(یونس، ۱۰: ۸۱۔۸۲)

تین بار

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ○

(ص، ۳۸: ۳۴)

تین بار

اِس کے علاوہ آخری دو سورتیں (الفلق/النّاس) تین تین بار اوّل و آخر دُرود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دَم کر کے پینے سے بڑے بڑے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

بُرے خیال اور وَساوِس سے بچنے کے لیے

آپؒ اکثر فرمایا کرتے معوّذتین دو دو بار پڑھ کر ایک تسبیح آمنت باللہ ورسولہ پڑھنے سے نہ صرف بُرے خیالات سے بلکہ بُرے عقائد سے بھی محفوظ ہو جاؤ گے۔

کینسر سے نجات کے لیے

مجھے اچھی طرح یاد ہے ۱۷ نومبر بروز پیر ۲۰۰۸ء کی رات آستانہ عالیہ نقشبندیہ برمنگھم میں چند مخصوص ساتھیوں کی موجودگی میں مرشد کریم حضور شیخ العالمؒ نے درج ذیل تعویذ و وظیفہ عطا فرمایا۔

سورۃ الفاتحہ، سورۃ الفلق، سورۃ النّاس

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ○ وَاَرَادُوْا بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ○ (الانبیاء، ۲۱: ۶۹۔۷۰)

ایک ایک بار اوّل و آخر دُرود شریف پڑھ کر دَم کریں اور کاغذ پر لکھ کر پلائیں بھی، شفا ہی شفا ہے۔

آنکھ کے دَرد اور نظر کی حفاظت کے لیے

آپؒ فرمایا کرتے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھیں اور اُس کی آخری آیت

وَلَا یَؤُوْدُهٗ حِفْظُھُمَا ج وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ○ (البقرۃ، ۲: ۲۵۵)

۱۱ بار پڑھیں، پھر

اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا.

(یوسف، ۱۲: ۹۳)

تین بار ایک سانس میں پڑھیں اور دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دَم کر کے دونوں آنکھوں پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں۔ رب کریم! اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے طفیل شفا عطا فرما۔ خاکسار کا ذاتی تجربہ ہے یہ وظیفہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ محتاجی سے بچا دیتا ہے۔

نماز تہجد کے لیے جاگنے کے لیے

آپؒ فرمایا کرتے کہ یہ وہ عمل ہے جو تجربہ شد ہے۔ سونے سے پہلے

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ.

تک تین بار پڑھ کر اپنے دل اور دائیں بازو پہ پھونک مار کر دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر سنت طریقہ سے لیٹ جائیں اور سانس کے ساتھ (اللہ ھو) پڑھتے ہوئے سو جائیں۔ ان شاء اللہ وقت مقررہ پر جگا دیا جائے گا۔

زیارتِ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لیے سیّدی حضور شیخ العالمؒ کا آزمایا ہوا عمل

خاص وقت کی خاص محفل اور خاص کیف و سرور اور نورعلیٰ نور سہانہ ماحول تھا۔ برمنگھم میں نقشبندی آستانہ تھا۔ حضور شیخ العالمؒ اپنے خاص وقار اور پُر بہار وجود کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ نعت خوانی سے ایک سماں قائم ہو گیا تھا۔ یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنسو بہانے والے مرشدِ وقت نے دیدارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب وتڑپ پیدا کرتے ہوئے فرمانے لگے:

آج میں آپ کو اپنا اپنایا ہوا نسخہ عطا کر رہا ہوں۔ آپ فرمانے لگے: پوری طہارت و خوشبو کے ساتھ تنہائی میں قبلہ رُو ہو کے بیٹھ جائیں۔ ایک تسبیح سورۃ الاخلاص اور ایک تسبیح یہ دُرود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولٰنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الاَمِیِّ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَبَارِکَ وَسَلَّم.

اِس تصوّر و خیال سے پڑھیں کہ آپ قدمین شریفین میں موجود ہیں اور قاسمِ جنّت و کوثر علیہ الصلوٰۃ والسّلام آپ کے دُرود وسلام کو سُن رہے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں۔ اگر اِدھر اُدھر توجہ تو تسبیح کا دانہ وہاں روک دیں اور تین مرتبہ

اٰمَنتُ باللّٰہِ وَرَسُولِہٖ.

پڑھ کر واپس اُسی تصور و یقین سے دُرود شریف مکمل کریں۔ یہ عمل کرتے رہیں۔ ایک دن کرم ہو ہی جائے گا۔ پھر فرمایا: اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک آپ ﷺ کی زیارت نہ ہو جائے۔ زہے نصیب

اولاد کے لیے

آپؒ بیایا کرتے کہ زوجین ہر رات عشاء کی نماز کے بعد اوّل آخر دُرود شریف کے ساتھ

یَا رَبِّ مُحَمَّد بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ○

۱۴۰ بار پڑھ کر پانی پہ دَم کر کے پئیں، مرشدِ گرامیؒ کی دُعا اور اس وظیفہ سے فیضیاب ہونے والے بے شمار حضرات سے ملاقات ہوئی۔

ادائیگی قرض کے لیے

فجر کی سنتوں کے بعد تین تسبیحات

یَا لَطِیفُ ، یَا غَنِیُّ

پڑھ کر قرض ادا کر کے دُعا مانگیں، نہ صرف قرض سے خلاصی ہو گی بلکہ اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کے طفیل دینی و دنیاوی دولت بھی عطا فرمائے گا۔ اس کے علاوہ سورۃ الکوثر بھی پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے۔

گھر سے جادُو کے اثرات اور جنّات دُور کرنے کے لیے

خاکسار کے والد گرامی عالم ربّانی قبلہ پیر عبدالغفور نقشبندیؒ کا عطا کردہ وظیفہ ہے۔

آیۃ الکرسی، چار قُل، یَا حَیُّ یَا قَیُّوم یَا ذَالجَلالِ وَالاِکرَام، بِسمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسمِہٖ شَیءٌ فی الارضِ ولَا فی السَّمَاء وَھُوَ السَّمِیع العَلیم. اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ خَلق، ناد علیؓ.

گیارہ گیارہ بار پڑھ کر پانی پہ دَم کریں، مریض پیئے بھی اور گھر میں روزانہ چھڑکاؤ بھی کریں، لیکن خیال کریں یہ پانی پلید جگہ پہ نہ پڑے۔

دانت میں دَرد کے لیے

آپؒ بتایا کرتے

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ.

باوُضو دُرود شریف پڑھتے ہوئے ایک کاغذ پر لکھ کر دانت کے دَرد والی جگہ پہ دبائیں۔

وظیفہ برائے ملازمت

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ○

اوّل آخر گیارہ مرتبہ دُرود شریف پڑھتے ہوئے ۵۷۵ بار روزانہ پڑھنے سے اچھی ملازمت کا اہتمام ہو جائے گا۔

مقدمہ میں کامیابی

عدالتی مقدمات میں کامیابی کے لیے بھی آپؒ ارشاد فرماتے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا○

اوّل آخر دُرود شریف کے ساتھ ۱۳۳ بار روزانہ پڑھا جائے۔

باعزت رشتوں کے لیے

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○

سورۃ آل عمران کی آیات نمبر ۷۳۔۷۴ لکھ کر دائیں بازو کے ساتھ باندھ لیں۔ اِس کے علاوہ

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا.

۴۱ بار روزانہ والدین یَا لطیفُ عشاء کے بعد ۱۵۰ بار پڑھیں، مناسب رشتہ مل جائے گا۔ عمل جاری رکھیں جب تک کامیابی نہ ہو۔

دُشمن سے نجات، عزت وحفاظت کے لیے

قبلہ والد گرامی اکثر بتایا کرتے

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ○ ۱۱ بار

سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ○

اور

بِسمِ اللّٰہِ بَابُنَا تَبَارَکَ حِیطَانُنَا یٰس سَقفُنَا کٓھٰیٰعٓصٓ کِفَایَتُنَا حٰمٓعٓسٓقٓ حِمَایَتُنَا الٓمٓ سَیُوفُنَا نٓ وَالقَلم جُیُوشُنَا فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ○

روزانہ نماز فجر کے بعد پڑھ کر اپنے جسم پہ دَم کریں۔

برائے یرقان، بخار، ضعفِ جگر، دل وغیرہ

یَا اللّٰہ یَا رَحمٰن یَا رَحیم. ۳ بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طَبِّ القُلُوبِ وَدَوَائِھَا وَعَافِیَتِ الاَبدَانِ وَشِفَائِھَا. ۳ بار

یَا قَوِیُّ. ۱۱ بار

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ○

۱۱ بار دُرود شریف ۳ بار صبح وشام پانی پہ دَم کر کے مریض کو پلائیں۔ اِس کے علاوہ ۴۱

بار سورۃ الفاتحہ پڑھ کر پانی پہ دَم کر کے تھوڑا تھوڑا پلاتے رہیں۔ ان شاء اللہ بخار نہیں رہے گا اور باوُضو ہو کر بسم اللہ کے ساتھ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا کاغذ پہ لکھ کر دائیں بازو پر تعویذ بنا کر باندھ دیں۔

ہر قسم کے دَرد و تکالیف سے نجات کے لیے

اوّل و آخر تین مرتبہ دُرود شریف پڑھتے ہوئے

سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ○ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ○ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ○ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ ○ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ○ سَلٰمٌ قف ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. یَا شَافِی بشفاکن.

پڑھ کر دَم کریں اور پانی پہ دَم کر کے پانی مریض کو پلائیں۔

ہر مرض کا علاج

چھ (۶) آیاتِ شفا رَکابی پہ لکھ کر پانی سے وہ دھوون پی لیں۔ پڑھ کر دَم بھی کر سکتے ہیں۔ صالحینِ امت کے آستانوں سے اِن آیات بابرکات کا تیار شدہ تعویذ بھی مل جاتا ہے۔ متواتر پڑھنے اور پانی پینے سے موذی سے موذی مرض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہ آیاتِ شفاء یہ ہیں۔

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ○ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ○ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ○ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ○ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ○ قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَآءٌ ○

قبلہ والد گرامیؒ نے جب مجھے اَوراد و وظائف کی اجازت فرمائی تو اس بات کی تاکید

فرمائیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی پیش نظر رکھنی ہے۔مخلوق سے کبھی بھی لالچ وطمع نہیں کرنی ہے اور یاد رکھیں! اَوراد و وظائف، دَم وتعویذ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش ہے، جس کے ذریعے مایوس اور دُکھی انسانوں کی مدد ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس مردِ با خدا، عاشق مصطفیٰ ﷺ ،صوفی با صفا کے اخلاص و ایقان کی خیرات ہمیشہ نصیب رکھے۔ آپ کی ساری اولاد کو آپ کو امیدوں پر اُترنے کی توفیق اَرزانی فرمائے۔ آمین بحق طٰہٰ یٰسٓ

جائز محبت کے لیے

یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.

سات (۷) بار پڑھ کر میٹھی چیز پر پڑھ کر دے دیں اور اِسی طرح شوہر کو بیوی سے محبت یا بیوی کو شوہر سے محبت پر مجبور کر دینے کے لیے روزانہ بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے سورۃ یٰسٓ کی آیت نمبر ۹ کسی میٹھی چیز پر ۱۲ بار پڑھ کر دَم کر کے کھلائیں یا پلائیں باہم محبتیں قائم ہو جائیں گی۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ○

شر سے حفاظت میں بھی مجرّب ہے۔

شراب نوشی و دیگر نشے چھڑانے کے لیے

جب کوئی شخص نشے کا عادی ہو جائے اُس کے سرہانے ۱۱ مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھیں ایک دن، ان شاء اللہ سورۂ توحید کی برکت سے بُری حرکت سے محفوظ ہو جائے گا۔ نیز

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ○ يَا نُوْرُ يَا نُوْرُ يَا نُوْرُ تَنَوَّرتَ بِنُوْرِكَ يَا نُوْرُ.

سات (۷) مرتبہ پڑھ کر پانی پر دَم کر کے پلا دیں۔

اچھی نیند کے لیے

اِکّیس (۲۱) بار دُرود شریف کے ساتھ ۲۱ بار

یَا رَحمٰن بِحَقِّ مَجمَعُ البَحرَین.

پڑھیں۔ جب سونے لگیں سنّت طریقے سے سوئیں اور ناک کے ذریعے خیال کے ساتھ اللہ ھو کا ذکر جاری رکھیں۔ نیند بھی آئے گی اور بڑی مزّے کی آئے گی۔

ضدی بچوں پر

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ○

سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر۱۳ دُرود شریف کے ساتھ ۱۱ بار پڑھ کر بچوں پر دَم کریں۔

گُند ذہن اور لُکنت دُور کرنے کے لیے

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ○ وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ○ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ○ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ○

پلیٹ یا کاغذ پہ لکھ کر پلاتے رہیں۔ ان شاء اللہ لُکنت اور گُند ذہنی ختم ہو جائے گی۔

پلاٹ پر ناجائز قبضہ چھڑانے کے لیے

وَ اَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ○ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ○

سورۃ طٰہٰ ، آیت نمبر۴۔۵ قرض کی واپسی کے لیے بھی ہر نماز کے بعد ۱۳ بار پڑھ لیا کریں۔ نیز دَردِ زِہ والی عورت کے بازو کے ساتھ لکھ کر باندھ دیں جلدی خیر ہو جائے گی۔

قارئین محترم! قرآن حکیم تو شفاؤں کا خزانہ ہے۔ اُس کی تلاوت کرتے جائیں، حاجات پوری ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ آپ بھی جب تلاوت کریں پانی پر دَم کر لیا کریں۔ اس کا استعمال گھر میں جاری رکھنے سے ان شاء اللہ! دل سمیت گھر کے ماحول میں بھی سکون و قرار قائم ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا اَوراد و وظائف بیش بہا فائدوں کے پیشِ نظر درج کئے گئے۔ آپ سے

ایک عاجزانہ گزارش کرنی ہے کہ اِن میں سے جب کوئی وِرد وظیفہ پڑھنا چاہیں الفاتحہ پڑھ کر میرے مرشد کریمؒ کاملین کے درجات کی بلندی کے لیے اور مجھ عصیاں شعار کی بخشش کے لیے ضرور دُعا فرما دیا کری۔ اللہ کریم کرے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلہ سے یہ سلسلہ کرم قیامت تک جاری رہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ مُوجباتِ رَحمَتِکَ وَ عَزائِمَ مَغفِرَتِکَ.

آمین بحق طٰہٰ و یٰس

فائدے ہی فائدے

قرآن حکیم کے فوائد کا احاطہ کسی زبان وقلم اور نہ ہی کسی کے دل و دماغ میں سما سکتا ہے۔ یہ ہر زمانے کے لیے ہے اور تمام کی روحانی، جسمانی، ظاہری و باطنی ضرورتوں کو پورا فرمانے کے لیے ہے۔ اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی تابعداری کرتے ہوئے قرآن مجید کے صحیح معنوں میں عامل بن جائیں تو ہمیں اپنی حاجات و مشکلات کے لیے دَر دَر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں روزانہ سورۃ البقرۃ پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح جادو و جنّات اور دیگر برے اثرات سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔ صبح و شام آیت الکرسی پڑھنے والا اپنے گھر کو آگ سے محفوظ کر لیتا ہے اور ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے والا روح نکلتے ہی جنّت میں بسیرا کرتا ہے۔ سورۃ الاخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اسی لیے ختم و فاتحہ میں تین بار اسے پڑھا جاتا ہے۔ تلاوت کرنے والے کی آواز جہاں تک جاتی ہے قیامت کے دن ہر سننے والی پڑھنے والے کے ایمان کی گواہی دے گی۔

بغیر سمجھ کے پڑھنے سے بھی ثواب

یہ دنیا کی واحد کتاب لا ریب ہے جسے بغیر سمجھ کے پڑھنے سے بھی ثواب ملتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السّلام فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اُس کو دس (۱۰) نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ خیال رہے! الم ایک حرف نہیں بلکہ الف، لام اور میم تین حروف ہیں۔ لہٰذا فقط اتنا پڑھنے سے تیس (۳۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ خیال رہے کہ الم متشابہات میں سے ہے جس کے معنیٰ ہم تو کیا جبریل امین بھی نہیں جانتے۔ مگر اس کے پڑھنے پر ثواب بھی ملتا ہے اور قربِ خداوندی بھی۔ معلوم ہوا قرآن کی تلاوت کا ثواب اُس کے سمجھنے پر موقوف نہیں بغیر

سمجھے تلاوت پر بھی ثواب ہے۔

تیار شدہ دوائیں مریض کو شفاء دے ہی دیتی ہیں اگرچہ اُن کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ یوں ہی قرآن عظیم شفا ہی شفا اور ثواب ہی ثواب ہے، اگرچہ اُس کے معانی معلوم ہوں کہ نہ ہوں۔ ماڈرن نام نہاد مبلّغین کی اِس فکر کی طرف دھیان دینے کی ضرورت نہیں جو کہتے ہیں کہ بغیر معنیٰ کے سمجھنے سے اگر قرآن پڑھا جائے تو کوئی فائدہ نہیں اور کوئی ثواب نہیں۔ شاید اُن کے خیال میں یہ بات نہیں ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ یہ کلام الٰہی ہے جو تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے سینہ اطہر پہ نازل ہوا ہے۔ پھر یہ ساری زندگی آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان نبوت پہ جاری رہا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی بولی ہے۔ جس زبان پہ یہ بولی جاری ہوتی ہے یا رہتی ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پیارے لگتے ہیں۔ حافظ قرآن جو اس کے مطابق عمل بھی کرے اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ کیا شان ہے سرورِ کائنات ﷺ کے سب سے بڑے معجزہ کی۔ دیکھ کر پڑھنے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔

قارئین ذی وقار! عمل کے لیے قرآن کا سمجھنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ کوشش ہی نہ کرے۔ دنیا کی کامیابی کے لیے کیا کچھ انسان نہیں کر رہا ہے۔ قرآن وہ ہدایت کا سرچشمہ ہے جس سے ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز وابستہ ہے۔ لہٰذا معانی و تفاسیر کے لیے وقت نکالیں۔ روزانہ کی بنیاد پر آیات سیکھنا، سمجھنا شروع کر دیں۔ پھر تلاوت سے جو نور و سرور میسّر آئے گا وہ کیفیت آپ محسوس تو کر سکتے ہیں بیان نہیں کر سکتے۔ موت کی یاد، درود و سلام کی کثرت اور قرآن مجید کی تلاوت قلب و رُوح کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح زنگ آلود لوہے کو صِقل کر دیتی ہے۔

سورۃ الواقعہ ہر رات پڑھنے والا ان شاء اللہ فاقہ سے محفوظ رہے گا۔ سورۃ الملک پڑھنے والے کی قبر میں اس شان سے شفاعت کرتی ہے کہ اے اللہ! اگر میں تیرا کلام ہوں تو اس کو بخش دے، ورنہ تو مجھے اپنے کلام سے نکال دے اور پھر قبر کے اندھیرے کو نور میں تبدیل

کرنے کے لیے صاحب قرآن ﷺ تشریف لاتے ہیں۔

آیئے! قرآن سے دوستی اور نبی کریم ﷺ کی غلامی کے رشتے کو مضبوط بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں زندگی گزاریں تاکہ دنوں جہاں میں شرمندگی سے محفوظ ہو جائیں۔ سارا قرآن ہی جسمانی و روحانی بیماریوں کے لیے دوا ہے۔ سورۃ یس، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الکافرون غرضیکہ ہر سورت ہر آیت میں ہمارے تن، من، دہن کے لیے شفا ہی شفا، پناہ ہی پناہ اور عطا ہی عطا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ہر اُس انسان کے لیے ہے جو صاحب ایمان ہو۔ ہر قسم کے نفاق سے محفوظ دل رکھتا ہو۔ اخلاص و یقین کی دولت بھی رکھتا ہو اور قرآن اور صاحب قرآن ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ شان وعظمت دل و جان سے تسلیم کرنے والا ہو۔ بے ادب عقیدے اور توہین آمیز جملے بولنے اور لکھنے سے ہر لحہ بچتا رہے کیونکہ ادب و احترام ہر لحہ فرض ہے۔ تھوڑی سی بے ادبی اور بے احتیاطی سے ایمان اور اعمال کی پونجی ضائع ہوسکتی ہے۔ العیاذ باللہ! کیونکہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ذریعے عزّت وقرب ملتا بھی ہے اور ان کو توہین و بے ادبی اور نافرمانی کرنے سے ذلّت و رُسوائی سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک کے متعلق کفریہ کلمات

☆ جس شخص نے قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی سورت کا انکار کیا یا کسی بیان کردہ حکم یا حقیقت کو تسلیم کرنے سے اِنحراف کیا یا مزاح کرتے ہوئے کسی قسم کی عیب جوئی کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ جس شخص نے قرآن پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ دَف یا بانسری بجائی وہ بھی ایمان سے محروم ہو جائے گا۔

☆ اسی طرح کسی نے کہا قرآن تو بہت پڑھا لیکن اس نے ہم میں سے کسی جنابت اور گناہ کو دُور نہیں کیا۔ وہ بھی دولت ایمان ضائع کرنے والوں میں سے ہو جائے گا۔

☆ اسی طرح اگر کسی نے داڑھی منڈے سے کہا کہ تم داڑھی کیوں منڈواتے ہو، اس نے

جواب میں یہ کہہ دیا کہ قرآن میں کلا سوف تعلون سے اس کا معنیٰ ہے کہ صاف کراتے رہو۔ اس لیے میں صاف کرواتا ہوں۔ نعوذ باللہ! ایسا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

☆ اکثر ہمارے ماحول میں مزاحاً کہہ دیا جاتا ہے کہ میری آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ ایسے جملے سے بھی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

یہ تو صرف چند مثالیں دی گئی کلام الٰہی کی عظمت و شان برقرار رہنی چاہئے۔ بعض لوگ دُنیاوی فائدے کے لیے جھوٹی قسم اُٹھانے کے لیے قرآن اُٹھا کر سر پہ رکھ لیتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ وہ کتنی بڑی جسارت کر رہے ہیں۔ اس قبیح فعل سے دُنیا و آخرت تباہ ہوسکتی ہے۔

حضرات ذی وقار! علم ہونے کے باوجود کفریہ جملے یا کوئی توہین آمیز حرکت کرنے سے کفر لازم آتا ہے جس کی وجہ سے اُسے دوبارہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ نہ کرے اگر ایسی صورت حال ہو جائے تو فوراً مقامی کسی عالم دین سے رابطہ کر کے مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ دوبارہ نکاح کے لیے شرم محسوس نہ کرے، کیونکہ صرف دو گواہوں اور حق مہر کے ساتھ تجدید ہوسکتی ہے اور کلمہ کفر جو بولا ہے اُس سے توبہ کرتے ہوئے ایمان مفصل و مجمل پڑھ کر کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو جائے۔

متفرق قرآنی معلومات

(برائے طلباء)

قرآن مجید میں چودہ (۱۴) سجدے ہیں

نمبر شمار	پارہ نمبر	نام سورت	آیت نمبر
۱	۹	سورۃ الاعراف	۲۰۶
۲	۱۳	سورۃ الرعد	۱۵
۳	۱۴	سورۃ النحل	۵۰
۴	۱۵	سورۃ بنی اسرائیل	۱۰۹
۵	۱۶	سورۃ مریم	۵۸
۶	۱۷	سورۃ الحج	۱۸
۷	۱۹	سورۃ الفرقان	۶۰
۸	۱۹	سورۃ النمل	۲۶
۹	۲۱	سورۃ السجدۃ	۱۵
۱۰	۲۳	سورۃ ص	۲۴
۱۱	۲۴	سورۃ السجدۃ	۳۸

۱۲	۲۷	سورۃ النجم	۶۲
۱۳	۳۰	سورۃ الانشقاق	۲۱
۱۴	۳۰	سورۃ العلق	۱۹

قرآن پاک پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت نمبر ۷۷ میں امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے نزدیک سجدہ کرنا لازم ہے۔

قرآن مجید کے کُل رکوعات

قرآن مجید کے کُل پانچ سوسینتیس ۵۳۷ رُکوعات ہیں۔

قرآن مجید کے سکتے

روایت حفص کے مطابق قرآن مجید میں چار مقامات پر سکتہ کرنا واجب ہے۔

نمبر شمار	پارہ نمبر	نام سورت	آیت نمبر
۱	۱۵	الکہف	۱
۲	۲۳	یاسین	۵۲
۳	۲۹	القیامۃ	۲۷
۴	۳۰	المطففین	۱۴

قرآن مجید کی منازل کی تقسیم

قرآن مجید میں کُل سات منازل ہیں۔

۱۔ سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء

۲۔ سورۃ المائدۃ تا سورۃ التوبہ

۳۔ سورۃ یونس تا سورۃ النحل

۴۔ سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفرقان

۵۔ سورۃ الشعراء تا سورۃ یاسین

۶۔ سورۃ الصافات تا سورۃ الحجرات

۷۔ سورۃ ق تا سورۃ الناس

قرآن مجید کے حروف کی تعداد

۱۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق قرآن پاک کے حروف کی تعداد تین لاکھ نیئس ہزار چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱) ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے نزدیک قرآن مجید کے حروف کی تعداد تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر (۳۲۲۶۷۰) ہے۔

۳۔ حضرت مجاہدؒ کے نزدیک قرآنی حروف کی تعداد تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اکیس (۳۲۱۱۲۱) ہے۔

قرآن مجید کے حروف وکلمات کی تعداد میں وجہ اختلاف یہ ہے کہ بعض علماء مشدد حروف کو دو حرف مانتے ہیں اور بعض ایک حرف قرار دیتے ہیں۔ بعض ایک لفظ کو دو کلمات قرار دیتے ہیں اور بعض ایک کلمہ کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کی آیات، کلمات اور حروف میں

جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں کمی یا زیادتی کی وجہ سے قرآن مجید کے حروف، آیات یا کلمات میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ حسابی مسئلہ ہے۔

قرآن مجید میں استعمال شدہ حرکات کی تفصیل

حرکت		تعداد
فتحات	زبر	53223
کسرات	زیر	39582
ضمات	پیش	8804
مدات	ٓ	1771
شدات	ّ	1274
نقاط	٠	105684

قرآن مجید کے کلمات کی تعداد

۱۔ قرآن مجید کے کلمات کی تعداد تقریباً چھیاسی ہزار چار سو تیس (86430) ہے۔

۲۔ حمید اعرج کے نزدیک کلمات قرآن کی تعداد چھہتر ہزار چار سو تیس (76430) ہے۔

۳۔ عبدالعزیز بن عبداللہ کے نزدیک کلمات قرآن ستر ہزار چار سے انتالیس (70439) ہیں۔

فِیْہِ صرف ایک جگہ

قرآن مجید میں فِیہِ کا لفظ بہت جگہ آیا ہے لیکن فِیْہِ کا لفظ صرف ایک بار سورۃ فرقان کیا آیت نمبر ۶۹ میں آیا ہے۔

وَلَا يَصُدُّنَّکَ صرف ایک مرتبہ

سورۃ طہ ، آیت نمبر ۱۶ میں فَلاَ يَصُدَّنَّکَ، سورۃ زخرف ، آیت نمبر ۶۲ میں وَلَا يَصُدَّنَّکُم،اور وَلَا يَصُدُّنَّکَ دال کی پیش کے ساتھ صرف ایک مرتبہ سورۃ قصص کی آیت نمبر ۸۷ میں آیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا صرف ایک مرتبہ

قرآن مجید میں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا صرف ایک مرتبہ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۶ میں آیا ہے۔

سب سے طویل ذِکر

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ طویل ذکر کسی نبی کا نہیں ہے۔

سب سے بڑی آیت

قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ ...الخ ہے۔ یہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۸۲ ہے۔ جس کا نام آیۃ المُدَاینۃ ہے۔ اِس کے کل حروف مکتوبی ۵۴۴ اور ملفوظی ۵۵۸ ہیں۔ ملفوظی میں مشدد کو دو بار گنا ہے اور صلہ کے واؤ اور یا کو نیز تنوین کو بھی حروف میں شمار کیا گیا ہے اور اس کے تمام کلمات رسم کے لحاظ سے ۱۲۸ ہیں۔

سب سے چھوٹی آیت

سب سے چھوٹی آیت کو فی شمار کے لحاظ سے طٰہٰ ہے ۔ اس کے رسمی حروف دو اور ملفوظی چار ہیں اور حسنؒ کی شاذ قراۃ کی رُو سے ملفوظی بھی دو ہیں یعنی طٰہٰ اور اجماعی ۔ وَالضُّحٰی نیز وَالْفَجْرِ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ملفوظی حروف پانچ پانچ ہیں۔ نہ کہ ثُمَّ نَظَرَ کونکہ اس کے دو کلمات ہیں۔ نیز اس کے کل ملفوظی حروف چھ ہیں۔

آیَۃُ الرِّبٰوا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○

آیۃ العز

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا.

آیۃ النُّور

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ.

آیۃ القراء

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ.

آیۃ الدَّین / آیۃ المُدَایَنَۃ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ .

صرف ایک صحابی کا نام قرآن میں

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے صرف ایک صحابی کا نام نامی قرآن مجید میں آیا ہے:

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا.... (الاحزاب، ۳۳/۳۷)

فائدہ: یہ زید بن حارثہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے۔

ایک سو چودہ سورتیں اور ایک سو چودہ مرتبہ بسم اللہ

قرآن مجید کی کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں لیکن ان میں سے ایک سو تیرہ سورتوں میں

تو بسم اللہ شروع سورت میں موجود ہے البتہ سورۃ برآت کے شروع میں بسم اللہ کا ذکر موجود نہیں مگر اس کمی کی تلافی سورۃ نمل کی ایک آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ذکرِ بسم اللہ سے کر دی۔ لہٰذا ایک سو چودہ کا عدد پورا ہو گیا۔

سوائے فَقَدْ صَغَتْ کے ہر کلمہ میں بسم اللہ کا کوئی نہ کوئی حرف ضرور ہے

خلاصۃ القرآن میں ہے کہ قرآن مجید میں سوائے فَقَدْ صَغَتْ کے کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کوئی نہ کوئی حرف نہ ہو۔

قرآن مجید میں لفظ اللہ، رحمٰن، رحیم اور اسم کی تعداد

قرآن مجید میں لفظ اللہ: چھبیس سو اٹھانوے بار آیا ہے۔ رحمٰن: ستاون دفعہ اور رحیم: ایک سو چودہ دفعہ اور لفظ اسم: انیس دفعہ آیا ہے۔ یہ تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ ہے۔

قرآن مجید کا نصف باعتبارِ حروف

وَلْيَتَلَطَّفْ کی (ف) تک۔

قرآن مجید کا نصف باعتبارِ آیات

سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۰ کے وَالْجُلُوْدُ تک اور اِس کے بعد آیت نمبر وَلَهُمْ مَّقَامِعُ نصف ثانی میں ہے۔

قرآن کا نصف باعتبارِ سُوَر

سورۃ الحدید تک (اور سورۃ المجادلہ سے دوسرا نصف شروع ہوتا ہے)

قرآن کے تین تہائی حصّے

اوّل:	ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○	سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۰۰ تک
دُوم:	وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ○	سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۰۱ تک
سوم:	آخر قرآن تک	

قرآن مجید میں مستعمل حروف کی تفصیل

حروف	تعداد	حروف	تعداد
ا	۴۸۴۷۲	ب	۱۱۴۲۸
ت	۱۰۱۹۹	ث	۱۲۷۶
ج	۳۲۷۳	ح	۳۹۷۳
خ	۲۴۱۶	د	۵۶۴۲
ذ	۴۶۹۷	ر	۱۱۷۹۳
ز	۱۵۹۰	س	۵۸۹۱
ش	۲۲۵۳	ص	۲۰۱۳
ض	۱۲۰۷	ط	۱۲۷۷
ظ	۸۴۲	ع	۹۲۲۰
غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹
ق	۶۸۱۳	ک	۹۵۲۰

ل	۳۳۴۳۲	م	۲۶۵۳۵
ن	۲۶۵۶۰	و	۲۵۵۳۶
ہ	۱۹۰۷۲	لا	۴۷۲۹
ء	۴۱۱۵	ی	۲۵۹۱۹
مجموعی میزان	**۳۸۷۰۷۹**		

احکامِ الٰہی

قرآن مجید میں جتنے بھی احکام عطا کئے گئے ہیں اُن پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اُن پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، اِسی میں ہمارے لیے بہتری ہے۔ جن کاموں سے رُک جانے کا حکم ہے رُک جائیں۔ ان میں پوشیدہ حکمت و فائدے سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں، خواہ احکام واجب، مستحب، حرام، مکروہ اور مباح خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے ہوں اسلام مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ اس سے برکت کے لیے چند احکام الٰہیہ بھی لکھنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اللہ کریم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ. (البقرة، ۲: ۲۱)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ. (البقرة، ۲: ۴۰)

اور تم میرے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کرو میں تمہارے (ساتھ کیا ہوا) وعدہ پورا کروں گا۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ. (البقرة، ۲: ۴۵)

اور صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ سے) مدد چاہو۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ. (المائدہ، ۵: ۴۸)

سو تم نیکیوں میں جلدی کرو۔

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ○ (البقرة، ۲: ۱۵۲)

سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو○

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ.

(البقرة، ۲: ۲۲۴)

اور اپنی قسموں کے باعث اللہ (کے نام) کو (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ مت بناؤ۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○

(البقرة، ۲:۲۳۸)

سب نمازوں کی محافظت کیا کرو اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور سراپا ادب و نیاز بن کر قیام کیا کرو○

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ. (الزمر، ۳۹: ۱۰)

(محبوب میری طرف سے) فرما دیجیے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (آل عمران، ۳: ۱۰۳)

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً. (البقرة، ۲: ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا.

(النساء، ۴: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں

نری آگ بھرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (المائدۃ، ۵: ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (المائدۃ، ۵: ۹۰)

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ○

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا. (الانعام، ۶: ۷۰)

اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ○

(الانعام، ۶: ۱۱۸)

سو تم اس (ذبیحہ) سے کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو○

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. (الانعام، ۶: ۱۲۰)

اور تم ظاہری اور باطنی (یعنی آشکار و پنہاں دونوں قسم کے) گناہ چھوڑ دو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (البقرۃ، ۲: ۱۰۴)

اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہےo

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (الاعراف، ۷: ۱۵۸)

سوتم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.

(الانفال، ۸: ۲۴)

اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ، دونوں) کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo (الاعراف، ۷: ۱۵۷)

پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیںo

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَo (التوبة، ۹: ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہوo

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاo (الاسراء، ۱۷: ۲۳)

اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کروo

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًاo (الاسراء، ۱۷: ۳۲)

اور تم زنا (بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بے شک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت ہی بری راہ ہے○

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا○ (الاسراء، ۱۷: ۲۹)

اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو (کہ سب کچھ ہی دے ڈالو) کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ (اور) تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے○

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا○ (الاسراء، ۱۷: ۳۱)

اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ہی انہیں (بھی) روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے○

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا○ (الاسراء، ۱۷: ۶۶)

تمہارا رب وہ ہے جو سمندر (اور دریا) میں تمہارے لیے (جہاز اور) کشتیاں رواں فرماتا ہے تاکہ تم (اندرونی و بیرونی تجارت کے ذریعہ) اس کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو، بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے○

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا. (الاعراف، ۷: ۸۵)

سو تم ماپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (کے ماحولِ حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپا نہ کیا کرو۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا. (هود، ۱۱: ۱۱۲)

پس آپ ثابت قدم رہئے! جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت قدم رہے) جس نے آپ کی معیت میں (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا. (بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۷)

اور زمین میں اکڑ کر مت چل۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ. (هود، ۱۱: ۸۴)

اور ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ. (الکهف، ۱۸: ۲۴)

مگر یہ کہ اگر اللہ چاہے (یعنی اِن شاء اللہ کہہ کر) اور اپنے رب کا ذکر کیا کریں جب آپ بھول جائیں۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. (طه، ۲۰: ۱۳۲)

اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ. (المؤمنون، ۲۳: ۹۶)

آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دفع کیا کریں جو سب سے بہتر ہو۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا. (النّور، ۲۴: ۲۲)

انہیں چاہیے کہ (ان کا قصور) معاف کر دیں اور (ان کی غلطی سے) درگزر کریں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. (النور، ۲۴: ۳۰)

آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ. (النّور، ۲۴: ۳۱)

اور آپ مؤمن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا. (النّور، ۲۴: ۲۷)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا○ (الاحزاب، ۳۳: ۳)

اور اللہ پر بھروسہ (جاری) رکھئے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے○

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ. (لقمان، ۳۱: ۱۸)

اور لوگوں سے (غرور کے ساتھ) اپنا رخ نہ پھیر۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ. (الزمر، ۳۹: ۱۰)

(محبوب میری طرف سے) فرما دیجیے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ○

(الزمر، ۳۹: ۲)

بے شک ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں○

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا. (لقمان، ۳۱: ۱۸)

اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا. (الحجرات، ۴۹: ۹)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا. (الحجرات، ۴۹: ۹)

پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ.

(الحجرات، ۴۹: ۱۲)

اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. (الفتح، ۴۸: ۹)

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور آپ (ﷺ کے دین) کی مدد کرو اور آپ (ﷺ) کی بے حد تعظیم و تکریم کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (الحجرات، ۴۹: ۱)

اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.

(الحجرات، ۴۹: ۲)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیِ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (الاحزاب، ۳۳: ۵۶)

اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو○

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ○ (الواقعة، ۵۶: ۷۴)

سو اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کیا کریں○

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ. (الحدید، ۵۷: ۲۱)

(اے بندو!) تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیز لپکو۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ. (الصف، ۶۱: ۱۴)

اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ.

(المنافقون، ۶۳: ۱۰)

اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ. (التغابن، ۶۴: ۱۶)

پس تم اللہ سے ڈرتے رہو جس قدر تم سے ہو سکے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا. (التحریم، ۶۶: ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ۔

وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا○ (المزمل، ۷۳: ۸)

اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں○

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی!

ویسے تو قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کر رکھی ہے لیکن اپنی حکمت کے مطابق جس طرح قرآنی آیات کے معانی و مفاہیم کے لیے علماء ربّانی کے سینے منتخب فرماتا ہے اسی طرح اپنے کلام کے ظاہری الفاظ وحروف کی حفاظت کے لیے خوش نصیب سینوں کو منتخب کر لیتا ہے، جس کے ذریعے قرآنی حفاظت کے مظاہرے ہوتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ کرم قیامت تک جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا. (الفاطر، ۳۵: ۳۲)

پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا (یعنی اُمّتِ محمدیہ کو)۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

بَلۡ ہُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ.(العنکبوت، ۲۹: ۴۹)

بلکہ وہ (قرآن ہی کی) واضح آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں (محفوظ) ہیں جنہیں (صحیح) علم عطا کیا گیا ہے۔

امت مسلمہ کے ان خوش نصیب افراد کو حاملین قرآن، خدّام القرآن اور حفاظ القرآن کے القابات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علمائے کرام ہوں یا حفّاظ عظام دنوں طبقے قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ میں سرگرم رہتے ہیں۔

کتب احادیث میں ان کے فضائل میں بے شمار روایات موجود ہیں جن میں دنیا و

آخرت میں شرف و بزرگی کی سعادتوں کا ذکر موجود ہے۔ جو ایماندار اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی خدمت کے عنوان سے نسبت حاصل کرتا ہے اسے ایک ٹائیٹل کے ساتھ پہچان ملتی ہے اور شان ملتی ہے۔

زبانی یاد کرنے والا حافظ، امدادی علوم حاصل کر کے اس کے معانی و مفاہیم سمجھنے والا عالم، ترجمہ کرنے والا مترجم، تفسیر کرنے والا مفسّر، ظاہری و باطنی اسرار و رموز تک رسائی پانے والا عارف، تجوید وقرات سے پڑھنے والا قاری، پڑھانے والا معلّم اور پڑھنے والا متعلّم اور اس کی بتائی ہوئی راہِ مستقیم اور راہِ نجات پہ قائم رہتے ہوئے عمل کرنے والے کو ولی اللہ کے خوبصورت لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

جہاں مندرجہ بالا حضرات قرآن حکیم کی خدمت کے لیے تیار کئے جاتے ہیں، اُن کی ذہن سازی کرتے ہوئے پاکبازی اور علم وحکمت کے دروس دیئے جاتے ہیں اُس جگہ کو مدرسہ، دارالعلوم، درسگاہ اور اگر مقدر سے کہیں کوئی عالم ربانی، صاحب دل ونظر میسر آ جائے جسے قرآنی اَسرار و رُموز اور نورِ علم وعرفاں نصیب ہو اُس مردِ درویش کی قیامگاہ کو آستانہ و خانقاہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ بھی گزارش کرتا چلوں اگر خاندان میں مندرجہ بالا ٹائیٹل رکھنے والا کوئی مرد وعورت ہے تو مرحبا۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ خدمت دین اور خدمت قرآن مجید نسلوں میں منتقل فرمائے اور اگر نہیں ہے تو محض اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے اپنی اولاد میں سے کسی ایک خوش نصیب کو کم از کم ضرور دینی تعلیم کے لیے وقف کریں۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں عزتیں عطا فرمائے گا۔

یہ یاد رکھیں! قرآن مجید سرچشمہ ہدایت ہے، اس کے مطابق ایمان وعمل سے نجات ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیمات سے پوری طرح وہ لوگ صحیح معنوں میں ہدایت حاصل کرتے ہیں جو صاحب قرآن ﷺ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ سے ادب ومحبت کے نور کے سائے میں غلامی کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی وہ ہادی برحق اور داعی الی الحق ہیں جو مخلوق

خدا کو قرآنی ہدایت کے ذریعے اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ آپ ﷺ ہی تو ہیں جو قرآن کی تلاوت اور علم و حکمت سکھاتے ہیں اور تزکیہ نفوس فرماتے ہیں۔ معلّم اوّل اور مرشدِ اوّل آپ ﷺ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

قرآن مجید رحمت و ہدایت ہے، تو آپ ﷺ بھی رحمت و ہادی ہیں بلکہ قاسم رحمت و نعمت ہیں۔ قاسم جنت و کوثر ہیں۔ اب قیامت تک بندگانِ خدا اور نائبین مصطفیٰ ﷺ کی وہ عظیم جماعت اُمت میں موجود رہے گی جو انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ ہوتی ہے۔ جن کے نقوش پا کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اُن ہی کے عقائد اور معمولات میں تقلید و اتّباع کرنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے اور اُن کی راہ پہ رہنے جینے کی دعائیں نمازی نماز میں مانگتے رہتے ہیں۔ کیونکہ یہی نفوس قدسیہ سچائی، حقانیت کی علامت ہیں۔ عام امت کے راہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں بھی تو کوئی شک نہیں ہے ۷۲ باطل فرقے اور فتنے ہیں جن میں کچھ معرض وجود آ چکے ہیں۔ ہر ایک کا بانی اور عالم قرآنی آیات ہی پڑھتا ہے، لیکن مفہوم و مطالب وہ بیان کرتا ہے اور لکھتا ہے جو اس سے پہلے کسی عالم ربانی، جیّد مفسّر، مستند محدّث نے نہ بیان کیا ہے اور نہ ہی لکھا ہے۔ لہٰذا جب آپ ملّت اسلامیہ کے صدیوں سے طے شدہ عقائد و معمولات جن پر قرآن و حدیث کی تائید کے ساتھ ساتھ سلف صالحین اپنائے ہوئے ہیں اس کے خلاف دیکھیں تو فورا ایسے مبلّغ اور ایسی کتاب و جماعت سے دُوری اختیار کریں کیونکہ قرآن خود ارشاد کرتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا. (البقرة، ۲: ۲۶)

(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو عقیدہ و عمل میں سبیل المؤمنین کو چھوڑ کر فتنے برپا کرتے ہیں اور گمراہی اور جہنم کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ چونکہ یہ خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ اپنے باطل نظریات قرآنی آیات سے ثابت کرنے کے زعم میں قرآن کی اصل رُوح و ہدایت سے بہت دُور ہو جاتے ہیں اور خدا و مصطفیٰ ﷺ اور اولیاء کی بارگاہ میں گستاخی و بے ادبی کے

مرتکب ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حالانکہ قرآن کے نازل کرنے والے نے بارہا اس کا تعارف اس قسم کے کلمات سے کرایا ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ○ (آل عمران، ۳: ۱۳۸)

یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے○

قرآن حکیم کا اصل مقصد انسان کی اصلاح ہے۔ قرآن و سنّت سے ملنے والی ہدایت اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اُسوۂ کامل کی اتّباع سے اپنے نفس کی مسلسل تربیّت سے گزرنا ہے تاکہ وہ نفس امّارہ سے نفس مطمئنہ بن کر اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور ایمان و استقامت سے راہِ مستقیم پر قائم رہ کر روحانی و ایمانی سفر جاری رکھے۔ ان شاء اللہ! ایک دن اللہ کے کرم اور نبی پاک ﷺ کے وسیلہ اور قرآن کی برکت و ہدایت سے ہمارے دل کا آئینہ بھی ہر قسم کی بدعقیدگی اور بدعملی کی گرد و غبار سے صاف و شفاف ہو کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ کی بارگاہ کے قابل ہو ہی جائے گا اور انوارِ ربّانی کی جلوہ گاہ بن جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

دُعائیہ کلمات

اب بصد ہزار عجز و انکسار بارگاہِ پروردگار میں بوسیلہ حبیب کردگار ﷺ نبی مختار ﷺ عرض گزار ہوں کہ اے اللہ کریم! تو اپنی عنایت و رحمت سے عصیاں شعار، خاکسار کی اِس حقیر سی کاوش ,,آوازِ قرآن،، کو شرفِ قبولیّت عطا کر کے ذریعہ نجات اور توشہ آخرت بنا اور ناچیز اور اُس کے والدین، اولاد، بیوی، بہن، بھائی، خویش و اَقارِب، دوست احباب، دارالعلوم کے اَساتذہ، طلباء و طالبات اور خدمت گار مرد و زَن اور **آوازِ قرآن** کا مطالعہ کرنے والوں کو اُن خوش نصیبوں میں شامل فرما جنہیں قرآن عظیم سے ہدایت اور اُس پر عمل کرنے سے جنت نصیب ہونی ہے اور اللہ جلّ جلالہ ہمیں اُن لوگوں میں نہ کرنا جو قرآن پڑھ کر گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اللہ کریم! ملّت اسلامیہ کو ان نفاق زدہ لوگوں کو پہچاننے اور اُن کے پھیلائے ہوئے شر سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ خاتمہ بالخیر بالایمان کے ساتھ دنیا سے جانا اور قبر و حشر میں صالحین ومقربین کی سنگت و رفاقت عطا فرما۔ آمین

یَا رَبَّ العَالَمِینَ یَا اَکرَمَ الاکرَمِینَ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالارضِ اَنتَ وَلِیُّنَا فِی الدُّنیَا وَالآخِرَةِ، تَوَفَّنَا مُسلِمِینَ وَاَلحِقنَا بِالصَّالِحِینَ. اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ بِجَاہِ نَبِیِّکَ المُصطَفٰی وَ رَسُولِکَ المُرتضٰی طَھِّر قُلُوبَنَا مِن کُلِّ وَصفٍ یُبَاعِدُنَا عَن مُشَاھَدَتِکَ وَ مَحَبَّتِکَ وَ مَحَبَّةِ رَسُولِکَ وَاَمِتنَا عِلٰی السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ وَالشَّوقِ اِلیٰ لِقَائِکَ وَلِقَاءِ حَبِیبِکَ الکَرِیمِ. یَا ذَالجَلَالِ وَالِاکرَام. آمین آمین آمین. یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ.

اقوال

حضرت ابن عباسؓ

آپؓ فرماتے ہیں:

جَمِیعُ العِلمِ فِی القُرآنِ لٰکِن
تَقَاصَرَ عَنهُ اَفهَامُ الرِّجَالِ

قرآن میں سارا علم موجود ہے۔ مگر لوگوں کی فہم اس کو پانے سے قاصر ہو رہی ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ

آپؒ فرماتے ہیں:

عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ حُبَّ القُرآنِ وَ عَلَامَةُ حُبِّ القُرآنِ حُبَّ النَّبِیِّ ﷺ وَ عَلَامَةَ حُبِّ النَّبِیِّ حُبُّ السُّنَّةِ.

(قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۵۰۳)

اللہ عزوجل سے محبت کرنے کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن سے محبت کرنے کی علامت حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنا ہے اور آپ ﷺ سے محبت کرنے کی علامت آپ ﷺ کی سنت سے محبت کرنا ہے۔ **(تفسیر صاوی)**

امام جلال الدین سیوطیؒ

قرآنی فیضان کی جاذبیت یوں بیان کرتے ہیں:

كَالبَدرِ مِن حَيثُ التَفَتَّ رَاَيتَهُ
يَهدِى اِلىٰ عَينَيكَ نُورًا ثَاقِبًا
كَالشَّمسِ فِى كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوئُهَا
يَغشَى البِلَادَ مَشَارِقًا وَ مَغَارِبًا

آپ ﷺ (حسن و جمال میں) چودھویں کے چاند کی طرح ہیں کہ جس طرف سے بھی تم دیکھو وہ تمہیں نظر آئے گا۔ وہ (یعنی آپ کا نور) تمہاری آنکھوں کی طرف ایک ایسی تیز روشنی پہنچاتا ہے جو اندھیروں کو چیر دیتی ہے۔ آپ ﷺ اس سوچ کی مانند ہیں جو آسمان کے عین وسط میں ہو اور اس کی روشنی تمام شہروں، زمین کے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّت کردار
انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کُھلتے نظر آتے ہیں بتدریج و اسرار

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہ سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

متفرق تاثرات

☆ قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکیزگی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو جراثیم، امراض سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔

(جرمن دانشور، ایکم کی بولف)

☆ میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ بالکل کھلی اور سچی حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہوسکتی ہے تو اسی سے ہوسکتی ہے۔

(پروفیسر کارلائل)

☆ قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ مردہ زندہ کرنے سے کہیں زندہ ہے۔

(ڈاکٹر سیل)

☆ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصولِ جہانبانی سکھائے۔

(گائیڈنس آف ہولی قرآن از ڈاکٹر شیلے لین پول)

☆ قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے۔

(عمانویل ڈی اش)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

مغزِ قرآں روحِ ایماں جانِ دیں
اَست حبِّ رحمۃ اللعالمیں

جز بقرآں ضیغمی روباھی است
فقر قرآں اصل شاھنشاھی است

(علامہ محمد اقبالؒ)

قرآن کے بغیر تو شیری بھی لومڑی پن ہے اور قرآن کی فقر اصل بادشاہی ہے۔

فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدیم جز بذکر

(علامہ محمد اقبالؒ)

قرآن کا فقر، ذکر وفکر کا امتزاج ہے۔ میں نے ذکر کے بغیر فکر کو کامل نہیں دیکھا۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے اَسماء

قرآن مجید فرقان حمید میں صاحب قرآن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک چار مرتبہ اور احمد ﷺ ایک مرتبہ آیا ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ انبیاء و مرسلین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام	۲۵ مرتبہ
حضرت سیّدنا ادریس علیہ السلام	۲ مرتبہ
حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام	۴۹ مرتبہ
حضرت سیّدنا ہود علیہ السلام	۸ مرتبہ
حضرت سیّدنا صالح علیہ السلام	۹ مرتبہ
حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام	۷۱ مرتبہ
حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام	۱۲ مرتبہ
حضرت سیّدنا اسحاق علیہ السلام	۱۳ مرتبہ
حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام	۱۶ مرتبہ
حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام	۲۷ مرتبہ
حضرت سیّدنا لُوط علیہ السلام	۲۷ مرتبہ
حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام	۴ مرتبہ
حضرت سیّدنا شعیب علیہ السلام	۱۱ مرتبہ

حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام	۱۳۳ مرتبہ
حضرت سیّدنا ہارون علیہ السلام	۱۹ مرتبہ
حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام	۱۶ مرتبہ
حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام	۱۷ مرتبہ
حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام	۷ مرتبہ
حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام	۳۶ مرتبہ
حضرت سیّدنا عزیر علیہ السلام	۱ مرتبہ
حضرت سیّدنا یسع علیہ السلام	۲ مرتبہ
حضرت سیّدنا ذوالکفل علیہ السلام	۲ مرتبہ
حضرت سیّدنا یونس علیہ السلام	۶ مرتبہ
حضرت سیّدنا الیاس علیہ السلام	۳ مرتبہ
حضرت سیّدنا ذکریا علیہ السلام	۳ مرتبہ

قرآن کریم کا ریاضیاتی معجزہ

☆ اندھیرے کو عربی میں ظلمات کہتے ہیں اور قرآن میں یہ لفظ ۲۳ مرتبہ دہرایا گیا ہے، جبکہ لفظ روشنی یعنی نور کو ۲۴ مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ یعنی سات آسمانوں کا ذکر ۷ مرتبہ ہی ہوا ہے، نیز آسمانوں کے بنائے جانے کے لیے لفظ خَلَقَ بھی ۷ مرتبہ ہی دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ یَوۡمٌ یعنی دن ۳۶۵ مرتبہ، جبکہ جمع کے طور پر یَوۡمَیۡنِ یا اَیَّامٍ ۳۰ مرتبہ اور لفظ شَهۡرُ یعنی مہینہ ۱۲ دفعہ دہرایا گیا ہے۔

☆ لفظ شَجَرَةَ یعنی درخت اور لفظ نَبَاتِ یعنی پودے، دونوں یکساں طور پر ۲۶ مرتبہ ہی دہرائے گئے ہیں۔

☆ لوگوں کو اُن کے اعمال کے مطابق انعام دینے کا لفظ ۱۱۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے جبکہ معاف کرنے کا لفظ مَغۡفِرَةٌ ۲۳۴ مرتبہ یعنی دُگنی تعداد میں استعمال ہوا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو معاف کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔

ختم خواجگان شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	100بار	یَا مُسَبِّبَ الۡاَسۡبَابِ	100بار
درود شریف	100بار	یَا مُفَتِّحَ الۡاَبۡوَابِ	100بار
سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃ	100بار	یَا غِیَاثَ الۡمُسۡتَغِیۡثِیۡنَ اَغِثۡنَا	100بار
سُوۡرَۃُ الۡانۡشِرَاح	100بار	یَا دَلِیۡلَ الۡمُتَحَیِّرِیۡنَ	100بار
سُوۡرَۃُ الۡاِخۡلَاص	1000بار	یَا مُنۡزِلَ الۡبَرَکَاتِ	100بار
اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الۡحَاجَاتِ	100بار	یَا مُجِیۡبَ الدَّعۡوَاتِ	100بار
یَا کَافِیَ الۡمُھِمَّاتِ	100بار	اَللّٰھُمَّ یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ	100بار
یَا دَافِعَ الۡبَلِیَّاتِ	100بار	یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ	100بار
یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ	100بار	یَا خَیۡرَ الرَّازِقِیۡنَ	100بار
یَا حَلَّ الۡمُشۡکِلَاتِ	100بار	اَللّٰھُمَّ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡن	100بار
یَا لَطِیۡفُ یَا قَوِیُّ یَا عَزِیۡزُ	100بار	آمِیۡن	100بار
اَللّٰھُمَّ یَا شَافِیَ الۡاَمۡرَاضِ		درود شریف	

(چند منٹ مراقبہ) ذکر چند بار کریں۔

۱۔ لا الہ الا اللہ (پہلے بلا تکرار اثبات کے تکرار سے)

۲۔ الا اللہ

۳۔ اللہ ھو

آمین!

اَللّٰھُمَّ آنِس وَ حشَتِی فِی قَبرِی ، اَللّٰھُمَّ ارحَمنِی بِالقُرآنِ العَظِیمِ ، وَاجعَلهُ لِی اِمَامَا وَّ نُورَا وَھُدَی وَّ رَحمَة ، اَللّٰھُمَّ ذَکِّرنِی مِنهُ مَا نَسِیتُ وَ عَلِّمنِی مِنهُ مَا جَھِلتُ وَ ارزُقنِی تِلاوَتَهُ آنَاءَ اللَّیلِ وَ آنَاءَ النَّھَارِ وَ اجعَلهُ لِی حُجَّةً یَّا رَبَّ العَالَمِینَ.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولٰنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ القُرآنِ وَ العِلمِ وَ الحِکمِ وَ البُرھَانِ وَ عَلٰی آلِهِ وَ صَحبِهِ وَ بَارِکَ وَ سَلِّم.

☆☆☆

اَسئَلُکَ اللّٰھُمَّ اَن تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ کَلَامِکَ وَ اَن تُصَلِّیَ عَلَیهِ وَ عَلٰی آلِهِ عَدَدَ آیَاتِ القُرآنِ وَ حُرُوفِهِ.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الرَّؤُفِ الرَّحِیمِ الھَادِی اِلَی الصِّرَاطِ المُستَقِیمِ الَّذِی آتَیتَهُ سَبعًا مِنَ المَثَانِی وَ القُرآنَ العَظِیمِ وَ عَلٰی آلِهِ وَ اَصحَابِهِ اَجمَعِینَ اِلٰی یَومِ الدِّینِ.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الحُسنِ وَ الجَمَالِ وَ البَھجَۃِ وَ الکَمَالِ وَ تِلَاوَۃِ القُرآنِ وَ تَسبِیحِ الرَّحمٰنِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ بَارِکَ وَ سَلِّم.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ حُرُوفِ کَلَامِ اللّٰہِ.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ نَوِّر قُلُوبَنَا بِالقُرآنِ وَ زَیِّن اَخلَاقَنَا بِالقُرآنِ وَ نَجِّنَا مِن النَّارِ بِالقُرآنِ وَاَدخِلنَا الجَنَّۃَ بِالقُرآنِ ، اَللّٰھُمَّ اجعَلِ القُرآنُ لَنَا فِی الدُّنیَا قَرِینَا وَ فِی القَبرِ مُونِسَا.

☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولَانَا مُحَمَّدٍ مَعدَنِ الجُودِ وَالکَرَمِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحبِہٖ وَ بَارِکَ وَ سَلِّم.

صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس

صدیقی ایجوکیشنل کمپلیکس کے زیرِ انتظام اِس وقت 3 ادارہ جات کام کر رہے ہیں جن میں (۱) **دارالعلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ، مدینہ نگر پلہیر ایبٹ آباد** (۲) **صدیقیہ گرلز کالج، پٹن خورد ایبٹ آباد** (۳) **مدرسہ محی الدّین غوثیہ، مصطفیٰ آباد راڑہ مظفر آباد** شامل ہیں۔ ذیل میں اِن ادارہ جات کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

دارالعلوم محمدیہ محی الاسلام صدیقیہ (رجسٹرڈ)

یہ ادارہ اپریل 2002ء سے مظفر آباد و ایبٹ آباد کے مضافات میں قائم خوبصورت اور صحت افزاء مقام پٹن خورد پلہیر میں قائم ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں اپنی مخلص قیادت کی وجہ سے اِس ادارے نے بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ تعلیمی و سماجی سطح پر اپنی روحانی قیادت و سیادت کے باعث علاقہ بھر میں اِس ادارے کے تحت مختلف مزید 2 علمی مراکز غوثیہ گرلز کالج اور مدرسہ محی الدین غوثیہ اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ سن 2006ء سے دارالعلوم میں باقاعدہ کلاسز کا آغاز کیا گیا، جس کے مرکزی دو شعبہ جات ہیں۔

ا: شعبہ تحفیظ القرآن

قابل اور ماہر اساتذہ کرام کی نگرانی میں پرائمری پاس طلباء کو میرٹ پر داخلہ دیا جاتا ہے۔ اس وقت اس شعبہ میں چار کلاسز جاری ہیں۔ تجوید و قرات کا نصاب اور عملی مشق کے ساتھ ساتھ سکول کی کلاسز میں 6th, 7th اور 8th کی باقاعدہ نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں شعبہ تحفیظ القرآن کے ہر طالب علم کے لیے کمپیوٹر کی لازمی تعلیم اس ادارہ کا خاصہ ہے۔

۲۔ شعبہ علوم شریعہ

شعبہ علوم شریعہ میں تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نصاب کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں مڈل سے لے کر میٹرک لیول تک کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ درس نظامی سے متعلق آن لائن بنیادی ریسرچ پر دستیاب کورسز کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں کامیاب شہری بنانے کے لیے مختلف کمپیوٹر کورسز کروائے جاتے ہیں۔ فروری 2026ء تک 100 سے زائد علماء کرام تیار ہو چکے ہیں جو کہ سرکاری نیم سرکاری اداروں، مساجد اور مدارس میں اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ اس شعبہ میں 100 کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں۔

لائبریری محمد المداح

ہزاروں موضوعات پر مشتمل سینکڑوں کتب پر محیط شاندار اور پُرسکون لائبریری ادارہ میں موجود ہے۔ جہاں طلباء موزوں وقت میں استفادہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ صدیقیہ گرلز کالج کی طالبات بھی دوران سال ان کتب سے مستفید ہوتی ہیں۔ نیز فائنل مقالہ اور اسائنمنٹ کے لیے مواد بھی یہیں سے لیا جاتا ہے۔ تا حال طلباء کی ضروریات کے پیش نظر اکثر موضوعات پر کتب میسر نہیں ہیں۔ احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔

رومی بلاک

مولانا رومؒ کے نام سے منسوب رومی بلاک (ہاسٹل) میں ملک بھر سے آنے والے طلباء کی اقامتی ضروریات کے پیش نظر جدید طرز پر بنے اس بلاک میں پرسکون، منظّم اور محفوظ رہائش موجود ہے۔ جہاں پر مکمل فینسنگ وال، سکیورٹی گارڈ اور CCTV کیمرہ جات جیسی ڈیجیٹل سہولیات میسر ہیں۔ ہاسٹل میں مقیم طلباء سے کسی قسم کے کوئی چارجز نہیں لئے جاتے۔ بجلی، پانی، رنگ روغن اور واش روم سویپنگ کے اخراجات ادارہ خود برداشت کرتا ہے۔ جہاں پر ماہانہ ایک خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔

کمپیوٹر لیب

عصر حاضر کی ضرورت کے پیش نظر شعبہ تحفیظ القرآن اور شعبہ علوم شریعہ کے طلباء کے لیے آئے روز چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے شاندار کمپیوٹر لیب موجود ہے۔ جہاں پر بلا استثنیٰ ادارہ کے جملہ طلباء کو کورسز کروائے جاتے ہیں۔ ان طلباء کے لیے علیحدہ سے ٹیوٹر ارینج کئے جاتے ہیں۔

۳: صدیقیہ گرلز کالج (رجسٹرڈ)

خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے یہ ادارہ بھی دو دہائیوں سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یہاں پر علاقہ بھر کی مڈل اور میٹرک پاس طالبات کو مکمل علوم شریعہ کا نصاب پڑھائے جانے کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں بھی ماسٹرز لیول تک کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ اس وقت تک بے شمار خواتین علوم شریعہ کی تکمیل کے بعد مختلف ادراہ جات میں اپنی خدمات پیش کر رہی ہیں۔ ہاسٹل کی سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے طالبات دور دراز علاقوں کا سفر کر کے تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس ادارہ میں 50 کے قریب طالبات زیر تعلیم ہیں، جبکہ 8 معلّمات تعینات ہیں۔ بیشتر طالبات غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

۴۔ مدرسہ محی الدین غوثیہ (رجسٹرڈ)

مقامی طلباء کے لیے جزوقتی شعبہ تحفیظ القرآن کا یہ ادارہ گزشتہ چار سال سے مصطفیٰ آباد راڑہ، مظفرآباد میں اپنی خدمات پیش کر رہا ہے۔ جہاں طلباء روزانہ کلاس کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ مغرب تک اپنی حفظ کی کلاسز کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس ادارہ میں 40 کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ ہذا سے تا حال 17 طلباء حفظ قرآن مکمل کر چکے ہیں۔

اسلامک شارٹ کورسز

زندگی کے مختلف شعبوں اور عمر کے ہر حصے کے مرد و خواتین کی تعلیم و تربیت آسان اسلام، آسان قرآن فہمی پر نت نئے کورسز ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ جس میں بنیادی تربیتی کورس ڈپلومہ اِن قرآن سٹڈیز، عقائد کورس اور دیگر بے شمار کورسز ترتیب دیئے گئے ہیں۔ جنہیں وقتاً فوقتاً عوام الناس کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے۔ ان کورسز کے لیے نیشنل اور انٹرنیشنل لیول کے ٹرینرز ہائر کئے جاتے ہیں۔ نیز کورسز پر آنے والے جملہ اخراجات بھی ادارہ برداشت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب، مستحق اور ضرورت مند افراد کے لیے ناظرہ، ترجمہ وتفسیر کے متعلق کورسز شامل ہیں۔

سالانہ مقابلہ جات

طلباء کی ذہنی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے ہر سال مختلف قسم کے مقابلہ جات منعقد کئے جاتے ہیں۔ جن میں حسن قرات، حسن نعت، فن خطابت، کوئز، مضمون نویسی اور اذان وغیرہ شامل ہیں۔ تاکہ طلباء کے اندر اعتماد پیدا ہو سکے اور عملی زندگی میں تبلیغی فرائض کی انجام دہی میں آسانی پیدا ہو سکے۔ بین المدارس و بین الجامعات مقابلہ جات بھی منعقد کروائے جاتے ہیں۔ کامیاب طلباء میں انعامات اور شیلڈز کا ادارہ انتظام کرتا ہے۔

ٹیلنٹ ہنٹ

طلباء کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی نشوونما کے لیے تعلیم کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے کیونکہ یہ طلباء میں رہنمائی کی صفات پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان میں بالخصوص والی بال، فٹ بال، دوڑ اور رسّہ کشی شامل ہیں۔

اجتماعی افطار ڈنر

ہر سال ماہ رمضان المبارک میں ان غریب، نادار اور مستحق طلباء کے لیے افطار ڈنر کا

اہتمام کیا جاتا ہے۔ جہاں پر سحری اور افطار کے موقع پر ایک خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں عیدالفطر کے موقع پر نیا لباس مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ عیدی بھی تقسیم کی جاتی ہے۔

سکالرشپ پروگرام

قابل، مستحق اور محنتی طلباء و طالبات کے لیے مربوط سکالرشپ پروگرام دیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے مستحق طلباء پر آنے والے مکمل اخراجات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تعلیمی اخراجات کے ساتھ ساتھ میڈیکل اور ٹرانسپورٹ الاؤنسز تک پیش کیے جاتے ہیں۔

سٹاف فیملی کوارٹرز

ادارہ میں سٹاف کے لیے فیملی کوارٹرز تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن میں سے اب تک تین فیملی کوراٹرز تیار ہو چکے ہیں جبکہ باقی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ تعمیر پر آنے والی لاگت بھی اسی ادارے کے ذمہ ہے۔

میڈیکل کیمپ

تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ ادارہ دیگر فلاحی مہمات میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں SED ٹرسٹ سماعت و بصارت سے محروم خواتین وحضرات کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ معذور وضرورت مند لوگوں کے لیے ویل چیئرز ، بیساکھیوں اور ادویات کا انتظام کیا جاتا ہے۔

مستقبل کے منصوبہ جات

۱۔ مسجد کا قیام

ادارہ کی حدود میں عظیم الشّان **جامع مسجد اُمُّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** کے تعمیراتی کام کا آغاز جلد کیا جا رہا ہے۔ اِس مسجد میں تقریباً دو ہزار نمازیوں کی گنجائش ہو گی۔ خواتین کے لیے الگ جائے نماز، دُرود ہال، لائبریری اور پارکنگ وغیرہ پروجیکٹ کا حصہ ہے۔

۲۔ صدیقیہ گرلز کالج کے لیے ہاسٹل کا قیام

طالبات کے لیے تاحال کوئی مناسب عمارت موجود نہیں ہے اور نہ ہی ہاسٹل کی سہولت میسر ہے۔ گرلز کالج کی عمارت اور ہاسٹل کے لیے مناسب جگہ کی تلاش جاری ہے۔

۳۔ طلباء اور اہل علاقہ کے لیے ہسپتال کا قیام

علاقہ بھر کی پس ماندگی، صحت کی بنیادی سہولیات کی عدم دستیابی، طلباء و اہلیان علاقہ کی مشکلات میں آئے روز اضافہ کے پیش نظر ادارہ سے متصل ایک فری ہسپتال کا منصوبہ زیرغور ہے۔ جس کے لیے مناسب حکمت عملی تیار کی جا رہی ہے۔

اپیل

معزز قارئین! جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس ہوشربا دور میں بڑھتی ہوئے مہنگائی کے پیش نظر مذکورہ بالا جملہ منصوبہ جات کے اخراجات پورا کرنا کسی فردِ واحد کی توجہ اور تعاون سے ممکن نہیں۔ آپ جیسے مخیّر و صاحب ثروت حضرات کے مالی تعاون سے ہی ادارہ کی ترقی ممکن ہے۔ آپ اس ادارہ کے لیے اپنی آمدن میں سے ماہانہ و سالانہ بنیاد پر تعاون فرمائیں۔

☆ Western Union کے ذریعے اپنا زرِتعاون بھیجئے۔

محمد فیاض ولد عبدالغفور

Cell No: +92300-9112950

CNIC NO: 13101-6428751-5

☆ بینک اکاؤنٹ کے ذریعے اپنا زرِتعاون بھیجئے۔

اکاؤنٹ ٹائٹل: محمد فیاض

مسلم کمرشل بینک مین برانچ مظفرآباد۔ برانچ کوڈ 0593

اکاؤنٹ نمبر: 0468662051001539

الداعی الی الخیر: علامہ محمد حامد الازہری +92312-9047107

☆☆☆